ع ۱۱۱۵ ع ۱۱۱۴
اسلام
اسلامی صداقت

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا واللہ سمیع علیم

کیا

اسلام

بذریعہ تبلیغ پھیلا یا بزور شمشیر

مؤلفہ

منشی برکت علی صاحب

سکرٹری انجمن احمدیہ شملہ

ماہ مئی سنہ ۱۹۱۲ء مطابق جمادی الاول سنہ ۱۳۳۰ھ

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام منشی مظفر الدین صاحب کے طبع ہوا

ڈیڈیکیشن

جو محبت مؤلف کے پیر و مرشد جناب سید العارفین و قدوۃ السالکین حضرت خلیفۃ المسیح حکیم حاجی مولٰنا مولوی نور الدّین صاحب سلمہ اللہ تعالٰی کو قرآن مجید اور حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ہے۔ اور جس محنت اور درد سے وہ شب و روز اس محبت کو اپنے خادمین کے دلمیں قائم کرنے اور مخالفین کے اعتراضات کو ردّ کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ اس پر ایک زمانہ شاہد ہے۔ اس لئے مؤلف اپنے اس رسالہ کو بھی جناب ممدوح ہی کے نام نامی پر ڈیڈیکیٹ کرتا ہے۔

دیباچہ

انجمن شبان المسلمین شملہ میں جس کا نام اب تبدیل کر کے انجمن اسلامیہ شملہ رکھا گیا ہے۔ ممبروں میں علمی مذاق پیدا کرنے اور قوت بیانیہ کو بڑھانے کی غرض سے آپس میں بحث مباحثہ کیا جاتا تھا۔ اور وقتاً فوقتاً ایک مضمون مقرر کر کے مخالف پہلوؤں سے طبع آزمائی ہوتی تھی۔ چنانچہ اوائل ۱۹۰۸ء میں ایک مرتبہ یہ مضمون رکھا گیا۔ جو رسالہ ہذا کا موضوع ہے اور مجھے یہ پہلو دیا گیا کہ میں عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت کروں کہ دین اسلام کی ترقی تبلیغ سے ہوئی۔ میں نے اپنے خیالات کو قلمبند کر لیا۔ اور گو اسوقت میرا منشاء انہیں چھپوانے کا نہیں تھا۔ مگر بعد میں کچھ ایسے اسباب پیدا ہو گئے جن سے طبیعت زور کے ساتھ اس طرف متوجہ ہو گئی کہ جس قدر پرانے مضامین پڑے ہوئے ہیں۔ ان سب کو طبع کرا دیا جائے۔ چنانچہ میں بیشتر دو مضمون چھپوا چکا ہوں۔ اور یہ تیسرا ہے۔

دل تو چاہتا تھا کہ اس مضمون کو وسیع کیا جائے مگر اول تو وقت قلیل تھا۔ دوم فریق ثانی اس بحث کو دور تک نبھا نہیں سکتے تھے اس لئے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں ہجرت کرنے کے بعد چند غزووں تک اس کو محدود کر دیا گیا۔ اس میں شک نہیں کہ مضمون کی وسعت اور اہمیت کے لحاظ سے یہ رسالہ بہت ہی مختصر ہے۔ مگر میرے خیال میں بنیادی اصولوں پر گو مختصر مگر کافی بحث ہو گئی ہے۔ اور ایک سلیم الفطرت انسان ان پر غور کرنے سے صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔

میں نے اپنی طرف سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کی صداقت اور حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوت قدسی کا اثر تھا کہ لوگ اس دین کی طرف کھچے چلے آتے تھے۔ اور مخالفین کا یہ اعتراض کہ عوام الناس کو زبردستی دائرہ اسلام میں داخل کیا گیا محض ضد اور تعصب پر مبنی ہے۔ بلکہ اگر منکرین اور کافرین کا گروہ تبلیغ میں حائل نہ ہوتا۔ لوگوں کو مسلمان ہونے سے نہ روکتا اور ان کو دکھ اور اذیت نہ دیتا تو اور بھی جلدی اسکی ترقی ہوتی میں اسبات کو کہ میں اس مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔ ناظرین کے انصاف پر چھوڑتا ہوں۔ البتہ یہ ظاہر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ اگر وہ گذشتہ رسائل کیطرح اسمیں بھی پبلک کیطرف سے پسندیدگی کے آثار نمایاں ہوئے تو دیگر مضامین کو جلدی چھپوا دونگا۔ انشاء اللہ العزیز۔ برکت علی۔ ۳۱ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء

تقریر اوّل

(جو ۵ - فروری ۱۹۰۸ء کو پڑھی گئی)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ - اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ - بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْہِمْ وَاَرْجُلُہُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ط ذٰلِکَ لَہُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَہُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۵ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْہِمْ ج فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۵

یہ مضمون کہ آیا اسلام تبلیغ سے پھیلا ہے یا بزور شمشیر بڑا وسیع مضمون ہے اور جب تک تیرہ صدیوں کی تاریخ اسلام کی مفصل بیان نہ کی جائے۔ جواب مکمل نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ ہر ملک کی تاریخ کا جہاں جہاں دین اسلام پایا جاتا ہے مطالعہ کیا جائے اور دیکھا جائے کہ عرب میں وسط

ایشیا میں ہندوستان میں چین میں روم مصر اور دیگر بلاد افریقہ میں غرضیکہ کل سنتالیس ملکوں میں اسلام کی ترقی کیونکر ہوئی مگر ظاہر ہے کہ نہ تو اس قلیل وقت میں مضمون کافی طور پر ادا ہو سکتا ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کے لیے کئی جلدیں درکار ہیں۔ اور نہ ہی ہمارا علم اس قدر وسیع ہے کہ کماحقہ بحث کر سکیں پس میں نے مناسب سمجھا ہے کہ آج کی بحث کو حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت تک محدود رکھا جائے۔ اور اسکی چند وجوہات ہیں۔

اول وقت قلیل ہے۔

دوم۔ آپ کی حیات ہی میں مسلمانوں کو لڑائیاں پیش آگئی تھیں۔ اور عرب سے گذر کر غیر ممالک سے بھی چھیڑ چھاڑ شروع ہو گئی تھی۔

سوم۔ حقیقی طور پر جو جنگ آپ کو اور خلفائے راشدین کو پیش آئے۔ وہی اس قابل ہیں کہ ان کو جہاد فی سبیل اللہ کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں۔ بعد میں جو لڑائیاں ہوئیں۔ وہ عموماً ملک گیری کی وجہ سے تھیں۔ یا اسی قسم کے اور اسباب محرک تھے جسکی بڑی دلیل یہ ہے کہ اسلام نے جو طریقہ خلافت و امامت کا اختیار کیا تھا کہ قوم متفق ہو کر جس کو پسند کرے وہی خلیفہ مقرر کیا جائے وہ جاتا رہا تھا۔ اور شخصی حکومت قائم ہو گئی تھی گو بعض لڑائیاں ایسی بھی ہوں جن میں حدود اللہ کی رعایت رکھی گئی ہو۔ مگر عام طور پر ان سب کو مذہبی جنگ قرار نہیں دے سکتے۔

چہارم۔ مخالفین کے اعتراضات عموماً قرآن شریف پر اور رسُول پاک کی ذات پر ہوتے ہیں۔ اور یہ ثابت کرنیکی کوشش کیجاتی ہے کہ قرآن شریف لوگوں کو مجبوراً مسلمان کرنے کا فتویٰ دیتا ہے۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار کے زور سے اشاعت دین کی۔

میں نے یہ دکھانا ہے کہ دین اسلام کی اشاعت تلوار کے ذریعہ نہیں ہوئی بلکہ تبلیغ سے کی گئی۔ اور محض اسکی صداقت کی کشش اور رسول اللہ صلعم کی قوت قدسی کا اثر تھا کہ لوگ مسلمان ہوتے جاتے تھے اور اس کے پاک اور صحیح اصولوں اور اخلاق فاضلہ کے باعث مستعد طبیعتیں خود بخود چلی آتی تھی۔ ورنہ کبھی یہ کوشش نہیں کیگئی کہ کسی کو جبر اور اکراہ سے منوایا گیا ہو۔ پس اول میں کتاب اللہ کی تعلیم پیش کرتا ہوں جس سے بدیہی طور پر عیاں ہوجائیگا کہ احکام آلہی جبراً منوانے کی ممانعت کرتے ہیں۔

میں نے شروع میں قرآن شریف کی دو آیتیں نقل کی ہیں جن کے معنے یہ ہیں کہ وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسُول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کو یہ سزا ضرور ملتی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا دار پر کھینچے جائیں۔ یا وہ زمین سے نکال دیے جائیں۔ یہ ذلّت تو انکو دنیا میں نصیب ہوتی ہے لیکن آخرت میں بھی ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ مگر جو لوگ تمہارے غلبہ پانے سے پیشتر باز آجائیں۔ پس جان رکھو کہ اللہ غفور رحیم ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک استمراری قانون بتایا ہے کہ جو لوگ قانون آلہی کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اور اسکے مامور کو تبلیغ سے روکتے ہیں اور زمین میں فتنہ وفساد برپا کرتے ہیں۔ وہ ضرور جنگ کی شکل میں یا دیگر ارضی اور سماوی عذاب سے ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو باطل کی حکومت پسند نہیں۔ اس لئے جب لوگ شرارت میں اور فسق و فجور میں حد اعتدال سے بڑھ جاتے ہیں تو قدرت سے انکے انسداد کے لئے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں یہ تو ظاہر ہے کہ قانون آلہی کی خلاف ورزی سے کبھی انسان بچ نہیں سکتا۔ اور یہ مثالیں ہم آئے دن دیکھتے ہیں کہ افراد میں اور اقوام میں جو امن عامہ میں خلل انداز ہوتے ہیں وہ اپنی سزا کو پہنچ جاتے ہیں۔ پس جو لوگ مامور من اللہ کو اس کے فرض منصبی کے ادا کرنے سے روکتے ہیں وہ کیونکر عذاب سے بچ سکتے ہیں۔ دنیاوی حکام جب کسی کو اپنی طرف سے کسی عہدہ پر متمکن کرتے ہیں اگر کوئی ان کے فرائض ادا کرنے میں سدراہ ہو تو اس کو سزا دیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ جو سمیع و بصیر ہے۔ اور قدرت رکھتا ہے اسکو غیرت نہیں آنی چاہئے یاد رکھو وہ بڑا غیور ہے۔ اور جو شخص اسکے ارادوں میں روکیں ڈالنے کی سعی کرتا ہے۔ وہ ضرور نیست و نابود کر دیا جاتا ہے۔

اس آیت میں منکرین کو متنبہ کر کے اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو کہدیا کہ شرارتوں کا انجام تو ہلاکت ہے۔ پس تم خود ان پر غلبہ پاؤ گے۔ مگر اگر یہ شرارتوں

سے باز آجائیں تو اللہ تعالےٰ غفور رحیم ہے۔ وہ ان کو عذاب سے بچا لیگا اور وہ امن و آرام سے زندگی بسر کرینگے۔

کلام آلہی جبر سے منوانیکی سخت مخالفت کرتا ہے۔ جو آیات ذیل سے بخوبی واضح ہے۔ (۱) لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن تکفر بالطاغوت و یومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقےٰ لا انفصام لہا۔ واللہ سمیعٌ علیمٌ۔ (دین میں کوئی جبر نہیں۔ تحقیق ہدایت اور ضلالت میں فرق ظاہر ہے۔ پس جو کوئی شیطان سے کنارہ کرکے اللہ پر ایمان لے آئے۔ پس تحقیق اسے محکم رسی کو پکڑ لیا جس کے لئے کوئی ٹوٹنا نہیں۔ اور اللہ سمیع اور علیم ہے)

(۲) فمن شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر۔ (پس جو کوئی چاہے مومن ہو جائے اور جو چاہے منکر رہے)

(۳) انما انت مذکر لست علیہم بمصیطر۔ (تو تو صرف نصیحت کرنے والا ہے تو ان پر داروغہ نہیں ہے)

ایسا ہی اور بیشمار آیات ہیں جن سے کھلے طور پر ظاہر ہے کہ دین میں جبر نہیں۔ بلکہ ایک جگہ حضرت رسول اللہ صلعم کو ڈانٹ بتلائی گئی ہے کہ تو اس فکر سے رنجیدہ اور کشیدہ خاطر کیوں ہوتا ہے کہ لوگ مسلمان نہیں ہوتے۔ تیرا کام تو صرف تبلیغ کرنا ہے۔ اگر تو نے ہمارے کلام کو لوگوں تک نہ پہنچایا تو

گویا تو تبلیغ حق سے قاصر رہا۔ البتہ جہانتک ہو سکے۔ دلیل تلاش کر اور ان کو
سمجھا۔ چنانچہ قرآن مجید نے جہاں کو دعویٰ پیش کیا ہے اسکی دلیل بھی دی ہے اور
جو اصول اور عقاید بیان کئے ہیں۔ انکی تصدیق زبردست دلائل کیساتھ کی
ہے۔ اور یہ ایک ایسی خوبی اس کتاب پاک کی ہے۔ جس سے دوسری کتابیں جو
آسمان کی طرف منسوب کیجاتی ہیں۔ عاری ہیں۔ لوگونکو ایمان صحیح اور اخلاق فاضلہ
کی طرف رغبت دلائی جاتی ہے۔ مگر اس طرح نہیں کہ اندھوں کی طرح مان لیں۔
بلکہ ساتھ ہی دلائل بھی دیئے ہیں۔ اور حق بھی یہی ہے کہ جس ایمان کے لئے
دلیل نہیں ہے۔ وہ ایسی دیوار کی مانند ہے۔ جس کی بنیاد ریت پر ہے۔ اور
اسکے پھسلنے کا اندیشہ ہے۔ ایمان پختہ وہی ہوتا ہے۔ جو دلائل بینہ پر مبنی ہو
قرآن شریف نے اس راز کو خوب سمجھا ہے کہ ایمان کا تعلق دل سے ہے
یہی وجہ ہے کہ وہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ ایمان ہرگز زور سے پیدا نہیں
ہو سکتا۔ اور یہی حق ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص مثلاً خوف کے باعث زبان سے
اقرار کر بھی لے۔ اور دل سے قائل نہ ہو تو وہ حقیقی مومن نہیں کہلا سکتا۔ چنانچہ
قرآن شریف ایسے مومنوں کو جو دنیاوی لالچ سے خوف سے یا کسی اور طریقہ
سے ایمان کا اقرار کر لیتے ہیں۔ اور ان کے دل میں انکار ہوتا ہے۔ منافق
قرار دیتا ہے۔ اور دائرہ اسلام سے خارج کرتا ہے۔ آپ قرآن شریف کو
غور سے پڑھیں تو آپکو معلوم ہو جائیگا کہ متعدد جگہ منافقوں کا ذکر آیا ہے

ان کو اسلام سے خارج کیا جاتا ہے۔ بلکہ ان کو ظاہری منکروں سے بڑھکر
دنیا اور آخرت کے عذابوں سے ڈرایا جاتا ہے۔ پس ایسی تعلیم پر کہ لوگ
جب تک دل سے رجوع نہ کریں مسلمان نہیں کہلا سکتے۔ یہ الزام کیونکر
آسکتا ہے کہ وہ بزور شمشیر منوانے کا فتویٰ دیتی ہے اور اگر محض زبانی اقرار
کافی ہوتا تو بعض لوگوں کو جو ظاہرا مسلمانوں کے ساتھ شریک تھے منافق
قرار کیوں دیا جاتا۔ اور ان کو دنیا و آخرت کے عذابوں سے کیوں ڈرایا جاتا
غرض یہ غلط اور محض غلط ہے کہ کتاب اللہ لوگوں کو مجبوراً مسلمان کرنے
کے لئے جنگ کا حکم دیتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کو حضرت رسول اللہ صلعم کے وقت
ہی میں لڑائیاں پیش آئیں مگر محض لڑائیوں کا پیش آنا اس بات کی
دلیل نہیں ہو سکتا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ جب تک یہ ثابت
نہ ہو کہ لوگوں کو مجبوراً مسلمان کیا گیا اور کہا گیا کہ اگر مسلمان نہیں ہوگے
تو قتل کر دیئے جاؤ گے۔ اور واقعی ایسا واقعہ پیش بھی آیا ہو یعنی بحالت
انکار ان کے سر قلم کر دیئے گئے ہوں۔ بیشک یہ الزام عاید نہیں ہو سکتا
کہ اشاعت دین کی غرض سے تلوار اٹھائی گئی۔ یہ ہو سکتا ہے کہ شاذ و نادر
ایسا واقعہ پیش آیا ہو کہ جب بعض لوگ اپنی شرارتوں کی وجہ سے پکڑے
گئے۔ اور سزا کے مستحق ہو گئے۔ مگر بعد میں وہ مسلمان ہو گئے تو ان کو رہا کر دیا

گیا ہو۔ کیونکہ جب انہوں نے توبہ کر لی۔ اور ایمان بھی لے آئے تو پھر انکو
معاف کر دینا ہی بہتر ہے قرآن شریف نے اس اصول کو عام طور پر مروّج
کرنا چاہا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ مساوی انتقام میں کوئی گناہ نہیں۔ البتہ
صفت عفو کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ اور جس عفو میں کوئی خرابی نہ ہو۔ اور خیر ہو
تو معاف کر دینا چاہیئے اور یہی اصول صحیح ہو۔ لفظی خوبی دکھانے کے لئے
انسان کہہ سکتا ہے کہ ہماری کتاب میں بڑے حلم کی تعلیم ہے۔ چنانچہ لکھا
ہے کہ کوئی ایک گال پر تھپڑ لگائے تو دوسری آگے کر دینی چاہیئے کُرتہ
مانگے تو پاجامہ بھی اُتار کر دیدینا چاہیئے۔ اور مجبوراً ایک کوس گھسیٹ کر
لے جائے تو دو کوس ویسے ہی چلے جانا چاہیئے۔ مگر یہ لفظی حکم ہے۔ کسی قوم
نے کبھی ایسے حلم پر کاربند ہو کر نہیں دکھایا۔ اور نہ وہ قائم ہو کر رہ سکتی
ہے۔ اسی وجہ سے قرآن شریف میں ایک جگہ وارد ہے کہ انتقام لینے میں
تمہاری زندگی ہے۔ پس حقیقی اور صحیح اصول یہی ہے کہ انتقام کی جگہ انتقام
اور عفو کے موقعہ پر درگذر۔ کسی صفت کا بے موقعہ استعمال ہمیشہ نقصان کا
باعث ہوتا ہے۔ دنیا مزرعِ آخرت ہے اور ہر ایماندار شخص اسی دنیا میں ایسے
افعالِ حسنہ بجا لانا چاہتا ہے۔ اور عبادت الٰہی میں مشغول ہونیکی کوشش کرتا
ہے کہ موت کے بعد سرخرو ہو اگر اس کو روکا جائے تو مجبوراً اس کو کوئی نہ کوئی
ایسی مناسب راہ اختیار کرنی پڑتی ہے کہ وہ امن سے اپنے فرائض ادا

کر سکے۔

اور اگر بالعکس یہ ثابت ہو جائے کہ فتح پانے کے بعد مسلمانوں نے لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کیا۔ بلکہ ان کو پوری مذہبی آزادی دی اور وہ اپنے مذہب پر قائم رہ کر امن سے زندگی بسر کرنے لگے تو ضرور تسلیم کرنا پڑیگا کہ وہ لڑائیاں مذہب کو پھیلانے کی غرض سے نہیں کی گئی تھیں بلکہ محض دفاعی تھیں۔ اور ان کا مدعا فتنہ و فساد رفع کرنا اور امن عامہ قائم کرنا تھا۔ بعض لوگوں کو قرآن شریف کی ایسی آیات سے جن میں جنگ کا حکم ہے دھوکا لگ جاتا ہے کہ دین کی خاطر لڑائی کرنا فرض ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ موجب ثواب ہے مگر اسکے یہ معنی نہیں کہ خواہ مخواہ لوگوں کو تنگ کیا جائے۔ اور زبردستی انکے منہ سے اسلام کا اقرار کرایا جائے۔ بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر تمہیں مذہبی فرائض کے ادا کرنے سے کوئی روکے تو اس کا انسداد ضروری ہے۔ چنانچہ جنگ کا آغاز مسلمانوں کی طرف سے اسی وجہ سے تھا۔ کیونکہ الفتنۃ اکبر من القتل فتنہ جنگ کی نسبت سخت تر ہے ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعضٍ لفسدت الارض (البقرہ ع ۳۳) اور اگر اللہ بعض لوگوں کا بعض کیساتھ دفعیہ نہ کرتا تو زمین میں فساد برپا ہو جاتا۔

پس لڑائی کا حکم تین قسم کے لوگوں کیساتھ ہُوا ہے

اوّل۔ ان سے جو مسلمانوں سے لڑائی شروع کریں قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین (البقرہ) جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی اللہ کی راہ میں ان ہی سے لڑو۔ اور زیادتی مت کرو بیشک اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

دوم۔ ان سے جنہوں نے دغابازی کی ہو اور معاہدوں کو توڑ دیا ہو۔ الا تقاتلون قوما نکثوا ایمانھم وھمّوا باخراج الرسول وھم بدءُ وکم اول مرة (سورۃ توبہ) کیا تم ان لوگوں سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ دیا۔ اور رسول کو نکال دینا چاہا۔ اور پہل انہوں نے ہی کی۔ الذین عاھدت منھم ثم ینقضون عھدھم فی کل مرة وھم لا یتقون (سورۃ انفال ع) جن لوگوں سے تو نے عہد کیا ہے۔ پھر وہ ہر دفعہ اپنا عہد توڑ دیتے ہیں اور وہ نہیں ڈرتے۔

سوم۔ ان سے جنہوں نے مسلمانوں کو اور ان کے بچوں اور عورتوں کو اذیّت دی۔ وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربّنا اخرجنا من ھٰذہ القریة الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیاً واجعل لنا من لدنک نصیراً (النساء ع)

اور تم کو کیا ہوا کہ اللہ کے رستہ میں لڑائی نہیں کرتے۔ حالانکہ ضعیف

مرد عورتیں اور بچے دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس شہر سے نکال دے کیونکہ اس کے باشندے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی ولی بنا دے - اور ہمارے لیئے اپنی طرف سے کوئی مددگار پیدا کر دے ۔

ان اور اور آیات سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو سخت تکلیف کے وقت لڑائی کا حکم ہُوا ۔ کفارہ عہد پہ قائم نہیں رہتے تھے اور قرابت تک کا لحاظ نہیں کرتے تھے ۔ اس لیئے ان کا انسداد کرنا پڑا ۔ اصل میں قرآن شریف شریعت کی جامع کتاب ہے ۔ اور جو باتیں دین کی اور اخلاق کی اور تمدن کی ضروری ہیں وہ سب اس میں درج ہیں ۔ یہ بھی اس میں ایک فضیلت ہے اور کسی کتاب کو یہ شرف حاصل نہیں ۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان کے متبعین کو اکثر قوانین اپنی طرف سے وضع کرنے پڑتے ہیں ۔ چنانچہ حال ہی کا عیسائیت کا واقعہ ہے کہ پیشتر فوت شدہ بیوی کی ہمشیرہ سے نکاح حرام سمجھا جاتا تھا ۔ مگر اب پارلیمنٹ نے اس کو جائز قرار دیدیا ہے ۔ پس جیسا اور قوانین ضرورت کے مطابق اصولی طور پر یا شرح اور بسط سے بیان کیئے گئے ہیں ۔ ویسا ہی قوانین جنگ بھی بتا دیئے ہیں ۔ چنانچہ اول تو یہ بتایا ہے کہ لڑائی تب ہی تک رہنی چاہیئے جب تک فتنہ و فساد فرو نہ ہو جائے وقاتلوا ھم حتیٰ لا تکون فتنۃ و یکون الدین کلہ للّٰہ فان انتھوا فان اللّٰہ بما یعملون بصیر ۔ اور جب

تک وہ جزیہ نہ دیں (حتیٰ یعطوا الجزیۃ) جزیہ عربی لفظ گویگاڑ کر قدیم فارسی میں گزیہ
بنایا تھا۔ جو نوشیرواں عادل نے اپنی رعایا پر مقرر کیا تھا۔ اس لفظ پر معترضین
نے بڑا شور مچایا ہے اور ثابت کرنا چاہا ہے کہ لوگوں کو مجبوراً مسلمان کیا گیا۔ مگر
اس قسم کے اعتراض محض ناواقفی یا تعصب کی وجہ سے کئے جاتے ہیں۔
کیونکہ غیر مسلم سے جزیہ اس واسطے نہیں لیا جاتا کہ وہ مسلمان نہیں۔ بلکہ یہ ایک
ٹیکس ہے۔ جو جان و مال اور عزت کی حفاظت کی عوض میں لیا جاتا ہے۔
چنانچہ آنحضرت صلعم نے جو والئے ایلتہ کو فرمان تحریر فرمایا۔ اس میں یہ الفاظ
تھے۔ یحفظوا و یمنعوا یعنی ان لوگوں کی حفاظت کی جائے۔ اور دشمنوں
سے بچائے جائیں۔ تجربہ شاہد ہے کہ امن عامہ قائم رکھنے کے لئے فوج پولیس
عدالتوں کی ضرورت ہے۔ جس کے لئے روپیہ درکار ہے۔ پس یہ
ایک ٹکس ہے جو غیر مسلم سے لیا جاتا ہے۔ اگر مسلمان اس لائق نہ رہیں کہ
ان کی حفاظت کرسکیں تو ان سے یہ ٹکس وصول کرنا جائز نہیں اور اگر وہ
فوجی امداد دیں تو اس سے بری کئے جاتے ہیں۔ پس جس اصول کو معترض قابل
اعتراض تصور کرتا ہے۔ وہ تو ایک خوبی کی بات ہے قومی مصارف کیلئے
ٹیکس تو ضرور رعایا پر لگایا جاتا ہے۔ مگر دیگر قومیں سب سے یکساں اور ہر حالت
میں ٹکیس وصول کرتے ہیں۔ مگر اسلام مسلمانوں سے تو سالانہ بچت کا بہ واں
حصہ وصول کرتا ہے جس کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔ اور وہ ایک لاکھ میں ڈھائی ہزار

روپیہ بنتا ہے۔ مگر غیر اقوام سے ایک لاکھ میں سے محض تین روپیہ اور کچھ آنے دیتے ہیں اور وہ بھی اگر ان کی حفاظت ہو سکے۔ اور وہ فوجی امداد نہ دے سکیں جزیہ کی تعداد زیادہ سے زیادہ مبلغ عنہ روپیہ سالانہ تھی۔ عام شرح جزیہ کی چھ روپیہ اور تین روپیہ سالانہ تھی۔ بیس برس سے کم اور پچاس سے زیادہ عمر والے مرد اور عورتیں۔ مفلوج معتل العضو نابینا مجنون مفلس جس کے پاس دو سو درہم سے کم ہو۔ عموماً جزیہ سے معاف تھے (الجزیہ) پس یہ تو ان کے مسلمان ہونے کے لئے ایک روک ہو گئی نہ کہ ترغیب دنیاوی پہلو مدنظر ہو تو ان کو غیر مسلم رہنا مفید ہے۔ اور مسلمان ہونا باعث نقصان۔ اب میں وہ آیات پیش کرتا ہوں۔ جن میں آداب جنگ بتائے گئے ہیں۔

(۱) وان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکل علی اللہ انہ ھو السمیع العلیم ط اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں۔ پس تو بھی اسکی طرف جھک جا۔ اور اللہ پر توکل کر تحقیق وہ سمیع اور علیم ہے۔

(۲) وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ ذالک بانھم قوم لا یعلمون۔ اگر کوئی مشرک پناہ مانگے تو اس کو پناہ دے یہانتک کہ وہ کلام الٰہی سن لے پھر اسکو اسکے امن کی جگہ پہنچا دے اس لئے کہ یہ بے سمجھ قوم ہے۔

(۳) الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئۃ (الانفال) لڑائی میں پشت مت

دکھاؤ۔ البتہ فن جنگ کے متعلق ایسا کرنا پڑے تو مضایقہ نہیں۔

(۴) النساء ع۱۳ (یاایھا الذین امنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا۔ فی سبیل اللہ سفر کا اتفاق ہو تو تحقیق کر لیا کرو۔ اور جو تمہیں سلام علیک کہے اسے یہ یونہی نہ کہدو کہ تم مسلمان نہیں۔

اور بھی آیات ہیں جن میں آداب جنگ سکھائے گئے ہیں۔ مگر طوالت مضمون کا اندیشہ ہے۔ اور عاقلے را اشارتے کافی است۔

یہاں تک میں نے قرآن شریف سے استدلال کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ خیال کہ اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلایا گیا ہے۔ غلط محض ہے حقیقت میں یہ بھی تاریخی واقعات ہیں۔ اور ان کی مصدق کلام الٰہی ہے پس بموجب ومن اصدق من اللہ حدیثاً۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھکر اور کون سچا ہو سکتا ہے۔ کلام اللہ کے سامنے دنیاوی تاریخیں ہیچ ہیں۔ ہر شخص اپنے فہم اور ادراک کے مطابق لکھتا ہے۔ اور اس میں غلطی کا احتمال ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی کلام میں غلطی نہیں ہو سکتی۔ تاہم کوشش کرتا ہوں۔ اور عرفی تاریخ سے بھی ثابت کرتا ہوں کہ اسلام نے محض تبلیغ کے ذریعہ دنیا میں رواج پایا۔

اس بات کو مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مکی زندگی میں حضرت رسول اللہ صلعم نے اشاعت دین کی خاطر کوئی ذریعہ جبر کا استعمال نہیں کیا۔ مگر

بعض اوقات کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایک مالدار عورت
تھیں۔ اور آپ کے چچا ابو طالب جو ان سے محبت کرتے تھے۔ بارعب شخص تھے
اور متولئے کعبہ تھے۔ اور حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ جو شروع میں ایمان
لے آئے تھے۔ بڑے دولتمند تھے۔ پس آپ جو مکہ میں محفوظ رہے۔ اور بعض
لوگ وہاں مسلمان ہو گئے۔ تو وہ محض ان اشخاص کے رعب کی وجہ سے تھا
مگر تاریخ اس کے خلاف شہادت دیتی ہے۔ کیونکہ اول تو دعوے کے ساتھ ہی
اپنی قوم مخالف ہو گئی۔ اور آپ کے چچا ابو لہب تک جانی دشمن بن گئے۔ اور
دوئم عبد الشمس کی اولاد جو پہلے ہی بنی ہاشم سے انکے متولی کعبہ ہونیکے
باعث حسد رکھتے تھے۔ ان کو آپ کے دعوے نبوت کی وجہ سے کھلم کھلا
عداوت کرنیکا موقعہ مل گیا۔ چنانچہ ان میں سے ابو سفیان جو انکا سرغنہ تھا
مدت تک آپکا دشمن رہا۔ علاوہ ازیں ابو جہل بھی سردار قوم تھا۔ اور وہ ہمیشہ
آپکو نقصان پہنچانے کے درپے رہا۔ غرض تمام اپنے اور بیگانے دشمن
بن گئے۔ اور مسلمان بیکسی کی حالت میں تھے۔ اور انکو سخت اذیتیں اٹھانی
پڑتی تھیں۔ کھلے طور پر نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ اور کفار ہمیشہ انکو تکلیف
دینے کے درپے رہتے تھے۔ شخصی مثالیں دینے کی ضرورت نہیں۔ انکی
تکلیفوں کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ انکو مجبوراً گھر بار چھوڑنا پڑا
اور دوسری سلطنت میں جاکر پناہ گزین ہوئے۔ چنانچہ بچوں کے علاوہ تراسی[۸۳]

مرد اور اٹھارہ عورتیں ابی سینیا کو ہجرت کر گئے۔ اور یہ سب کچھ حضرت خدیجہ رض
اور حضرت ابابکر صدیق اور ابو طالب کی موجودگی میں واقعہ ہوا۔ مگر کفار نے
پھر بھی آپ کو چین نہ لینے دیا۔ چنانچہ آپ کوہ صفا پر ایک دوست کے گھر
میں جا رہے۔ اور آہستہ آہستہ تبلیغ میں مشغول رہے۔ ایک ماہ تک آپ
وہاں رہے۔ اور آپ کی وعظ اور نصیحت سے بہت سے لوگ مسلمان
ہو گئے۔ کفار کو پھر طیش آیا۔ اور آپکو مجبوراً وہاں سے نکلنا پڑا۔
اسکے بعد کفار نے ایک اور تجویز کی۔ اور وہ یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ
قطع تعلق کر لیا۔ خرید فروخت بند کر دی۔ اور کھانا دانہ اور پانی تک دینا
بند کر دیا۔ آپ ایک قلعہ میں محصور ہو گئے۔ اور لکھا ہے۔ کہ یہاں تک نوبت
آپہنچی۔ کہ مسلمان فاقہ سے قریب بمرگ ہو گئے۔ اتنے میں سالانہ حج کا موقعہ
آیا۔ اور چونکہ قدیم سے رسم چلی آتی تھی۔ کہ اس موقعہ پر جنگ و قتال موقوف
کر دیا جاتا تھا۔ پس اسوقت مسلمانوں کو باہر نکلنے کا موقعہ ملا۔ اور قدرے
آرام ہوا۔ آپ نے پھر وعظ اور نصیحت شروع کی۔ مگر جب وہ وقت گزر
گیا۔ اور کفار نے دیکھا۔ کہ لوگ مسلمان ہوتے جاتے ہیں۔ اور شہر اور باہر
سے آئے ہوئے اکثر لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔ تو انھوں نے پھر آپ کو
تکلیف دینی شروع کی۔ غرض یہ سب کچھ اُسوقت ہوا۔ کہ حضرت خدیجہ رض
اور ابو طالب زندہ تھے۔ مگر اب اللہ تعالےٰ نے انکا ساتھ بھی چھین لیا۔

اور وہ راہی ملک بقا ہوئے۔ کفار کی جانب سے عداوت اسی طرح پر قائم رہی۔ ایک مرتبہ آپ طائف میں وعظ کرنیکے لئے گئے۔ مگر لوگوں نے شور مچادیا۔ آپکو پتھروں سے زخمی کردیا۔ اور دور تک آپ کا تعاقب کیا۔ انجام یہ ہوا۔ کہ جب کفار نے دیکھا۔ کہ آپ کسی طرح تبلیغ حق سے باز نہیں آتے اور لوگوں کو آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ تو انھوں نے ارادہ کیا۔ کہ نعوذ باللہ آپ کا کام تمام کردیا جائے۔ ظالموں نے یہ نہ سوچا۔ کہ وہاں تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے یعصمك من الناس کا وعدہ ہے۔ چنانچہ سب نے ملکر صلاح کی۔ کہ رات کو آپ کے مکان میں گھس کر آپ کو قتل کردیا جائے۔ مگر آپ کو معلوم ہوگیا۔ اور آپ حضرت صدیق کو ہمراہ لیکر نکل گئے۔ اور مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر غار ثور میں پناہ گزیں ہوئے۔ آپ تین دن تک چھپے رہے۔ اور حضرت ابابکر صدیق کی لڑکی رات کیوقت آپکو کھانا پہنچاتی رہی۔ کفار برابر تلاش میں لگے رہے۔ بلکہ ایک مرتبہ اس غار تک بھی پہنچے۔ یار غار گھبرائے۔ مگر آپ نے بڑے اطمینان سے تسلی دی لا تحزن ان اللہ معنا پریشان مت ہو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ غرض تین دن کے بعد جب آپ نے دیکھا۔ کہ اب تلاش فرو ہو گئی ہوگی۔ نکلکر مدینہ منورہ کا رستہ لیا۔ مگر دشمن ابھی تلاش میں تھے۔ چنانچہ سراقہ ابن مالک نے

آپ کو دیکھ لیا۔ اور سواروں کی ایک جماعت کے ساتھ آپ کا تعاقب کیا جب پاس پہنچا۔ تو گھوڑے سمیت نیچے گر پڑا۔ اس سے وہ خوف زدہ ہوا اور معافی مانگی۔ آپ نے معاف کر دیا۔

مدینہ منورہ پہنچکر آپ نے آرام کیا۔ کے کے مسلمان یکے بعد دیگرے آن شامل ہوئے۔ ابی سینا میں جو پناہ گزیں ہوئے تھے۔ وہ بھی آپ کے پاس آگئے۔ اور علاوہ ازیں بعض شہر کے لوگ بھی تھے۔ جنھوں نے مکہ میں تبلیغ سے متاثر ہو کر آپ کی بیعت کی ہوئی تھی۔ مکی زندگی کی ۱۳ سال کی تکلیفیں احمد نام سے وابستہ تھیں۔ اور جمالی نام کا زمانہ ختم ہوا۔ اب یہاں سے جلالی نام محمد ظاہر ہوا۔ جنگ پیش آئے۔ اور آخر مخالفین کو نیچا دیکھنا پڑا۔ حضرت عیسےٰ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام نے نبی آخرالزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت اپنی اپنی حالت کے مطابق پیشگوئیاں کی تھیں۔ اور ان ہر دو حالتوں کا آپ کی ذات میں پورا ہونا ضروری تھا پس یہاں سے آتشیں شریعت نے اپنے جوہر دکھائے۔

مگر بانی اس کے خود مخالفین تھے۔ آپکو قریش مکہ سے یہود مدینہ سے اور دیگر اندرونی اور بیرونی اقوام سے لڑائیاں پیش آئیں۔ ان سب لڑائیونکو اگر تشریح کے ساتھ بیان کیا جائے۔ تو مضمون بہت لمبا ہو جائیگا۔ اسلئے چند ایک مشہور لڑائیوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

سب سے پہلا واقعہ یہ پیش آیا۔ کہ عکرمہ بن ابوجہل دوسو آدمیوں کے ساتھ مدینہ پر چھاپہ مارنے کے لئے روانہ ہؤا۔ ابوعبیدہ بن جراح ساٹھ سواروں کے ساتھ مقابلہ پر بھیجا گیا جس میں سعد بن وقاص کی تیراندازی سے دشمن کو شکست ہوئی۔ اسکے بعد چونکہ قریش کے حملہ کا اندیشہ تھا۔ اس لئے چند آدمی ان کی حرکات کی خبر رسانی کے لئے اِدھر اُدھر بھیجے گئے۔ جمادی الآخر ۲ھ کے پچھلے دنوں میں آنحضرت صلعم نے ایک رقعہ سربمہر کر کے عبداللہ بن جحش الاسدی کو دیا۔ بارہ مہاجرین انکے ساتھ کر دیئے۔ اور کہا کہ مکہ کی طرف چلے جاؤ۔ اور تین روز بعد اسکو کھول کر پڑھو اور اسپر عمل کرو۔ چنانچہ اس میں لکھا تھا۔ کہ نخلہ تک برابر چلے جاؤ۔ وہاں خفیہ رہو۔ اور مکیوں کا حال دریافت کرو۔ کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ اور کس تدبیریں ہیں۔ غرض وہ اس طرح حال دریافت کرتے رہے۔ ایک روز قریش کا ایک چھوٹا سا قافلہ طائف کا مال تجارت لئے ہوئے آن پہنچا عبداللہ اور اسکے ساتھیوں نے بخلاف حکم اسپر حملہ کیا۔ عمرو بن عبداللہ سردار قافلہ مارا گیا۔ دو تین آدمی گرفتار ہو کر آئے۔ آپ کو بڑا ملال ہؤا عبداللہ کو بہت ملامت کی اور کہا کہ کیا میں نے حرب سے منع نہیں کیا تھا۔ غرض قیدیوں کو رہا کر دیا گیا۔ اور عمرو بن عبداللہ کا خون بہا بھی اپنے پاس سے دیدیا۔

غزوہ بدر۔قریش نے قریب ایک ہزار کے جنگ آزمودہ لوگ جمع کئے
جن میں ایک سو سوار تھے۔ اور باقی کے پاس سواری اور بار برداری
کے سات سو اونٹ تھے۔ اور مدینہ پر ایک ہیبت ناک حملہ کرنیکا ارادہ
پکا ہوگیا۔ اسی اثنا میں ابوسفیان تجارت کا مال لیکر شام سے واپس
آ رہا تھا۔ راہ میں یہ غلط خبر سن کر کہ مسلمان اس پر حملہ کرنا چاہتے ہیں
قریش کے پاس قاصد بھیجا۔ اور ساتھ ہی وہ جنگجو جو مکہ میں جمع ہوچکے تھے
مدینہ پر حملہ کرنے اور قافلہ کو بچانیکے لئے نکل پڑے۔ رسول اللہ صلعم نے
یہ خبر سن کر تین سو آدمیوں کے ساتھ انکی طرف کوچ کیا۔

بعض مورخین کا خیال ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کا نکلنا قافلے کے لوٹنے
کی غرض سے تھا۔ مگر یہ امر غلط ہے۔ کیونکہ اول تو آپ کی طبیعت میں عفو
اور درگزر کا مادہ بہت تھا۔ قرآن شریف نے انکی شہادت دی ہے
اور تاریخی واقعات اس کے مصدق ہیں۔ دوم ابوسفیان کے ساتھ کل
بیس آدمی تھے پس اسکے مقابلہ کے لئے تین سو آدمی کی ضرورت نہ تھی
سوم سیرت ہشامی میں لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے مدینہ سے جنوب کی
طرف کوچ فرمایا۔ اس سے واضح ہوتا ہے۔ کہ یہ کوچ قریش مکہ کے مقابلہ
میں تھا۔ نہ شام کے قافلہ پر۔ شام مدینہ سے جانب شمال واقع ہے۔ اور
مکہ جانب جنوب۔ اور شام سے قافلہ کے مکہ میں آنیکا راستہ مدینہ سے جانب

غرب پڑتا ہے۔ پس اگر قافلہ پر حملہ کرنیکا ارادہ ہوتا۔ تو شمال یا غرب کا رستہ۔ اختیار کیا جاتا نہ جنوب کا۔

ان دلائل سے ثابت ہے۔ کہ آنحضرت نے قریش کی حملہ آوری کی خبر سن کر اپنے اصحاب اور شہر کی محافظت کے لئے کوچ کیا۔ اور اس کو محاصرہ کی سخت بلاؤں سے بچانا چاہا۔ آپ چار منزل کی مسافت طے کر کے بدر پہنچے۔ جہاں قریش مکہ آٹھ منزل طے کر کے آ چکے تھے۔ لڑائی میں مسلمانوںکو فتح ہوئی۔ کفار میں سے ابوجہل اور دیگر بہت سے سردار مارے گئے۔ ستّر قیدی پکڑے گئے۔ جن میں سے دو کو جو مسلمانوں کے پرلے درجے کے دشمن تھے۔ مصلحتاً قتل کر دیا گیا۔ اور باقیوں کے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کیا گیا۔ چنانچہ سر ولیم میور بھی لکھتا ہے۔ کہ بتعمیل حکم آنحضرت مسلمانوں نے انکو اپنے گھروں میں رکھا۔ اور بڑی خاطر و مدارات کی۔ چنانچہ چند روز کے بعد ان میں سے ایک قیدی نے کہا۔ کہ خدا اہل مدینہ کو آباد رکھے۔ انھوں نے ہمکو سواری پر چڑھایا۔ اور خود پیدل چلے۔ اور ہمکو گیہوں کی روٹی کھلائی۔ اور آپ کھجوروں پر قناعت کی۔

جب کفار کی لاشیں دفن کی گئیں۔ تو آنحضرت صلعم نے عبرت انگیز الفاظ میں فرمایا۔ نبی کے تم برے رشتہ دار تھے۔ تم نے میری تکذیب کی۔ اور لوگوں نے میری تصدیق کی۔ تم نے مجھے وطن سے نکالا۔ لوگوں نے مجھے جگہ

دی۔ تم نے مجھ سے لڑائی کی۔ اور لوگوں نے مدد دی۔
اصل میں جب کفار نے دیکھا۔ کہ آپ روز بروز ترقی کر رہے ہیں۔ تو انکو اندیشہ ہوا۔ کیونکہ جب انھوں نے پوچھا تھا۔ کہ جس عذاب سے تو ہمیں ڈراتا ہے۔ وہ کب آئیگا۔ تو آپ نے کہا تھا۔ الیوم اور بعض محاورات کلام الٰہی کے واقفوں نے سمجھ لیا تھا۔ کہ ایک سال میں اُن پر بلا آئے گی۔ اور علاوہ اسکے یہ پیشگوئی بھی انکے گوش گزار ہو چکی تھی۔ کہ وہ مکے میں واپس آئینگے۔ یعنی لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ۔ انکو خوف ہوا۔ کہ زور پاکر وہ ضرور مکہ پر حملہ کرینگے۔ اسلئے انھوں نے مناسب سمجھا۔ کہ ان کی طاقت کو روکا جائے ورنہ آپ غور کر سکتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کی تعداد ابھی صرف تین سو کے قریب تھی۔ پس انکو کیسے حوصلہ ہو سکتا تھا۔ کہ دشمن جو ہزار در ہزار تھے۔ ان سے خواہ مخواہ چھیڑ چھاڑ شروع کرتے۔ الیوم کی پیشگوئی کو نہ سمجھ نہ سکے۔ اور جب ایک سال گذر گیا۔ اور کوئی عذاب نازل نہ ہوا۔ تو ان کو اسکے کذب پر احتمال ہوا۔ اور انکا حوصلہ بڑھ گیا۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ نے سنا دیا تھا اور قرآن شریف میں اسکے متعلق آیت موجود ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ جب تک تو انکے درمیان مکہ میں موجود ہے۔ عذاب نہیں بھیجا جائے گا پس وہ سال ہجرت کے بعد شمار ہونا تھا۔ چنانچہ ہجرت سے قریباً ایک سال بعد جنگ شروع ہو گئے۔ جو کفار کی اپنی کرتوتوں کے باعث ان کے لئے

موجب عذاب ہوگئے۔ اور اُنکا غرور ٹوٹتا گیا۔ عذاب زمینی لڑائیوں کی شکل میں اور آسمانی قحط کے رنگ میں نازل ہُوا۔ چنانچہ سات سال تک قحط رہا۔ اور بیشمار کفار ہلاک ہوگئے۔ لڑائیوں میں مسلمان بھی مارے گئے۔ مگر عذاب کفار کو تھا کیونکہ مسلمان کامیاب ہوئے۔ اور انجام انکے ہاتھ میں رہا۔

غزوہ بنی سلیم۔ قبیلہ غطفان و سلیم مسلمانوں پر شبخون مارنے پر جمع ہوئے۔ اطلاع پانے پر رسول اللہ صلعم نے پیش قدمی کی۔ مگر وہ متفرق ہوگئے۔ آپ کے کپڑے بارش سے بھیگ گئے تھے۔ انکو ایک درخت پر لٹکا کر خود نیچے لیٹ گئے۔ دعثور جو غطفانیوں کا سرغنہ تھا۔ آپ کو تنہا دیکھکر تلوار اٹھا کر آیا۔ اور کہا۔ کہ اب تجھے کون بچا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ۔ اس کلمہ سے اس پر رعب طاری ہُوا۔ اور وہ دھکا کھا کر گر پڑا۔ آپ نے جھٹ تلوار اٹھالی۔ اور کہا۔ کہ تجھ کو کون بچا سکتا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ کوئی نہیں۔ مگر آپ نے اسے معاف کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ میں قتل کرنے کے واسطے نہیں آیا۔ بلکہ رحم کرنیکے واسطے آیا ہوں۔ اس فوق العادت خلق کو دیکھکر وہ مسلمان ہوگیا۔

جنگ احد۔ ایک پہاڑ مدینے سے دو ڈھائی میل کے فاصلہ پر۔ اس لڑائی میں بنی تھامہ بھی شریک ہوگئے تھے۔ انکی مسلح فوج تین ہزار کے قریب تھی۔ جس میں سات سو زرہ پوش سوار تھے۔ انہوں نے باہر مورچہ بندی کر کے شہر کے باہر کھیتوں اور باغوں کو تباہ کرنا شروع کیا۔ صحابہ کو

غصہ آیا۔ اور انھوں نے آنحضرت صلعم سے دفاع کی درخواست کی۔ آپ ہزار
آدمیوں کو لیکر باہر نکلے۔ مگر اول تو عبد اللہ ابن ابی جو مسلمانوں کے ساتھ
شریک تھا۔ عین جنگ کے موقعہ پر تین سو آدمیوں کو لیکر الگ ہو گیا دوئم
آپ نے عبد اللہ بن جبیر کو حکمدیا تھا۔ کہ ایک جماعت کے ساتھ عقب لشکر
پر جما رہے۔ مگر جب اس نے دیکھا۔ کہ مسلمانوں کی فتح اب یقینی ہے۔ تو وہ سب
کو لیکر لشکر میں آگھسا۔ دشمن نے پیچھا خالی دیکھکر حملہ کیا۔ غرض اسطرح مسلمانوں
کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ ہندہ زوجہ ابو سفیان نے امیر حمزہ کا جگر چیر کر چبایا۔ اور
مقتول مسلمانوں کے گوش اور بینی کاٹ کر ہار پہنے۔ اور اس نامعقول اور
طیش دلانیوالی حرکت سے کسی نے اسکو باز نہ رکھا۔ مسلمانوں کو گو شکست
ہوئی مگر اس سے دو فائدے عظیم الشان حاصل ہوئے۔ اول تو منافقوں کا
نفاق اور یہودیوں کا بغض معلوم ہو گیا۔ اور دوئم یہ سبق ملا۔ کہ نبی کی نافرمانی
کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔

جنگ احزاب۔ درمیان میں اور بھی لڑائیاں ہوئیں۔ مگر جنگ
احزاب عظیم الشان جنگ تھی۔ اس میں عرب کے بہت سے قبایل جمع ہوئے
اور اسلام کا استیصال کرنا چاہا۔ چنانچہ بعض ایسے قبایل بھی کفار کے ساتھ
شامل ہو گئے۔ جنہوں نے صلح کا عہد و پیمان کیا ہوا تھا۔ غرض دس ہزار
فوج کفار کی حملہ کے لئے آمادہ ہوئی۔ مقابلہ پر تین ہزار مسلمان تھے۔ اس

جنگ میں آپ نے مدینہ کے گرد خندق کھدوائی تھی۔ اسلئے اسے جنگ خندق
بھی کہتے ہیں۔ کفار کی طرف سے نوفل بن عبداللہ حملہ آور ہوا۔ مگر خندق میں
گرکر مر گیا۔ دشمنوں نے خون بہا دیکر لاش لینی چاہی۔ مگر آپ نے مفت
دیدی۔ مخالفین کا غلبہ دیکھکر منافق اور بے ایمان لوگ علیحدہ ہونے شروع
ہوئے۔ اور کل تین سو آدمی آپ کے پاس رہ گئے۔ ایسی حالت میں جانبر
ہونا محال تھا۔ پس نصرت الٰہی نے مدد کی۔ طوفان آیا۔ اور ہوا کی تیزی اور
سردی سے دشمن کے خیمے اکھڑ گئے۔ اور ایسا رعب ان پر چھایا۔ کہ وہ بھاگ
گئے۔

فتح مکہ۔ اس عظیم الشان فتحیابی کے موقعہ سے پیشتر حضرت رسول اللہ
صلعم نے زیارت مکہ کا قصد فرمایا۔ جس کی بنا ایک رویا پر تھی
مگر کفار نے آپ کو حدیبیہ میں روکدیا۔ اور مفصّلہ ذیل شرائط پر صلح کر کے
آپ واپس چلے گئے۔ صلحنامہ پر محمد رسول اللہ نہ ہو۔ بلکہ محض محمد ابن عبداللہ
ہو۔ اس دفعہ مسلمان واپس چلے جائیں۔ آیندہ سال اگر آئیں تو کھلے ہتھیار لیکر
نہ آئیں۔ اور تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں۔ اگر کوئی مسلمان منکر اسلام ہوکر
مشرکین مکہ سے ملنا چاہے۔ تو اسے اختیار اور آزادی ہے۔ اور اگر کوئی آدمی
مشرکین کا مسلمان ہونا چاہے۔ تو مسلمان اسے واپس کردیں۔ جس قوم

کی مرضی ہو۔ اسی وقت مسلمانوں کی طرف ہو جائے۔ یا اہل مکہ کی طرف اسکو اختیار ہے۔ چنانچہ بنو بکر قریش کی طرف اور خزاعہ مسلمانوں کی طرف ہو گئے۔

یہ شرائط ظاہرہ سب قریش کے لئے مفید تھیں۔ مگر افسوس کہ وہ اسپر بھی قائم نہ رہے۔ اول تو بعض مشرک جو مسلمان ہو کر واپس جاتے وہ مسلمان کے مسلمان رہتے۔ بلکہ در پردہ لوگوں میں وعظ و نصیحت کر کے انکو قبول اسلام کی ترغیب دیتے۔ اور جو واپس جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے مدینہ اور مکہ کے درمیان ایک بستی آباد کرنی شروع کر دی۔ رسول اللہ صلعم اقرار کی از حد رعایت کرتے تھے۔ اسلئے وہ ایسے لوگوں کو جو معاہدہ کے بعد قریش مکہ میں سے مسلمان ہوتے۔ پاس نہیں رکھ سکتے تھے مگر قریش مکہ اب اس شرط سے مغموم ہوئے۔ دوم نوفل بن معاویہ نے جو بنو بکر کا نامور سپاہی تھا خزاعہ پر شبخون مارا۔ لڑائی میں بنو بکر ہٹتے ہٹتے شہر مکہ میں پہنچ گئے۔ مگر کفار مکہ نے اول تو ہتھیاروں سے ان کی مدد کی اور اندھیرا ہونے پر انکے ساتھ شامل ہو گئے۔ عمر بن سالم خزاعی چالیس آدمیوں کے ساتھ آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ کہ بنو بکر اور اہل مکہ کی عہد شکنی کا اظہار کرے۔ کفار کو بھی بعد میں افسوس ہوا۔ چنانچہ ابو سفیان جھٹ آپ کے پاس پہنچا۔ اور کہا کہ میں صلح حدیبیہ میں موجود نہ تھا۔ اسلئے میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ عہد سابقہ کی تجدید کریں

اور میعاد صلح کو بڑھادیں۔ مگر آپ نے پوچھا۔ کیا تم نے کوئی عہد شکنی کی ہے کہ
تجدید چاہتے ہو۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تو الحال عہد سابقہ
کو رہنے دو۔ غرض وہ واپس چلا گیا۔ بعد میں آپ نے کہلا بھیجا۔ یا تو خزاعہ
کے مقتولوں کا خون بہا دو۔ یا بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جاؤ۔ یا صلح حدیبیہ
کا عہد پھیر دو۔ مگر کفار نے یہ خیال کر کے کہ مسلمان ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہیں
صلح کا عہد پھیر دیا۔ غرض آپکو مکہ پر چڑھائی کرنی پڑی۔ اور آپ نے وہ
رحم اور شفقت دکھائی۔ جس کی نظیر تواریخ عالم میں ملنی مشکل ہے۔ فرمایا
جو کوئی ابو سفیان۔ (اب مسلمان ہو گیا تھا) کے گھر میں گھس جائے۔ اسے
امان۔ جو اپنا پھاٹک بند کرے۔ اسے امان۔ جو مسجد میں چلا جائے۔ اسے امان
غرض مکہ فتح ہوا۔ اور کسی کو بجبر مسلمان نہیں کیا گیا۔

لرادک الی معاد کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ اور پہلے مرتبہ کی ناکامیابی
میں ایک سر یہ تھا۔ کہ اسوقت آپ کے ساتھ چودہ سو مسلمان تھے۔ مگر
پہلے نبیونکو اللہ تعالے نے بتایا تھا۔ اور وہ کتب یہود میں مذکور ہے۔ کہ
وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ اس مقدس شہر میں داخل ہوگا۔ چنانچہ
اسوقت آپ کے ساتھ پورے دس ہزار صحابہ تھے لا تبدیل لکلمات اللہ
اللہ تعالیٰ کی باتیں پوری ہونیوالی تھیں۔ وہ ہوئیں۔ والا کسی کو جبراً
مسلمان نہیں کیا گیا۔ بلکہ جوں جوں کفار کا تشدد بڑھتا گیا۔ شان ایزدی

ہے۔ کہ مسلمانوں کی تعداد بھی بڑھتی گئی۔

کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے۔ انکو توڑ دیا گیا۔ کیونکہ کعبہ عبادت الٰہی کی جگہ تھی۔ اور مشرکوں نے اسکو غصب کر لیا تھا۔ انکا کوئی حق نہیں تھا۔ کہ وہاں بت رکھیں پس جب اللہ تعالےٰ نے فتح دی۔ تو کعبہ کو بتوں سے پاک کر کے اسکی اصلی حرمت کو قائم کیا گیا۔ اب میں چند ایک اہل یہود کی لڑائیوں کا ذکر کرتا ہوں۔ مدینہ میں پہنچ کر آپ نے ایک عہد نامہ لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

یہ فرمان محمد رسول اللہ نے تمام مسلمانوں کو خواہ وہ قریش ہوں خواہ اہل یثرب اور سب لوگوں کو چاہے کسی مذہب اور قوم کے ہوں۔ جنھوں نے مسلمانوں سے صلح و آشتی رکھی ہے۔ لکھدیا ہے کہ صلح اور جنگ کی حالت سب مسلمانوں کے لئے عام ہوگی۔ اور کسی مسلمان کو یہ اختیار نہ ہوگا۔ کہ اپنے برادران اسلام کے دشمنوں سے صلح یا جنگ کرے۔ یہود جو ہماری حکومت اسلامیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ تمام ذلتوں اور اذیتوں سے بچائے جائینگے۔ اور ہماری امت کے ساتھ متساوی حقوق انکو ہماری نصرت اور حمایت اور حسن سلوک کے حاصل رہینگے۔ یہود ان بنی عوف۔ بنی نجار بنی حارث۔ بنی جسم۔ بنی غالب بنی اوس اور سب ساکنان یثرب مسلمانوں کے ساتھ ملکر ایک قوم سمجھے جائینگے۔ اور وہ اپنے اعمال مذہبی کو ویسی ہی آزادی کے ساتھ بجا لائینگے

جیسے مسلمان اپنی رسومات دینی کو ادا کرتے ہیں۔

یہود کی حفاظت اور حمایت میں جو لوگ ہیں۔ یا جو ان سے دوستی رکھتے ہیں۔ انکو بھی تحفظ اور آزادی حاصل رہیگی۔ مجرموں کا تعاقب کیا جائیگا۔ اور انکو سزا دی جائیگی۔ یہود مسلمانوں کی شرکت یثرب کو سب دشمنوں سے بچانے میں کرینگے۔ اور تمام وہ لوگ جو فرمان کو قبول کرینگے۔ یثرب میں محفوظ و مامون رہیں گے۔ مسلمان اور یہود کے دوست اور آشنا کا بھی ویسا ہی اعزاز کیا جائیگا۔ جیسا کہ خود ان کا۔ سب سچے مسلمان اس شخص سے بیزار رہیں گے۔ جو کسی گناہ یا ظلم۔ نا اتفاقی یا بغاوت کا مرتکب ہوگا۔ اور کوئی شخص کسی مجرم کی حمایت نہ کریگا۔ گو وہ کیسا ہی عزیز و قریب ہو۔ آیندہ جو تنازعات ان لوگوں میں ہونگے۔ جو اس فرمان کو قبول کرینگے انکا فیصلہ خداوند عالم کے حکم کے موافق رسول اللہ فرمائینگے۔

تھوڑے دنوں بعد یہودان بنی نضیر اور بنی قریظہ اور بنی قینقاع بھی اس معاہدہ میں شریک ہوگئے۔ مگر بعد میں انھوں نے شرارتیں شروع کردیں۔ اول تو مسلمانوں میں آپس میں نا اتفاقی پیدا کرنی چاہی چنانچہ شاس بن قیس نے ایک دفعہ ایسی چالاکی کی۔ کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑائی پر آمادہ کردیا۔ مگر رسول اللہ صلعم کو اطلاع مل گئی۔ اور آپ نے پہنچ کر صفائی کروائی۔

بدر کی فتحیابی پر یہودیوں کو بھی رنج ہوا۔ چنانچہ ابو عفک نام یہودی نے
ہی آپ کے مار ڈالنے پر کوشش کی۔ مگر وہ خود مارا گیا۔ ایک روز ایک نوجوان
مسلمان لڑکی بنی قینقاع کے بازار میں گئی۔ اور حسب ضرورت ایک لوہار
کی دکان پر پہنچی۔ نوجوانان یہود نے اس کی ہتک کرنی چاہی۔ اتنے میں
ایک مسلمان آپہنچا۔ اس نے لڑکی کی حمایت کی۔ لڑائی میں وہ یہودی ارا
گیا۔ یہودیوں نے جمع ہو کر اس مسلمان کو مار ڈالا۔ ادھر مسلمان جوش میں
آگئے۔ اور ہتھیار لیکر یہودیوں پر آپڑے۔ طرفین سے لوگ مارے گئے۔
اتنے میں رسول اللہ صلعم وہاں پہنچے۔ اور فساد کو فرد کیا۔ مگر یہود کی شرارتیں
حد اعتدال سے تجاوز کر گئی تھیں۔ اسلئے آپکو ایسی تجویز کرنی پڑی۔ جس
سے آیندہ کے لئے امن ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے حکمدیا۔ جس کا مطلب یہ
تھا۔ کہ اگر یہ قوم مسلمان ہونا پسند نہیں کرتی۔ تو ان کی مرضی۔ مگر اب یہ اس
قابل نہیں رہے۔ کہ انکو شہر میں رہنے دیا جائے۔ بس بہتر ہے۔ کہ یہاں
سے چلے جائیں۔ مگر انھوں نے بڑی سختی سے جواب دیا۔ کہ بدر کی فتح
سے نازاں مت ہو۔ ہم سے واسطہ پڑیگا۔ تو پتہ لگیگا۔ یہ کہکر قلعہ بند ہو
گئے۔ بنا بر اں انکا محاصرہ کیا گیا۔ پندرہ روز کے بعد وہ گھبرا کر نکل آئے
آپ نے اول تو سخت سزا تجویز کی۔ مگر بعد میں آپ کو رحم آیا۔ اور وہ صرف
جلا وطن کئے گئے۔

۲- کعب بن اشرف بنو نضیر کا سردار تھا۔ بخلاف عہد نامہ بدر کی لڑائی کے بعد اس نے قریش کو بھڑکایا۔ چنانچہ جنگ احد اسی کا نتیجہ تھی۔ نیز اس نے رسول خدا صلعم کو قتل کرنا چاہا۔ مگر راز کھل گیا۔ اور ایسی حرکتوں سے وہ خود مارا گیا۔ مزید برآں ابو براے نام عامری ستر قرآن شریف کے قاری اس عہد پر ساتھ لیگیا۔ کہ انکو ہر طرح مدد دیجائیگی۔ جب اپنے ملک میں پہنچا۔ اور صحابہ کرام نے آنحضرت کا خط عامر عامری اہل نجد کے رئیس کے پاس پہنچایا تو عامر نے ایلچی کو مار ڈالا۔ اور دو قبیلوں عصیہ اور رعل کو ممد بنا کر ان ستر قاریوں پر آپڑا۔ اور ان کو مار ڈالا۔ صرف دو آدمی بچے۔ ایک زخمی تھا۔ دوسرا قید کیا گیا۔

غرض آپ اسی ضمن میں بنو نضیر کے پاس ایک خون بہا کا چندہ لینے گئے۔ جو موافق عہد تھا۔ مگر انھوں نے چندہ دینے سے انکار کیا۔ اور عمرو بن جحاش کو کہا۔ کہ ایک بھاری پتھر کوٹھے پر سے آپ کے سر پر لڑکا دے۔ آپکو خبر مل گئی۔ اور بچ گئے۔ انکا محاصرہ کیا گیا۔ بہت دنوں بعد وہ لاچار ہو کر جلاوطنی پر راضی ہو گئے۔ اور خیبر کو چلے گئے۔

۳- جنگ احزاب میں برخلاف عہد و پیمان بہت سے قبائل یہود کے مسلمانوں کے مقابلہ میں قریش کے شریک ہو گئے تھے۔ بلکہ انہی کی سازش سے مشرکین مکہ نے حملہ کیا تھا۔ پس جب لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ تو یہود کے انسداد کے لئے

قلعہ جات بنو قریظہ کا محاصرہ کیا گیا۔ دس پندرہ روز کے بعد قلعہ بند گھبرائے اور صلح کا پیغام بھیجا۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ ہماری نسبت جو سعد بن معاذ فیصلہ کرے۔ وہ منظور ہے۔ کمبختوں نے رسول خدا کو حکم نہ بنایا۔ جو بچ جاتے۔ سعد نے ان کی بدچلنی بدعہدی اور بنو قینقاع اور بنو نضیر سے عبرت نہ پکڑنے پر یہی فیصلہ مناسب سمجھا۔ کہ قابل جنگ لوگ مارے جائیں۔ اور باقی قید کئے جائیں۔ چنانچہ کئی سو آدمی قتل کر دیے گئے۔ مخالفین نے اس واقعہ پر بڑا رنگ چڑھایا ہے۔ مگر اول تو خود ہی یہود نے ایک ثالث مقرر کیا۔ اور پھر مسلمانوں کے ساتھ جو ظلم اس قوم نے کئے ہیں۔ انکو پیش نظر نہیں رکھتے حقیقت میں یہ ایسی سخت اور بیرحم احسان فراموش۔ عہد شکن اور فتنہ و فساد برپا کرنیوالی قوم تھی۔ کہ ان پر اعتبار نہیں ہو سکتا تھا۔ پس قانون الٰہی کے مطابق انکو ہلاک کر دیا گیا۔

(۴) خیبر اسیر بن رزام سردار یہود نے قبیلہ غطفان کو ہمراہ لیکر مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہا۔ آپ نے سفیر بھیجا۔ اس نے انکو تہ تیغ کرنا چاہا۔ اطلاع ملنے پر عبداللہ انیس نے اسکو قتل کر دیا۔ غرض خیبری اور دیگر قومیں مسلمانوں کی بیخکنی کی فکر میں رہتی تھیں۔ پس آپ نے ۱۴۰۰ سپاہیوں کے ساتھ خیبر کا عزم کیا۔ اول صلح کا پیغام بھیجا۔ جب انہوں نے انکار کیا۔ تو حملہ کیا گیا۔ سب قلعے آہستہ آہستہ فتح ہو گئے۔ آخر بڑے قلعہ القموس پر لڑائی ہوئی۔ جب

وہ فتح ہؤا۔ تو دشمن کو شکست کا یقین ہوگیا۔ تب انھوں نے معافی مانگی معافی دیگئی۔ مگر ان کی نیک کرداری کی ضمانت جائداد غیر منقولہ وغیرہ سے کی گئی اور رسومات مذہبی کی نسبت آزادی دیگئی۔

یہاں آنحضرت صلعم کو زہر دینے کا منصوبہ کیا گیا۔ اور گوشت میں زہر ملا کر کھلانا چاہا۔ چنانچہ دعوت میں ایک صحابی اسی زہر سے مرگئے۔ اور آپکو بھی بڑی تکلیف رہی۔ مگر آپ نے اس عورت کا قصور معاف کر دیا۔ جس نے زہر دی تھی۔

اب میں دو لڑائیوں کا ذکر کرکے جو دیگر قوموں سے پیش آئیں۔ مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

(۱) **جنگ موتہ**۔ آنحضرت صلعم نے حارث بن عمیر الاذری کو امیر بصری کے پاس ایک خط دیکر روانہ کیا۔ رستہ میں موتہ کے مقام پر وہاں کے حاکم شرجیل غسانی عیسائی نے اسکو قتل کر دیا۔ لہذا چڑھائی کی گئی۔ زید سپہ سالار مارا گیا۔ اس کی جگہ عبداللہ بن رواحہ مقرر ہؤا۔ پھر جعفر حضرت علی رض کے بھائی ان کے نصف جسم پر اسی زخم تھے۔ اور سب آگے کی جانب۔ ان کے مارے جانے پر خالد بن ولید سپہ سالار ہوئے۔ ترتیب فوج کے بدلنے پر دشمن نے سمجھا۔ کہ کمک آگئی۔ اور وہ بھاگ گیا۔

(۲) **جنگ تبوک**۔ موتہ کے جنگ میں مخالف ہرقل شاہ روم کے

ماتحت تھے۔ اسلیئے عرب کی طرف انکا خیال بڑھ گیا۔ غرض ہجرت کے نویں
سال شام کے بنجارے سے خبر ملی۔ کہ ہرقل ایک لاکھ سپاہ کے ساتھ حملہ آوری
کی تیاری کر رہا ہے۔ پس آپ نے پیش قدمی مناسب سمجھی۔ اس لڑائی کے لئے
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹ مع سازو سامان اور ستر
گھوڑے اور دو سو اوقیے چاندی کے بلکہ ہزار اشرفی کا چندہ دیا۔ حضرت ابابکرؓ
نے اپنا سارا مال و اسباب چار ہزار درم کا اور حضرت عمرؓ نے نصف مال دیا۔
اور ایسا ہی اور مسلمانوں نے بھی چندے دیئے۔ منافقوں نے لوگونکو بہت
بہکایا۔ مگر جس قدر خالص مسلمان تھے۔ وہ سب ساتھ ہوئے۔ اور تیس ہزار
سپاہ جمع ہوگئی۔ راستے میں رئیس ایلیہ نے صلح کرلی۔ پھر آپ نے خالد بن ولید
کو دومتہ الجندل بھیجا۔ وہاں یہود سے لڑائی ہوئی۔ اور اکیدر قید ہوگیا۔ مگر اس نے
جزیہ منظور کیا۔ اور رہا کر دیا گیا۔ پھر آپ نے ہرقل کو خط لکھا۔ مگر معلوم ہؤا۔ کہ
ہرقل کو اندرونی مشکلات ایسے آپڑے تھے۔ کہ وہ مدینہ کو فوج نہیں بھیج سکتا
تھا۔ پس آپ بیس روز ٹھہر کر واپس آگئے۔

اس بیان سے صاف عیاں ہے۔ کہ جبراً کسی کو مسلمان نہیں کیا گیا۔ بلکہ
جو لوگ امن سے رہتے تھے۔ انکو پوری آزادی مذہبی حاصل تھی۔ میں نے
شخصی مثالیں دینے سے حتی الوسع پرہیز کی ہے۔ کیونکہ ہم نے عام حالت
دیکھنی ہے۔ ورنہ شخصی واقعات تو ایسے بہت ملینگے جن میں مسلمانوں کو موقعہ

پا کر کفار نے جان سے مار دیا۔ پس اگر کسی مسلمان کے ہاتھ سے کوئی کافر کسی خاص وجہ سے مارا گیا۔ تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ کہ اسلام کا عام طور پر طریقہ تھا۔ کہ بزور شمشیر لوگونکو مسلمان کیا جائے۔ بلکہ بعض شخصی واقعات ایسے ہیں کہ اگر غلطی سے کوئی شخص مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ تو اس کا خون بہا دیدیا گیا۔ اصل میں مجموعی طور پر نظر کی جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ مخالفت سے اسلام کو نقصان پہنچا۔ اول تو بعض کمزور دل لوگ جو اسلام کو سچا سمجھتے تھے خوف کے مارے ظاہرہ اقرار نہیں کر سکتے تھے۔ اور دوم لڑائیوں میں طرفین سے لوگ مارے جاتے تھے۔ مگر چونکہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ اسلئے ان کی طرف جو نقصان ہوتا تھا۔ اس کا اثر جماعت پر زیادہ پڑتا تھا۔

اڈورڈ گبن لکھتا ہے۔ کہ فطرت الٰہی کی رو سے ہر ایک شخص کا حق ہے کہ ہتھیاروں کے ذریعہ سے اپنی جان و مال کی حفاظت کرے۔ اپنے دشمنوں کے ظلم اور تشدد کو بزور دفع کرے یا روکے۔ اور ان کے ساتھ عداوت کو انتقام کی ایک حد مناسب تک وسعت دے۔

مورخ ہالم لکھتا ہے۔ کہ دین اسلام بندگان خدا پر عرض کیا گیا۔ مگر کبھی ان سے جبراً قبول نہیں کرایا گیا۔ اور اس دین نے مغلوب قوموں کو ان شرائط سے بری کر دیا۔ جو ابتداء خلقت آدم سے پیغمبر اسلام کے زمانہ تک ہر ایک فاتح نے مفتوحین پر قائم کئے تھے۔ تو انین اسلام کے موافق

ہر قسم کی مذہبی آزادی دوسرے مذاہب والوں کو دیگئی۔ جو سلطنت اسلام کے مطیع و محکوم تھے۔

غور سے دیکھا جائے۔ تو دنیا میں کون سی قوم ہے۔ جس نے جنگ نہیں کئے کیا یہودیوں عیسائیوں۔ ہندوؤں۔ بدھوں۔ سکھوں اور دیگر قوموں کو لڑائیاں پیش نہیں آئیں۔ بلکہ تاریخ کھول کر دیکھو۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ دیگر قوموں نے مفتوحین سے نہایت ظلم اور سختی کا برتاؤ کیا ہے۔ پس اسلام کی لڑائیوں کو قابل الزام کیوں سمجھا جاتا ہے۔ اور ان سے یہ نتیجہ کیوں نکالا جاتا ہے۔ کہ اسلام تلوار سے پھیلا۔ اصل میں اسلام پر اس اعتراض کی بنا محض تعصب پر ہے۔ ورنہ کتاب اللہ کے رو سے اور تاریخی شہادت سے بخوبی ظاہر ہے۔ کہ دین اسلام کی ترقی تبلیغ سے ہوئی۔ نہ کہ تلوار سے۔ تلوار چلائی گئی۔ مگر دفاعی طور پر۔ اور حفظ امن کے لئے۔ تلوار کی ہرگز ہرگز یہ غرض نہیں تھی۔ کہ لوگونکو مجبوراً مسلمان کیا جائے۔

کارلائل اس اعتراض پر ہنسی اوڑاتا ہے۔ کہ اسلام تلوار سے پھیلا۔ ایک شخص دنیا کے مقابلہ میں تلوار سے کیا کر سکتا ہے۔ آخر یہ بھی تو سوچنا چاہیئے۔ کہ وہ تلوار چلانے کے قابل کس طرح ہوگیا۔ اور اسکو دشمنوں پر غلبہ کیوں ہوتا گیا۔ اور وہ لکھتا ہے۔ کہ ہزار تلوار ہو۔ وہ اس چیز پر غلبہ نہیں پا سکتی۔ جو مغلوب ہونیکے لائق نہیں۔ جو چیز اس سے بہتر ہے۔ وہ ہرگز اسکو

دور نہیں کرسکتی۔ بلکہ اسی پر فتح حاصل کرسکتی ہے۔ جو اس سے بدتر ہے۔

کارلائل کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ حضرت رسول اللہ صلعم کو حقیقی مرسل من اللہ نہیں مانتا۔ بلکہ یہ سمجھتا ہے۔ کہ ان کی تعلیم بالکل صداقت سے خالی نہیں تھی۔ اور یہ کہ اول تو اس میں حق تھا۔ اور دوسرے آپ میں خلوص نیت تھی۔ اور آپ یقینی طور پر اپنے آپ کو مامور من اللہ تصور کرتے تھے۔ اسلئے آپکو کامیابی ہوئی۔ اس نے خلوص نیت کے پہلو پر بڑا زور دیا ہے۔ اور اسکو عجیب پیرایہ سے نبھایا ہے مگر غور کرو۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ محض خلوص نیت کچھ کام نہیں دیتی جب تک اس میں حق نہ ہو۔ باطل پر یقین کرکے انسان ہرگز وہ کامیابی حاصل نہیں کرسکتا۔ جو صداقت سے وابستہ ہے۔ کیا ابوجہل میں خلوص نہیں تھا جو مرتے دم تک مخالفت پر ڈٹا رہا۔ بلکہ تاریخوں سے پتہ ملتا ہے۔ کہ جنگ بدر میں اس نے دعا کی تھی۔ کہ اگر میں جھوٹا ہوں۔ تو اس لڑائی میں مارا جاؤں ورنہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میری آنکھوں کے سامنے ہلاک ہو۔ پس وہ خود مارا گیا۔

مسیلمہ وغیرہ نے بھی نبوت کا دعوی کیا تھا۔ اور ایک جماعت کثیر اپنے ساتھ شامل کرلی تھی۔ مگر کاذب تھے۔ اسلئے کامیاب نہ ہوئے۔ اور ہلاک ہوگئے

بعض عیسائی مورخوں نے عجیب قسم کے جھوٹ اور بہتان سے حضرت

رسول اللہ صلعم کو ملزم کرنا چاہا ہے۔ چنانچہ بعض نیک دل عیسائیوں نے اس کو تسلیم کیا ہے۔ کارلائل لکھتا ہے۔ کہ جھوٹ کا انبار جو عیسائی مورخوں نے اس شخص پر لگایا ہے۔ وہ ہمارے اپنے ہی لئے باعث ندامت ہے۔ اور کہ جب پوکاک نے گراٹیس سے پوچھا۔ کہ اس قصے کا کیا ثبوت ہے۔ کہ آپ ؐ نے ایک کبوتر سکھا رکھا تھا۔ اور جب وہ آپ کے کان سے دانہ نکال کر لیجاتا تو مشہور کر دیتے۔ کہ یہ جبرئیل فرشتہ تھا۔ اور اس نے مجھے فلاں بات وحی کی ہے۔ تو گراٹیس نے جواب دیا۔ کہ کوئی ثبوت نہیں۔ پس مخالفین کی کتابوں کو احتیاط سے پڑھنا چاہیئے۔ اور جب تک کل واقعات سے بخوبی واقفیت نہ ہو۔ نتیجہ نکال لینا درست نہیں۔

غرض یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ صداقت ہی کامیاب ہو سکتی ہے۔ اور دروغ کو ہرگز ہرگز فروغ نہیں ہو سکتا۔ کذب اللہ تعالےٰ کو پسند نہیں اسلئے کاذب کے مقابلہ میں کل نیچر کی طاقتیں اٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔ اور اسکو تباہ کر دیتی ہیں۔ پس صداقت اسلام کا زور تھا۔ اور آنحضرت صلعم کی قوت قدسی کا اثر تھا۔ کہ اسلام تھوڑے ہی عرصہ میں دور دور تک پھیل گیا ایمان دل سے تعلق رکھتا ہے۔ اور کوئی تلوار دل پر احاطہ نہیں کر سکتی پس جب اسلام ایسے لوگوں کو جن کے دل ایمان سے خالی ہیں۔ منافق قرار دیتا ہے۔ اور انکو دایرہ اسلام سے خارج کرتا ہے۔ تو اس پر یہ الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ کہ تلوار کے ذریعے پھیلایا گیا +

تقریر دوم

جو ۱۶ فروری ۱۹۰۸ء کو پڑھی گئی

الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم۔ ملک یوم الدین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین - اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیراً۔ سورہ حج رکوع ۲

میں نے اپنی پہلی تقریر میں عقلاً نقلاً اور واقعات صحیحہ کی بناء پر گو مختصر سی مگر کافی بحث کی تھی۔ اور دکھایا تھا۔ کہ یہ خیال کہ اشاعت اسلام بزور شمشیر ہوئی۔ غلط ہے۔ اول مینے قرآن شریف سے استدلال کیا۔ اور آیات سنا کر ان کے معنی کر دیئے۔ اور پھر واقعات کے ساتھ ساتھ عقلی دلایل

دیکر صحیح نتیجہ پیش کر دیا۔ اس میں شک نہیں۔ کہ انسان کے دل میں جب ایک خیال تہ نشین ہو جاتا ہے۔ تو اس کی عموماً یہ کوشش ہوتی ہے کہ دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے اُس کو صحیح ثابت کرے۔ اور تعصب کی وجہ سے مخالف پہلو پر اسکی نظر کم پڑتی ہے۔ مگر میں نے جو آیات قرآنی پیش کی ہیں۔ اسکے الفاظ تحریر میں موجود ہیں۔ جب تک ابوزر صاحب یہ نہ بتائیں۔ کہ کس لفظ کے معنی مینے غلط کئے ہیں۔ اور کس آیت قرآنی کی مفہوم کو بدلا ہے تب تک انہیں یہ کہنا کہ محض اپنا مطلب سیدھا کرنیکے لئے قرآنی آیات کے معنے اور مفہوم کو بدلنا پڑتا ہے۔ زیبا نہیں۔ کیا وہ آیات جن میں نرمی سے تبلیغ دین کا حکم ہے۔ اور جبر اور اکراہ سے روکا گیا ہے صحیح نہیں ہیں؟ کیا وہ آیات جن میں مسلمانوں کو کفار کے ظلم اور تعدی کے باعث مقابلہ کی اجازت دیگئی۔ غلط ہیں؟ اور کیا وہ آیات جن میں آپس کے حسن سلوک اور بعد از فتح مفتوحین کے ساتھ صلح اور امن کے برتاؤ کا فرمان ہے ان میں مینے ہیر پھیر کیا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ پس ان کا یہ الزام کہ پہلے ہی سے ایک غرض کو مدنظر رکھکر قرآنی آیات کے معنے اور مفہوم کو بدلا ہے بیمعنی ٹھہرا۔

ایسا ہی یہ الزام کہ واقعات کی شکل کو بدلا ہے۔ غلط ہے۔ ابوزر صاحب کے پاس قرآن شریف موجود ہے۔ جس میں کئی ایک غزوات مجریہ

کا ذکر ہے۔ علاوہ اس کے مینے انہیں اپنا مضمون دیدیا۔ اور انکے طلب
کرنے پر وہ کتاب بھی حوالے کر دی۔ جس میں سے مینے اکثر حصہ مضمون کا
اخذ کیا تھا۔ اس کتاب میں جا بجا حوالجات دئے ہیں۔ پس وہ میرے مضمون
کو ملا کر دیکھیں۔ اور جب تک وہ یہ نہ دکھائیں۔ کہ فلاں موقعہ پر مینے چالاکی
کی ہے۔ اور اصل مفہوم کو بدلکر واقعات کو نئی شکل میں دکھایا ہے۔ تب
تک انکا یہ گمان کہ محض ایک غرض حاصل کرنیکے لئے واقعات کی حقیقی
صورت کو چھپانا چاہا ہے۔ غلط ہے۔ البتہ میرے اور ان کے بیان میں
اتنا فرق ہے۔ کہ قرآنی تعلیم تو ایک ہی ہے۔ مگر تاریخی واقعات انہوں
نے عیسائیوں کی کتابوں سے لئے ہیں۔ اور مینے کتب اسلام سے۔ مگر نقلی طور
پر میرا پہلو زبردست ہے۔ کیونکہ مینے جو واقعات بیان کئے ہیں۔ کتاب
اللہ ان کی مصدق ہے۔ علاوہ ازیں مینے پیشتر بتایا تھا۔ کہ صحیح نتیجہ پر پہنچنے
کے لئے طرفین کو دیکھنا ضروری ہے۔ اور جبتک پوری آگاہی نہ ہو۔ اصول
قائم کر لینا درست نہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ جیسا مخالف کی نظر ایک ہی
جانب ہوتی ہے۔ ویسا ہی طرف ثانی بھی ایک ہی پہلو پر زور دیتا ہے مگر
آخر یہ تو ماننا پڑتا ہے۔ کہ مخالفانہ تحریروں پر ہم بلا تحقیق اعتماد نہیں کر سکتے
مینے پہلی تحریر میں کارلائل کے قول سے بتایا تھا۔ کہ واقعی بعض عیسائی
مورخوں نے بیہودہ الزام لگائے ہیں۔ جنکا کوئی ثبوت نہیں۔ اور ایک واقعہ

بھی نقل کیا تھا۔ مزید ثبوت کے لئے ایک اور بات عرض کرتا ہوں۔ وہ یہ
ہے۔ کہ واشنگٹن اِرونگ نے اپنے سوانح میں لکھا ہے۔ کہ مدینہ منورہ
میں سب سے پہلے تین موقعوں پر رسول اللہ صلعم نے خود کاروان قریش
کے خلاف یورش کی اور ناکام رہے۔ اور چوتھی مرتبہ عبداللہ بن جحش کو بھیجا
حالانکہ اس سے پہلے رابغ سیف البحر اور ضرار کے واقعات پیش آئے۔ مگر
اُسکا اس نے ذکر نہیں کیا۔ مخالف کہہ سکتا ہے۔ کہ غالباً اسکو علم نہیں ہوگا
مگر نہیں تاریخوں میں اسکا ذکر ہے۔ تاریخ طبری اور واقدی کی کتاب المغازی
مشہور کتابیں ہیں۔ مورخ کی نظر سے یہ چھپی نہیں رہ سکتیں۔ مگر چونکہ پہلے
تین واقعات سے اس بات کا پتہ چلتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کو قریش کے
حملوں کا خوف تھا۔ اور انہوں نے پیش بندی کے لئے جاسوس بھیجے
تھے۔ اور گرد و نواح کی قوموں سے صلح اور آشتی رکھکر قریش کو ناکام
رکھنا چاہا تھا۔ اسلئے وہ ان واقعات کو نظر انداز کر گیا۔ اور یہ ثابت کرنیکی
کوشش کی۔ کہ آپ نے گویا خواہ مخواہ پیش دستی کی۔ اور قریش کو جان بوجھ
کر مشتعل کیا۔ اور لڑائی پر آمادہ کیا۔ گو جس قدر لڑائیاں قریش سے پیش
آئیں۔ ان کی وجہ اور سبب تلاش کرنیکی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ
انکا جور و ستم جو انھوں نے مکہ میں مسلمانوں پر روا رکھا۔ وہ اہل اسلام
کی جنگ کے لئے کافی عذر تصور کیا جا سکتا ہے۔ اور ایسا ہی حال یہودان

مدینہ سے قتال کرنیکا ہے۔ جنھوں نے قسم قسم کے خفیہ نفاقوں۔ عذروں اور حیلوں سے دین جدید کا استیصال کرنا چاہا۔ تاہم موقعہ مناسب پر میں پھر اصلی حقیقت ظاہر کرنیکی کوشش کرونگا۔ گو مینے چند مشہور واقعات کا ذکر کردیا ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابوزر صاحب کی تسلی نہیں ہوئی۔ اسلئے مناسب ہے کہ ذرا تشریح کے ساتھ ان کی دلجمعی کیجائے۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابوزر صاحب کے دل میں یہ بات بہت کھٹکتی ہے کہ گو اس طرح سے کسی پر جبر نہیں کیا گیا۔ کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ ورنہ قتل کردئے جاؤ گے۔ مگر اسلامی فتوحات اور مسلمانوں کو مقدرت حاصل ہو جانا یہ بات لوگوں کے اسلام اختیار کرنے میں بہت کچھ ممد تھی۔ جیسا کہ آجکل عیسائی حکومت کے ہونے سے اکثر لوگ تبدیل مذہب کرلیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں ہو سکتا۔ کہ بعض لوگ اسی وجہ سے مسلمان ہوئے ہونگے۔ بلکہ ضرور ہوئے۔ کیونکہ جب انھوں نے دیکھا۔ کہ وہ بت جن کی حمایت میں وہ دین اسلام کے اکھاڑنے کے درپے تھے۔ انھوں نے انکی کچھ مدد نہ کی بلکہ محمد صلعم کا اقتدار بڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ انہیں مغلوب ہونا پڑا۔ تو انہیں یقین ہو گیا۔ کہ آپ جو یہ فرماتے ہیں۔ کہ بت ہرگز تمہارے نفع اور نقصان کے مالک نہیں وہ تمہاری کچھ امداد نہیں کر سکتے۔ وہ محض اینٹ اور پتھر ہیں۔ ان سے نفع اور ضرر کا خیال رکھنا خیال باطل ہے۔ بلکہ اللہ ہی ہے۔ جو قادر مطلق ہے اور

اسی سے بیم و رجا ہو سکتا ہے۔ اور اسی پر توکل کر کے انسان فلاح پا سکتا ہے
سچ ہے۔ پس وہ مسلمان ہو گئے۔ اور حقیقت میں دیکھا جائے۔ تو یہ معمولی بات
نہیں۔ بلکہ بڑی پختہ دلیل ہے۔ اور ایسی دلیل ہے۔ کہ ہمیشہ انسان اس سے
فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ جب کبھی ایک بت پرست اور ایک خدا پرست کا دینی
مقابلہ ہوگا۔ مؤخر الذکر غالب رہے گا۔ کیونکہ یہ کبھی ہو نہیں سکتا۔ کہ اللہ تعالیٰ
مومن کے مقابلہ میں مشرک کو عزت دے۔ انجام ہمیشہ مومن کے ہاتھ میں رہیگا
والعاقبۃ للمتقین۔ قرآن شریف میں بہت سی آیات ہیں۔ جن سے اس
اصول کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور یہی اصول قرین قیاس بھی ہے۔ کیونکہ اگر
اللہ تعالےٰ سے تعلق رکھنے والا گروہ مشرک اور بت پرست کے مقابلہ میں
خائب و خاسر رہے۔ تو پھر توحید الٰہی دنیا سے اٹھ جائے۔ اور خدا پرست
کوئی نہ رہے۔ مگر نہیں دنیا میں ہزارہا انبیاء علیہم السلام ہوئے ہیں۔ ان میں
سے بعض کا قرآن شریف میں ذکر ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے مختلف پہلوؤں
سے لوگوں پر ثابت کیا ہے۔ کہ ان اللہ مع المتقین۔ ان اللہ مع
المحسنین ان اللہ مع الصادقین۔ ان اللہ یحب التوابین
ویحب المتطہرین۔ اور بڑے زور سے شہادت دی ہے۔ کہ لاغلبن انا
ورسلی۔ اللہ اور اسکے رسول اور وہ جو اسکے ساتھ ایمان لاتے ہیں۔ ہمیشہ
غالب رہتے ہیں۔ یہ اسکا قانون مستمرہ ہے۔ اور قیامت تک جاری رہیگا۔

کیونکہ صفات الٰہی اس کی ذات کی طرح لامتغیر ہیں۔ ان میں فرق نہیں آسکتا۔
اور نیز شروع اسلام کا موجودہ حکومت سے مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ اول تو
حکومت اسلام مستقل طور پر قائم نہیں ہوئی تھی۔ اور نہ انھوں نے ایسے
قوانین وضع کئے تھے۔ جن کی وجہ سے دنیوی طور پر مسلمانوں کو فضیلت حاصل
تھی۔ اور نہ وہ ایسی بہبودی کی حالت میں تھے۔ کہ ان سے روپیہ پیسہ اور
خوش گزرانی کی توقع ہو سکتی۔ اور دیگر جو قومیں تحت میں آتی تھیں۔ ان سے
محسنانہ سلوک ہوتا تھا۔ اور انکو امن و آسایش میں رکھنے کی کوشش کی جاتی
تھی۔ دنیوی فوائد کے متعلق مینے جزیہ اور زکوٰۃ کا ذکر کر دیا ہے۔ اور دکھایا
ہے۔ کہ زکوٰۃ کی رقم جزیہ کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھی۔ اور ظاہرہ کفار کے
مسلمان ہونیکے لئے ایک روک تھی۔ اور علاوہ اس کے لوگوں کو مسلمان ہونے
کے لئے بہت سی عیشوں سے دست بردار ہونا پڑتا تھا۔ شراب اور زنا سے
پرہیز۔ کسب حرام جوئے وغیرہ سے اجتناب اور اسکے اوپر نمازوں کا قائم
کرنا۔ اور اکل حرام چوری ڈاکہ سے بچنا اور فریب اور دغا سے کسی کو نقصان
نہ پہنچانا اور بہت سی بد رسوم کو جو ان میں جاری تھیں۔ انکو یکدم خیرباد کہنا
ایسی باتیں تھیں۔ جو آزاد طبع عیش پسند قوم کے لئے مسلمان ہونے میں سد
راہ تھیں۔ عدل کا یہ حال تھا کہ غیر مسلم کے مقابلہ میں اگر وہ سچا ہوتا۔ تو مسلمان کو کوئی
فضیلت نہیں تھی۔ اور خود آنحضرت صلعم کے بعض ایسے واقعات ہیں۔ جن

میں کفار کے حق میں فیصلہ دیا گیا ہے۔ پس علاوہ ازیں جب مفتوح اقوام یا
جو خوشی سے مسلمانوں کے ساتھ رابطۂ اتحاد قائم کر لیتے تھے۔ ان کے امن
اور آسایش کے مسلمان ذمہ وار تھے۔ اور میں نے گذشتہ تقریر میں دکھایا ہے کہ
جو قومیں مسلمانوں سے دوستی کا تعلق رکھتی تھیں۔ ان کی بڑی حفاظت کی
جاتی تھی۔ اور ان کے دشمنوں سے انتقام لینا مسلمانوں کا فرض عین تھا۔ تو
یہ ہرگز الزام عاید نہیں ہو سکتا۔ کہ کسی دباؤ سے لوگ مسلمان ہوتے تھے البتہ
یہ ہو سکتا ہے۔ کہ مسلمانوں کے اخلاق اور حسن سلوک سے بھی لوگ اسلام کی
طرف راغب ہو جاتے تھے۔ مگر یہ تو صرف تبلیغ کا ہی پہلو نکلا۔ اور محض صداقت
اسلام کا زور ثابت ہوا۔ کہ لوگ اپنی عیش و آرام کی زندگی ترک کر کے اسلام
کی طرف آ گئے۔ یوں تو حقیقی آرام محض ذکر الٰہی ہی سے مل سکتا ہے۔ مگر میرا
مطلب یہ ہے۔ کہ انھوں نے دنیاوی عیش و عشرت اور آزادی کو بخوشی خاطر
بغیر کسی دباؤ کے چھوڑ دیا۔ اور اسلام میں داخل ہو گئے۔

اس میں شک نہیں۔ کہ شروع تبلیغ میں بہت کم لوگ ایمان لائے
مگر اپوزر صاحب نے جو اس سے کمزوری صداقت یا دلائل کا نتیجہ نکالا ہے
اور یہ سمجھا ہے۔ کہ بعد میں لوگوں کا جوق در جوق اسلام میں داخل ہونا
شمشیر کے اثر سے تھا۔ قلت تدبر کی وجہ سے ہے۔ آپ قرآن شریف کو کھولکر
مختلف انبیاء علیہم السلام کا ذکر پڑھیں۔ اور پھر تاریخ دنیا کو بھی مدنظر رکھیں

تو آپکو معلوم ہوگا۔ کہ شروع میں جو لوگوں کے عقایدٗ کے مخالف ایک نئی
بات پیش کیجاتی ہے۔ تو عوام الناس بڑے زور سے اس کی مخالفت کرتے
ہیں۔ مگر آہستہ آہستہ صداقت عام طور پر روشن ہو جاتی ہے۔ اور لوگ گروہ
در گروہ اسکو ماننے لگجاتے ہیں۔ یہ عام قانون ہے۔ چنانچہ سائنس کے
متعلق بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ نیوٹن نے جب یہ مسئلہ پیش کیا۔ کہ
زمین آفتاب کے گرد گھومتی ہے۔ تو شروع میں اس کی تکذیب کی
گئی۔ بلکہ اسکو تکلیفیں بھی دی گئیں۔ مگر آجکل یہ عقیدہ عام ہے۔ اور
کوئی ذیعلم اس سے انحراف نہیں کرتا۔ البتہ مرسلین خدا کے متعلق ایک
اور بات بھی ہے۔ وہ یہ کہ جس قدر اہم کام ان کے سپرد ہوتا ہے۔ اسی قدر
ان میں آزمایش اور قوت قدسی ہوتی ہے۔ جس قدر انبیاء علیہم السّلام
ہوئے ہیں۔ انکو شروع میں تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ اور انہیں کے مطابق
مخالفین پر عذاب نازل ہوئے۔ اور بعد میں انکو پوری کامیابی ہوئی۔ پس
یہی حال حضرت خاتم النبیّین علیہ الصلوٰت والسلام کا تھا۔ برخلاف دیگر
انبیاء کے جن کی رسالت مختص القوم اور مختص الوقت تھی۔ آپ کی رسالت
کل دنیا کے لئے تھی انّی رسول اللہ الیکم جمیعًا۔ اور اسی کے مطابق
آپکو ابتلاؤں کے ساتھ استقلال اور قوت قدسی دیگئی۔ اور آپ کو ہر فضیلت
بدرجہ کمال عنایت ہوئی اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی

شروع ہیں بیشک بہت کم لوگ مسلمان ہوئے۔ مگر آہستہ آہستہ صداقت روز روشن کی طرح ان پر منکشف ہوگئی۔ اور رایت الناس ید خلون فی دین اللہ افواجاً۔ کا منظر آپ کو دکھا دیا گیا۔

ابوزر صاحب کا خیال ہے۔ کہ گو صداقت بھی لوگوں کو دین اسلام کیطرف کھینچتی تھی۔ مگر غنیمت کی ترغیب زیادہ تھی۔ مگر یہاں انھوں نے پھر غلطی کھائی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہیں لفظ غنیمت سے دھوکا لگا ہے۔ میں نے پیشتر عرض کیا ہے۔ کہ قرآن شریف قانون کی مکمل کتاب ہے۔ اور اس میں سب ضروری احکام مندرج ہیں۔ غنیمت کی ترغیب تو طرفین میں برابر ہو سکتی ہے۔ بلکہ مخالفین میں زیادہ کیونکہ اسوقت مخالفین کا گروہ بہت زیادہ تھا۔ اور انہیں اپنے زور بازو پر گھمنڈ تھا۔ اسی وجہ سے وہ بار بار مسلمانوں پر حملے کرتے تھے۔ اور فرداً فرداً اور اکٹھے ہو کر اسلام کے استیصال کے درپے رہتے تھے۔ مگر قرآن شریف میں جو غنیمت کا ذکر ہے۔ تو اس طرز پر نہیں کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اور تمہیں مال غنیمت ملے گا۔ مگر جیسا کہ ضروری ہے۔ کہ فتح ہونے پر مال غنیمت بھی ہاتھ آئے۔ تو اس کے تقسیم کے قواعد بتا دئے گئے ہیں۔ تاکہ کسی قسم کا جھگڑا پیدا نہ ہو۔ یہ تو ایک خوبی کی بات ہے۔ حیرانی ہے۔ کہ ابوزر صاحب اسکو مذموم خیال کیوں کرتے ہیں۔ غنیمت کے متعلق دو اور باتیں بھی یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ اول یہ کہ جو فتح بغیر لڑائی حاصل

ہوتی۔ اور اس میں مال غنیمت ملتا۔ تو اس میں سپاہیوں کو معمول کے مطابق
حصہ نہیں ملتا تھا۔ اور دوسرے اس خیال کو کہ محض غنیمت کی خاطر جہاد میں
شریک ہُوا جائے۔ روکا جاتا تھا۔ چنانچہ ابوزر صاحب نے جو سورہ الفتح کی
آیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسکا بھی مطلب ہے۔ جب آنحضرت صلعم پہلے
مرتبہ مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ تو بعض مسلمانوں نے عذر خواہی کی۔ اور
ساتھ نہ دیا۔ آپ کے واپس آنے پر ایک قوم یہود سے معاملہ پیش آیا۔ تو انھوں
نے غنیمت حاصل کرنے کے خیال سے شامل ہونا چاہا۔ مگر آپ نے روکدیا
اور کہا۔ کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ جبتک تم صحیح ایمان پیدا نہ کر لو۔ تب تک تم شریک
نہیں ہو سکتے۔ اور اب جو دشمنان اسلام سے جنگ شروع ہو گئے ہیں۔ تو
اور موقعہ بھی آئینگے۔ اور تمہارا ایمان آزمایا جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔

یہاں میں ایک اور وہم کا ازالہ بھی کرنا چاہتا ہوں۔ وہ شہادت ہے ابوزر
صاحب نے کہا ہے۔ کہ مسئلہ شہادت نے مسلمانوں کے حوصلہ کو بلند کر دیا تھا۔
اور اسی وجہ سے وہ دشمن کے مقابلہ میں دیوار آہنی کی طرح ڈٹ کر لڑتے
تھے۔ اور انکے دل میں خیال ہے۔ کہ اس میں تبلیغ کا کوئی پہلو نہیں۔ حالانکہ
اس میں اشاعت بذریعہ تبلیغ کا زبردست پہلو پڑا ہُوا ہے۔ آخر یہ تو سوچنا
چاہیئے۔ کہ وہ کیا بات تھی۔ کہ وہ لڑائی میں مارے جانیکو شہادت کی موت
سمجھتے تھے۔ سوائے اسکے اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ کہ صداقت اسلام پر انکا

پورا یقین تھا۔ اور وہ حقیقی طور پر یہی سمجھتے تھے۔ کہ وہ حق کی حمایت میں لڑتے ہیں۔ وہ حقیقی ایمان سے مسلمان ہوتے تھے۔ تب ہی تو وہ مرنے تک سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ ورنہ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ جس شخص میں پورا ایمان نہ ہو۔ اس میں یہ حوصلہ یہ جرأت اور یہ جانفشانی کہاں ہو سکتی ہے۔ کیا یہ ایمان محض غنیمت کے خیال سے یا لوگوں کو لڑتے دیکھکر پیدا ہو سکتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ حق یہی ہے۔ کہ پہلے انکو ایمان اور حقیقی ایمان صداقت اسلام پر ہوتا تھا۔ اور وہ سوائے تبلیغ کے دوسری صورت نہیں۔ تب وہ اس قابل ہوتے تھے۔ کہ تلوار کے آگے سینہ سپر کر دیتے تھے۔ منافق لوگ جو محض اوپرے دل سے یا مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی غرض سے شریک ہوتے تھے ان کی قلعی اللہ تعالے نے کھول دی۔ اور وہ آہستہ آہستہ الگ کر دئیے گئے آخر وہی ساتھ رہ گئے۔ جو سچے دل سے مسلمان تھے۔ ابوزر صاحب گو یہ نتیجہ نکالیں۔ کہ منافقوں کا شامل ہونا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ بعض لوگ صداقت کو دل میں لیکر نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کی فتوحات دیکھکر ایسے ہی ساتھ ہو جاتے تھے۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی اور ہے۔ یہاں تو واقعات ایسے پیش آئے کہ منافقوں کی منافقت ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ پس انکو یکے بعد دیگرے الگ کر دیا گیا۔ مسلمانوں کو جو تکالیف پیش آتی تھیں۔ منافق ان کی برداشت کہاں کر سکتے تھے۔ لہذا وہ خود بخود علیحدہ ہوتے گئے۔ اور خالص مسلمان ہی حضرت

رسول اللہ صلعم کے ساتھ رہ گئے۔

ابوزر صاحب نے کہا ہے۔ کہ ایمان اور تحقیق دو جداگانہ چیزیں ہیں۔ ایمان کو تحقیق سے کوئی سروکار نہیں۔ اور ایمان ہمیشہ بلا تحقیق ہی ہوتا ہے۔ مگر یہ فلسفہ میری ناقص عقل میں نہیں آیا۔ کیونکہ جہانتک میرا خیال ہے۔ ایمان بلا تحقیق پیدا ہونا ہی نہیں۔ ایمان ہونا ہی وہی ہے۔ تو تحقیق پر مبنی ہو۔ جس ایمان کی بنیاد تحقیق پر نہیں میری تو سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ وہ ایمان ہی کیا ہے۔ قرآن شریف میں جو ایمان بتایا ہے۔ اسکے دلائل دئے ہیں۔ اور دلائل کا نام ہی تحقیق ہے۔ ہستی باریتعالیٰ پر ایمان۔ ایمان بالملائکہ۔ اس کے رسولوں اسکی کتابوں اور روز حشر پر ایمان ابوزر صاحب کے خیال میں گو ان ایمانیات کا ثبوت کچھ نہ ہو۔ مگر وہ قرآن شریف کو ذرا غور سے پڑھیں تو انہیں معلوم ہوگا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے دلائل بہم پہنچائے ہیں۔ اور بڑے زبردست دلائل ہیں۔ ایسا ہی نماز روزہ حج زکوٰۃ۔ بے فائدہ احکام نہیں ہیں۔ بلکہ ان سے بھی بڑا بھاری فائدہ مد نظر ہے۔ اور پھر اخلاقی اصول شراب زنا جوئے سے پرہیز چوری اور دیگر کسب حرام سے پرہیز۔ مرد اور عورت کے تعلقات قوانین وراثت خویش و اقربا۔ دوستوں۔ ہم قوم اور دوسرے لوگوں سے سلوک غرض کل اخلاقی تمدنی اور روحانی اصول جو اسلام نے سکھائے ہیں۔ وہ محض دعوے بیدلیل نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی صداقت کے نیچر اور کتاب اللہ میں بڑے

بڑے ثبوت ہیں۔ میں اس موقعہ پر ان جمیع اصولوں اور اوامر و نواہی پر بحث
نہیں کر سکتا۔ صرف اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔ کہ آپ اکثر کتابیں اخبارات
اور رسالے پڑھتے ہیں۔ جن میں اسلام کی طرف سے معترضین کو جواب دیئے
جاتے ہیں۔ اور مقابلۃً اسلامی اصولوں کی فضیلت بدلائل ثابت کی جاتی ہے
پس اپوزر صاحب کا یہ خیال کہ اسلام ایسا مذہب نہیں۔ کہ اس کی صداقت
محض دلائل سے دل نشین ہو سکے۔ ایک وہم باطل ہے۔

اپوزر صاحب نے اپنے خیال کی تصدیق میں حضرت عمر رضؓ کا واقعہ
پیش کیا ہے۔ اور ان کے خیال میں انکا مسلمان ہونا کسی تحقیق کی بنا پر نہیں
تھا معلوم ہوتا ہے۔ انہیں حقیقت معلوم نہیں۔ اور جس کتاب سے انہوں
نے اپنے خیالات اخذ کئے ہیں۔ اس میں اسکا ذکر نہیں۔ واضح ہو۔ کہ حضرت
عمر رضؓ آنحضرت صلعم کے قتل کے ارادے پر جا رہے تھے۔ راستہ میں خبر
ملی۔ کہ ان کی بہن آمنہ اور اسکا خاوند سعید بھی مسلمان ہیں۔ پس انہیں
طیش آیا۔ اور وہ ان کی طرف لوٹے۔ جب وہ ان کے گھر پر پہنچے۔ تو وہ
دونو قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ انکے داخل ہونے پر وہ خاموش ہو
گئے۔ اور اسکو چھپانا چاہا۔ انہوں نے سعید کو زمین پر گرا کر اسکو قتل کرنا
چاہا۔ آپ کی بہن نے روکا۔ جس پر اسے بھی مار پڑی۔ اور اس کا منہ
لہو لہان ہو گیا۔ اس پر اس نے کہا۔ کہ اے عمر رضؓ تو نہیں اسواسطے

مارتا ہے۔ کہ ہم خدائے واحد پر ایمان لے آئے ہیں۔ اچھا ہم تو اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اب جو تیرا جی چاہے کر۔ اس پر آپکو فکر پیدا ہوا۔ اور آپ نے کہا اچھا مجھے دکھاؤ۔ تم کیا پڑھتے تھے۔ چنانچہ وہ سورہ طٰہٰ کی پہلی آیتیں تھیں۔ جو آپ کے دل میں میخ آہنی کی طرح دھس گئیں۔ اور انھوں نے جادو کا اثر کیا۔ پس اسی وقت آپ نے رسول اللہ صلعم کے پاس جا کر اسلام کا اقرار کیا۔ اب بتائیے کیا یہ ایمان بلا تحقیق تھا۔ نہیں بلکہ ان آیتوں میں دلائل تھے۔ اور اس کلام سے اللہ تعالیٰ کی عظمت ظاہر ہوتی تھی۔ جو آپ کے دل میں اثر کر گئی۔ اور آپ مسلمان ہو گئے۔

اسی ضمن میں اپونزر صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے متبعین کا ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں۔ جو مخالفین کے مقابلہ میں زیادہ علم نہیں رکھتے۔ پس انکا مرید ہونا کسی تحقیق کی بنا پر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ محض نیک ظنی پر مبنی ہے۔ یا اسی نوع کے اور اسباب ہیں۔ جو ان کے ایمان لانیکے باعث ہوئے ہوں۔ بیشک بلا شبہ آپ کے بہت سے مرید ایسے ہیں۔ جو کم علم رکھتے ہیں۔ بلکہ بعض تو نوشت و خواند سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ مگر اس سے یہ نتیجہ کیونکر نکل سکتا ہے۔ کہ انھوں نے حضرت مرزا صاحب کو بلا دلیل اور بلا کسی وجہ کے مان لیا ہے۔ اول تو نیک ظنی بھی

ایک دلیل ہے۔ اور اسی سے تحقیق حق کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اور یہی انسان کو صحیح نتیجہ پر پہنچا دیتی ہے۔ بدظن آدمی کبھی راہ راست پر نہیں آسکتا۔ بلکہ بدظن آدمی تو آہستہ آہستہ خدا کی ہستی سے ہی انکار کر بیٹھتا ہے۔ پس ایسے لوگوں پر جو خود خوش خلق اور نیک کردار ہیں۔ اور عوام الناس کو اصلاح کی طرف مدعو کرتے ہیں۔ نیک ظن رکھنا بہتر ہے۔ اسکے بغیر انسان اسکی باتوں کی طرف راغب نہیں ہو سکتا۔ اور جو تعلیم حق وہ پیش کرتا ہے۔ اس سے محروم رہ جاتا ہے۔

دوم۔ یہ وہم باطل ہے۔ کہ صرف خواندہ انسان ہی دلیل کا موازنہ کر سکتا ہے عقل و دانش نوشت و خواند پر منحصر نہیں۔ ہر انسان دماغ رکھتا ہے۔ اور اس میں غور و فکر کا مادہ ہے۔ وہ دلیل کا موازنہ کر سکتا ہے۔ اور ذہن رسا سے صحیح نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے البتہ غور طلب یہ امر ہے۔ کہ ایک ہی دلیل ہر فرد بشر کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق خاص دلیل کو لے لیتا ہے۔ صادق کی صداقت پرکھنے کے لئے ہزارہا دلائل ہیں۔ پس چونکہ طبائع اور استعدادیں مختلف ہیں۔ اسلئے ہر شخص ایک دو یا زیادہ دلائل سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ بعض دلائل موٹے ہیں۔ اور ہر شخص انکو سمجھ سکتا ہے۔ اور بعض باریک ہوتے ہیں۔ جنکو صاحب علم اور شعور ہی پا سکتا ہے۔ اور بعض ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کہ وہ فرد واحد کی ذات تک ہی محدود

ہوتے ہیں۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب کی صداقت کے بہت سے دلائل ہیں۔ اور ہر شخص نے خواہ وہ پڑھا لکھا اور ذی علم ہے۔ اور خواہ وہ پڑھا ہُوا نہیں ہے۔ اپنی استعداد کے مطابق کسی نہ کسی دلیل سے ان کو مانا ہے مثلاً بعض نے صرف اسی بات سے استدلال کیا ہے۔ کہ آپ سے اسوقت تک کہ آپ نے ماموریت کا دعویٰ کیا۔ کوئی جھوٹ ثابت نہیں پس جس شخص کا پہلا حصہ عمر جو قریباً چالیس سال ہے۔ جس میں زمانہ شباب شامل ہے۔ اور جب انسانی ولولے جوش میں ہوتے ہیں۔ اور انسان سے طرح طرح کی لغزشیں ہوجاتی ہیں جھوٹ و فریب اور دغا سے پاک ہے۔ تو وہ ایسے وقت میں کہ اسکو موت کا وقت نزدیک معلوم ہوتا ہے۔ خدا پر افترا کیونکر کرسکتا ہے۔ اور یہ ایک دلیل ہے۔ جو اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں آنحضرت صلعم کے متعلق دی ہے لقد لبثت فیکم عمراً

بعض نے اس دلیل سے فائدہ اٹھایا ہے۔ کہ مفتری علی اللہ کو اس قدر مہلت نہیں مل سکتی۔ اور نہ وہ فلاح پا سکتا ہے۔ قرآن شریف سے اس اصول کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور خود حضرت رسول اللہ صلعم کو خطاب ہے۔ کہ جیسا کہ یہ لوگ گمان کرتے ہیں۔ اگر تو اپنی طرف سے باتیں بنا کر ہماری طرف منسوب کرتا۔ تو ہم تجھے ہلاک کردیتے۔ اور عندالقیاس بھی یہ اصول صحیح ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ پر جھوٹ لگانیوالے بچ رہیں۔ اور کامیاب

ہو جائیں۔ تو پھر خدا کو کون مانے۔ انسانی گورنمنٹ میں ہی جب کہ فریب نہیں چل سکتا۔
تو اللہ تعالیٰ کی گورنمنٹ میں جو حاضر ناظر اور قادر ہے۔ ایسا فریب کیونکر
بارآور ہو سکتا ہے۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جہاں کہیں بدی اور شرارت
بڑھتی ہے۔ تو نیچر سے اسکے انسداد کے لیئے سامان مہیّا ہو جاتے ہیں۔ پس یہ
کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ جو شخص روحانی گورنمنٹ میں خلل انداز ہو۔ وہ بچ رہے
ایک شخص کو اپنی ہی جان کا ظلم برداشت کرنا محال ہوتا ہے۔ اور وہ اپنی فسق
و فجور کے باعث ذلیل ہو جاتا ہے اور اپنی پاداش کو پہنچ جاتا ہے۔ پس یہ
کیسے ممکن ہے۔ کہ وہ لکھو کھہا جانوں کے ظلم کو اپنے اوپر لیکر پیسانہ جائے
اور ہلاک نہ کر دیا جائے۔ اگر روحانی حالت میں دھوکا اور فریب چل سکتا ہے
تو یہ تو ایک سکھا شاہی ہوئی۔ اور خدا کی خدائی بے سود ٹھہری۔ جس خدا
کی خدائی میں نیک و بد کی تمیز نہیں۔ اور صادق اور کاذب یکساں انعام
پاتے ہیں۔ اس پر کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔ اور لوگ اس کی طرف رجوع
کیسے کر سکتے ہیں۔ ذات باریتعالیٰ غفور و رحیم ہے۔ پس اگر کوئی شخص توبہ
کرکے اس کی صفت رحمت سے فائدہ اٹھائے۔ تو دیگر امر ہے۔ مگر جو
شخص کہ مفتری ہے۔ گر اپنے چلن سے باز نہیں آتا۔ تو ہرگز ہرگز وہ
کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور وہ ضرور ضرور ذلیل ہو کر مرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ
غفور و رحیم ہے۔ تو غیور بھی ہے۔ اسلیئے ناممکن ہے۔ کہ جو شخص اس پر افترا

کرنے میں ضد کرے۔ اور اصرار سے باز نہ آئے۔ وہ بچ رہے۔

بعض کے نزدیک یہی دلیل کافی ہے۔ کہ وہ مخالفین کے مقابلہ میں جو دین کے متعلق پیش آتے ہیں مظفر و منصور رہتے ہیں۔ لوگوں نے مقدمے کرکے دیکھ لئے۔ آپ کی جان پر حملے کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ اور اکثروں نے مباہلہ کیا۔ کہ اے خدا جو ہم میں کاذب ہے۔ وہ دوسرے کے سامنے مر جائے۔ یا مارا جائے۔ ان سب مقابلوں میں بلا استثنا آپ بچ رہے۔ اور فتح پائی۔ انکا ہمیشہ فتح پانا سچائی کی دلیل ہے۔

بعض نے محض اسی دلیل سے آپکو مانا ہے۔ کہ آپ کو حمیت دین اس قدر ہے۔ کہ مخالفین کے مقابلہ میں ہمیشہ سینہ سپر رہتے ہیں۔ اور بڑے استقلال سے اپنے دعوے کی حمایت کررہے ہیں۔ یہ جوش اور یہ استقلال کاذب میں نہیں ہو سکتے۔

بعض نے صرف اتنا ہی کافی سمجھا ہے۔ کہ بہر حال آپ لوگوں کو صحیح دین اسلام کی طرف مدعو کرتے ہیں۔ دین اسلام کے خلاف کوئی نئی بات نہیں بتاتے اور لوگو نکو دین اسلام پر قائم ہونیکی ہدایت کرتے ہیں۔ اطیعو اللہ و اطیعو الرسول پر اپنے نمونہ سے انکو چلاتے ہیں۔ پس انکی بیعت کرنا باعث نقصان نہیں ہوسکتا

بعض نے آپ کے اس صدق دعوے سے مانا ہے۔ کہ علم قرآن علم آں طیبب زباں۔ علم غیب از وی خلاق جہاں۔ ایں سہ علم چوں نشانہا دادہ اند

ہر سہ ہمچوں شاہداں استادہ اند۔ علم قرآن بحکم لا یمسہ الا المطہرون۔ ایک
گندے انسان کو نہیں مل سکتا۔ اور نہ بحکم فاتوا بسورۃ من مثلہ۔ علم آں طیب
زباں کا اعجاز ایک کاذب کو نصیب ہو سکتا ہے۔ اور نہ بحکم ان الذین قالوا
ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ الخ مکالمہ الٰہیہ کا شرف بجز
مومن کامل کسی کو حاصل ہو سکتا ہے۔ مگر آپ کے پاس ان سب نشانات
کا ہونا واقعات سے ثابت ہے۔ پس ضرور آپ صادق ہیں۔

بعض نے آیت استخلاف سے فائدہ اٹھایا ہے۔ مجددین کا آنا حدیث
وقرآن سے ثابت ہے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے۔ کہ ہر صدی کے سر پر
خصوصیت سے ایک مجدد مبعوث ہوگا۔ قرآن شریف میں آپ کو مثیل موسیٰ
قرار دیا ہے۔ انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون
رسولاً۔ پس علمائے امتی کانبیاء بنی اسرائیل (میری امت کے علماء
عربی فارسی جاننے والے نہیں۔ بلکہ معرفت الٰہی سے حصہ رکھنے والے۔ بنی
اسرائیل کے انبیاء جیسے ہیں) کے مطابق آپ صادق ہیں۔

بعض نے نشانات کی شہادت کو مدنظر رکھا ہے۔ کسوف وخسوف
کا ماہ رمضان کی مقررہ تاریخوں میں واقع ہونا از روئے حدیث و قرآن
مہدی آخرالزمان کے لئے مقرر تھا۔ وہ ہو چکا۔ یہ نشان پیشتر کسی مدعی کے
وقت میں نہیں ہوا۔ پس آپ کا دعویٰ حق ہے۔

اسکے علاوہ قرآن شریف شہادت دیتا ہے۔ کہ عذاب عام ہمیشہ کسی مامور کی تکذیب کے باعث آیا کرتا ہے۔ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاؐ فی زمانہ مرض طاعون زلزلہ وغیرہ کو ایک عالم نے عذاب مانا ہے۔ اور پھر احادیث وکلام الٰہی میں اور بہت سے نشانات کا ذکر ہے۔ اونٹنیوں کا بیکار ہونا حج کا رکنا یاجوج وماجوج قوموں کا تسلط ہونا وغیرہ وغیرہ۔ ان سب باتوں کے موجود ہونے سے آپکی ماموریت پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے۔

بعض نے حضرت عیسیٰؑ کی وفات سے آپ کے دعوے کو مانا ہے وفات مسیح قرآن وحدیث سے ثابت ہے پس جب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ فرمایا ہے۔ کہ عیسیٰ ابن مریم ہماری امت میں آخر زمانہ میں نازل ہوگا۔ اور وہ امامکم منکم۔ تم میں سے ہی تمہارا امام ہوگا۔ اور وہی مہدی ہوگا۔ لا مھدی الا عیسیٰ۔ اور اس وقت کا نقشہ دکھا دیا ہے۔ کہ مسلمانوں کی کیا حالت ہوگی تو ان باتوں کو پیش نظر رکھکر آپکو صادق ماننا پڑتا ہے۔

غرض بیشمار دلائل آپ کے دعوے کے صدق کے متعلق ہیں۔ اور ہر شخص نے خواہ وہ خواندہ ہے یا ان پڑھ عالم فاضل ہے یا کم علم اپنی اپنی استعداد کے مطابق ان سے فائدہ اٹھایا ہے۔ پس یہ کہنا کہ بعض حضرت مرزا صاحب کے مرید مخالفین کے مقابلہ میں کم علم رکھتے ہیں۔ اور ان کا ماننا

کسی تحقیق اور دلیل پر مبنی نہیں ہو سکتا غلط ہے۔ ہر شخص خواہ وہ کسی حالت
میں ہو۔ البتہ پاگل اور مخبوط الحواس نہ ہو۔ کسی نہ کسی دلیل سے فائدہ حاصل
کر سکتا ہے۔ عقل و دانش اور common sen (مشترکہ عام فہم ادراک) سے کوئی بے بہرہ
نہیں۔ اور اسکا صحیح استعمال اسکو صحیح نتیجہ تک رہنما کرنے میں کافی ہے۔

اپوزر صاحب نے کہا ہے۔ کہ آیات جنگ کا نزول مدینہ میں ہؤا۔
اور اسوقت کہ مسلمانوں کو مقابلہ کی قدرت حاصل ہو گئی تھی۔ مگر اس بیان
سے ان کے پہلوؤں کو کوئی تقویت نہیں ہوتی۔ اول تو مقابلہ اسی وقت
ہوتا ہے۔ جب مقابلہ کی طاقت ہو۔ اگر مقابلہ کی طاقت نہ ہو۔ اور مسلمان
اپنی فرائض مذہبی ادا نہ کر سکیں۔ تو انکو چاہیئے۔ کہ امن کی جگہ ہجرت کر جائیں
مگر مسلمانوں کا مظلوم ہونا اللہ تعہ کو پسند نہیں۔ اور وہ ضرور انکے لئے آسانی کی
راہ پیدا کر دیتا ہے۔ اسی اصول کی بنا پر آنحضرت صلعم کو یہ اعجاز ملا۔ کہ تھوڑی
تعداد کے ساتھ جم غفیر پر غالب آئے۔ اور اس سرکش اور فتنہ زا قوم میں
اللہ کا دین قائم ہو گیا۔ یہ آپ کا اعجاز مسلمانوں کا صدق اور اسلام کی حقانیت
تھی۔ کہ مسلمان غالب آ گئے۔ معیت الٰہی تھی جس نے انکو کامیاب کر دیا۔ ورنہ
معدودے چند لوگ تو ملک بلکہ دنیا کے مقابلہ میں کیا کر سکتے تھے۔ واقعات
سے ثابت ہے۔ کہ مسلمانوں کی نسبت بعض اوقات کفار کے مقابلہ میں
ایسی تھی جیسے ایک کو بیس سے۔ پس اس حالت میں سوائے اللہ تعالیٰ کی

مدد کے وہ کیونکر کامیاب ہو سکتے تھے۔ واقعی غیبی طور پر امداد الٰہی شامل حال تھی۔ کہ وہ مظفر و منصور رہے۔

دوم یہ بھی غلط ہے۔ کہ آیات جنگ مدینہ ہی میں نازل ہوئیں۔ کیونکہ اصول انتقام اللہ تعالےٰ نے مکہ ہی میں آپ کو وحی کر دئے تھے۔ چنانچہ یہ آیت وہیں نازل ہوئی تھی۔ جزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفا و اصلح فاجره علے الله انه لا یحب الظالمین۔ الشوریٰ ع۔ بدی کا عوض اس قدر بدی ہے۔ پس جو کوئی معاف کر دے۔ اور اس میں اصلاح ہو۔ تو اسکا اجر اللہ پر ہے۔ تحقیق وہ ظلم پیشہ لوگوں کو محب نہیں رکھتا۔ اس اصول کی تشریح مینے پہلے تقریر میں بیان کر دی تھی۔ آنحضرت صلعم کے تمام جنگ اسی اصول کے مطابق تھے۔ ان میں کوئی جور و ظلم۔ عناد و بغض نہیں تھا۔ تمام کارروائی محض للہ تھی۔ اور جبراً کسی کو مسلمان نہیں کیا گیا۔

ایسا ہی اپوزر صاحب کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلعم نے شروع میں دعوت عام نہیں کی ان کے پہلو کو کوئی قوت نہیں بخشتا۔ گو واقعات سے ثابت ہے۔ کہ اول ایام ہی میں آپ نے عام تبلیغ شروع کر دی تھی۔ چنانچہ جس موقعہ پر حضرت علیؓ ایمان لائے۔ اسوقت قریش کے تمام بڑے بڑے سرداروں کو بلا کر پیغام حق کی تبلیغ کی تھی۔ اور علاوہ اسکے

آپ کی کی زندگی سے بخوبی روشن ہے۔ کہ آپ کبھی دبے نہیں۔ اور کبھی کوئی
موقعہ تبلیغ کا ایک دو کو یا جماعت کو خواہ آپ کو تکلیف ہی اٹھانی پڑے نہیں
چھوڑا۔ آپکو سخت مصیبتیں اٹھانی پڑیں۔ مگر تبلیغ حق سے نہیں ہٹے۔ آپ
نے جو ابو طالب کو جواب دیا تھا۔ وہ آپکو یاد ہے۔ پس اس جواب کے
ہوتے ہوئے اور پھر آپ کا باوجود سخت دکھ اور درد پہنچنے کے وعظ اور
نصیحت کا کوئی موقعہ فرو گذاشت نہ کرنا۔ اس پر اس طرز کے کلمات کہنا
کہ شروع میں وہ خوف زدہ تھے۔ اور تبلیغ عام نہیں کرتے تھے۔ یا ان کو
اپنی رسالت میں شک تھا۔ غلطی ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ دنیا میں
سب کام بتدریج ہوتے ہیں۔ لہذا آپ کی سب کارروائی بتدریج تھی اور
اس سے کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ علاوہ ازیں اپونر صاحب کا یہ خیال
کہ شروع میں ان کی دعوت عام نہیں تھی۔ اور جب آپ نے علانیہ بتوں
کی مذمت شروع کی۔ تو قریش رنجیدہ ہوئے۔ اور جب ان کے سمجھانے سے
آپ باز نہ آئے۔ تو انکو مجبوراً دشمنی کا پہلو اختیار کرنا پڑا۔ اس سے بھی
کوئی دھبہ اسلام پر نہیں آتا۔ آنحضرت صلعم کا یہ فرض تھا۔ کہ وہ تبلیغ
کرتے۔ اگر ان کی تبلیغ سے قریش دشمن بنگئے۔ تو اسکے آپ ذمہ دار نہیں
تھے۔ قریش کو چاہیے تھا۔ کہ وہ آپ کی نہ سنتے۔ یا سنتے تھے۔ تو اسپر عمل نہ
کرتے۔ یا اگر وہ اپنے مذہب کو حق پر سمجھتے تھے۔ تو اسلام کے خلاف لوگوں کو

سمجھا دیتے۔ یہ ان کو کسی طرح حق نہیں پہنچتا تھا۔ کہ وہ دشمنی کرتے۔ بغض وعناد رکھتے۔ آپ کو اور عام مسلمانوں کو تکلیف دیتے۔ اور اس طرح لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکتے۔ اور مسلمانوں کو اسلام سے منحرف ہونے پر مجبور کرتے۔ البتہ ہم نے یہ دیکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے کوئی جائز حملے ہوں پر کئے سو قرآن شریف میں متعدد آیات سے ثابت ہے۔ کہ آپ ہمیشہ نہایت متانت اور شائستگی سے وعظ اور نصیحت کرتے تھے۔ بلکہ اپنے متبعین کو بھی یہی ہدایت کرتے تھے۔ کہ بتوں کو برا نہ کہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں وارد ہے۔ کہ ان کے بتوں کو بُرا نہ کہو۔ ورنہ وہ بھی اللہ کو گالی دیں گے۔ کیونکہ یہ بے سمجھ قوم ہے۔ یہ آیات کتاب پاک کی ذی علم جماعت میں عام طور پر مشہور ہیں۔ اسلئے انکے نقل کرنیکی ضرورت نہیں۔

اپوزر صاحب نے یہ بھی اشارہ کیا ہے۔ کہ قریش ایسی قوم نہیں تھی جو محض تبلیغ سے یا دلائل سے فائدہ اٹھاتی۔ کیونکہ قرآنی مسایل ایسے نہیں۔ جو جلدی سمجھ میں آسکیں۔ اسلئے ان میں تلوار ہی کے ذریعہ اشاعت ہو سکتی تھی۔ جو کی گئی۔ اول تو انکو طیش ہی اسلئے آیا۔ کہ لوگ مسلمان ہونے لگ گئے۔ اور اسی لئے انھوں نے مسلمانوں کو تکلیفیں دینی شروع کیں تا کسی طرح لوگ مسلمان ہونے سے رکجائیں۔ اور دوسرے میں نہیں سمجھتا۔ کہ اپوزر صاحب نے یہ خیال کہاں سے لیا۔ کہ ان کے دماغی قوی نہایت

ناقص اور کمزور تھے۔ کہ وہ اسلامی اصولوں کو پرکھ نہیں سکتے تھے۔ حالانکہ تاریخوں
میں مذکور ہے۔ کہ وہ ذکی اور فہیم قوم تھی۔ البتہ اسلام کی طرف سے انہیں
ضد اور تعصب تھا۔ جس کیوجہ سے وہ اس کی باتوں کو سننا تک پسند نہیں
کرتے تھے۔ تیسرے مینے مختصر طور پر عرض کر دیا ہے۔ کہ اسلامی تعلیم ایسی
ہے۔ کہ عالم اور جاہل اور دقیقہ رس اور سطحی خیال والے یکساں فائدہ اٹھا
سکتے ہیں۔ اسکو سمجھ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ عقل خداداد کو صحیح طور پر محققانہ
تعصب اور ضد سے خالی ہو کر غور کریں۔ اور پھر اگر اسلامی تعلیم ایسی باریک
تھی۔ کہ عوام الناس اسکو سمجھ نہیں سکتے تھے۔ تو پھر قریش کو کیا پڑی تھی
کہ وہ دشمنی پر آمادہ ہو گئے۔ نہیں بلکہ یہ ایسی عام فہم اور سچی تعلیم تھی
کہ لوگ رجوع کرنے لگ گئے تھے۔ تبھی انکو غصہ آیا۔ اور وہ اس کے
استیصال کے درپے ہوئے۔ فی زمانہ بھی بڑے بڑے علماء سائنس اور
فلسفہ والوں نے فتویٰ دیا ہے۔ کہ اسلام کی تعلیم جیسے عام فہم ہے ویسی ایک
باریک بیں کے لئے بھی کافی ہے۔ فطرت انسانی کے مطابق یعنے قابل عمل
ہے۔ دنیا میں بہت مذاہب رائج ہیں۔ مگر مقابلہ کر کے دیکھو۔ تو معلوم ہو گا۔
کہ گو بعض اصول ان کے قابل تعریف معلوم ہوتے ہیں۔ مگر وہ قابل عمل
نہیں یعنی فطرت انسانی کے مخالف ہیں۔ اور انسانی استطاعت سے باہر
ہیں۔ پس وہ محض الفاظ ہیں۔ جن سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ بلکہ اگر کوئی

شخص ان کی پیروی کی کوشش کرے بھی تو نقصان اٹھاتا ہے۔ اگر ضرورت
ہوئی۔ تو ایسے اصولوں کی کسی موقعہ مناسب پر تشریح کر دیجائیگی۔ بہرحال
فی زمانہ بھی غور کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ تعداد کے لحاظ سے اسلام تنزل
کیحالت میں نہیں۔ بلکہ ترقی کر رہا ہے۔ مردم شماری کی رپورٹیں تبلاتی ہیں
کہ بہت اضافہ ہو رہا ہے۔ قدرتی طور پر بھی اور غیر اقوام کے شامل ہونے سے
بھی۔ لاریب اکثر مسلمان بھی عیسائی ہو گئے ہیں۔ مگر جب سے عیسائی ملکوں
میں مذہبی آزادی ملی ہے۔ اور محققین نے مذاہب کی تحقیقات کی ہے۔ اس
وقت سے اسلام کی طرف بھی رغبت شروع ہو گئی ہے چنانچہ اسوقت بھی
کہ کوئی باقاعدہ سلسلہ تبلیغ کا اسلام کی طرف سے غیر ممالک میں جاری نہیں
گذشتہ بیس سال میں قریباً دو ہزار انگریز مسلمان ہو چکے ہیں۔ فرانس جرمنی
اور روس اور امریکہ میں بھی بعض عیسائی مسلمان ہوئے ہیں جنکا صحیح اندازہ
معلوم نہیں۔ مگر محض انگریز دو ہزار مسلمان ہو چکے ہیں۔ چنانچہ اخبار فری تھنکر
لکھتا ہے۔ کہ چونکہ یہ بیان ایک عیسائی ہاٹیکل میں شائع ہوا ہے اسلئے غالباً صحیح ہے
اور اگر یہ صحیح ہے۔ تو ہمیں یقین ہے۔ کہ یہ مسلمان اس ملک کی رزیل قوموں سے
نہیں ہوئے۔ جو مشکلیں عیسائی پادریوں کو اعلیٰ درجہ کے مسلمانوں میں سے
عیسائی کرنے میں ہوتی ہیں۔ اگر ان کو مدنظر رکھا جائے۔ تو ہمارے خیال
میں مسلمانوں کے مقابلہ میں عیسائی مشنوں کو باوجود اس قدر روپیہ خرچ

کرنیکے کم کامیابی ہوئی ہے۔ (ریویو آف ریجیز بابت جنوری ۱۹۰۸ء)

پروفیسر ہائیکل جو آجکل سائیٹیفک اور فلوسوفک دنیا میں بڑا مشہور و معروف شخص ہے۔ کہتا ہے۔ کہ دنیا میں سب سے بہتر توحید اسلام سکھاتا ہے۔ اگر میں کوئی مذہب اختیار کروں۔ تو میں اسلام کو ترجیح دونگا۔ ان کی نماز نہایت شریفانہ اور دل پر اثر کرنیوالی ہے۔ اور ان کی عبادتگاہیں نہایت موزوں اور تعظیم کے لائق ہیں (کرسنٹ مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۰۷ء)

غرض اسلام کی تعلیم ہر دماغی حیثیت کے مطابق ہے۔ اور اس کے اصول ہر طبقہ بنی نوع انسان کے عقل و دانش پر حاوی ہیں۔ پس ہمارے دوست کا یہ خیال کہ وہ ہر شخص کے لئے کافی نہیں۔ یا اس کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ بے بنیاد ہے۔

یہ اپوزر صاحب کے تمہیدی ریمارکس کا جواب ہے۔ اب ہم واقعات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اس میں شک نہیں۔ کہ مسلمانوں کی تعداد بڑھنے سے انکی جماعت میں تقویت ہوتی گئی۔ اور یہ قدرتی بات ہے۔ مگر میں اس بات کے ماننے کے لئے طیار نہیں۔ کہ حضرت رسول اللہ صلعم کے بچاؤ کے لئے محض ابی طالب کی سرپرستی کافی تھی۔ میں نے گذشتہ تقریر میں واقعات کی بنا پر دکھایا ہے۔ کہ ابی طالب کا ساتھ گو ظاہرہ صورتوں میں کسی حد تک مفید ہو۔ مگر وہ کافی

نہیں تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال تھی۔ جس نے آپ کو بچائے رکھا اور مظفر و منصور کیا۔ ابوذر صاحب نے ان واقعات کی تردید نہیں کی۔ اس لئے ان کو دہرانا مناسب نہیں سمجھتا۔

ابوذر صاحب نے مدینہ کی تاریخ تو سلسلہ وار بیان کی ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ انھوں نے مکی زندگی کے واقعات کو تشریح کے ساتھ بیان نہیں فرمایا۔ البتہ صرف ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ جس میں بتایا ہے کہ بعض مسلمانوں اور کفار میں تکرار ہو پڑا۔ اور ایک شخص سعد نام کفار کی طرف سے مارا گیا۔ میرے پاس کوئی مکمل تاریخ نہیں۔ اسلئے میں تحقیق نہیں کر سکا کہ تکرار کا باعث کیا تھا۔ زیادتی کفار کی طرف سے تھی۔ اور انجام کیا ہوا یعنی مقتول کا خون بہا دیا گیا۔ یا نہیں۔ بہر حال مینے گذشتہ تقریر میں بتا دیا تھا۔ کہ مینے شخصی واقعات کا ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ کیونکہ ہم نے عام حالت کا موازنہ کرنا ہے۔ ورنہ شخصی واقعات تو ایسے بیشمار ہیں۔ جن میں کفار کی طرف سے زیادتی ہوئی۔ اور انھوں نے محض ظلم اور تعدی کو روا رکھکر مسلمانوں کی جانوں پر حملے کئے۔ بلکہ وہ اسقدر واقعات ہیں۔ کہ ان سے عام نتیجہ نکل سکتا ہے۔ مثلاً ایکدفعہ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب سجدے میں گئے ایک رئیس بدکردار کے اشارے سے آپ کے دوشش مبارک پر خون اور گوبر کا لتھڑا ہوا اونٹنی کا بچہ دان ڈالا گیا۔ طائف

میں دعوت حق کے لئے گئے۔ تو وہاں آپ کو گالی گلوچ دیگئی۔ اور پتھر مارے

گئے۔ یہانتک کہ آپ کا خادم زید سخت زخمی ہوا۔ اور خود ذات مبارک بھی لہو

لہان مکے کو واپس تشریف لائے۔ ابوجہل سفاک نے عمار کی ماں سمیہ کو ایسا

ستایا۔ کہ اس بچاری کی اندام نہانی میں برچھے مارے۔ اور مسکین مسلمانوں

پر یہ گذرتی۔ کہ سنگدل قریش پتھروں کو دھوپ میں گرم کرتے۔ اور وہ صحابہؓ

کے سینوں پر رکھتے۔ اور جب دھوپ سے پتھر گرم ہوتے۔ تو انپر لٹاتے

عیاشؓ ابن ربیعہ مسلمان ہوکر مدینے چلے گئے۔ ابوجہل اور حرث دھوکے

سے اسکو مکے میں لائے۔ اور یہاں پہنچکر اسے ایسی اذیتیں پہنچائیں۔ کہ

سن کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ صہیب نے چاہا۔ کہ مکہ سے چلا جاوے

کفار نے اسکا مال و اسباب کچھ بھی اسکو ساتھ لیجانے نہ دیا۔ غرض ایسے

واقعات سے اندازہ ہوسکتا ہے۔ کہ مسلمانوں کو عام طور پر کفار کے ہاتھ سے

کیسی تکلیف تھی۔ اور مجبوراً انہیں اپنے وطن مالوف کو چھوڑنا پڑا۔

ابوذر صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ اس زمانہ میں جو آیات آنحضرتؐ

پر نازل ہوئیں۔ ان میں صاف طور پر بدلا لینے کی پیشگوئیاں ہیں۔ اول

تو مینے بتادیا ہے۔ کہ اصول انتقام کی آیت تو مکہ میں ہی نازل ہوئی تھی

اور علاوہ ازیں بہت سی مکی آیات ہیں۔ جن میں کفار کو یہ بتادیا گیا تھا۔

کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم غالب رہینگے۔ اور کامیاب ہوجائیں گے

اور وہ ناکام و نامراد رہینگے۔ دوم۔ آپ کو یہ معلوم نہیں تھا۔ کہ غلبہ کس رنگ میں ظاہر ہوگا۔ چنانچہ واقعات سے یہ ظاہر ہے۔ کہ آپ نے بخوشی خاطر مکے کو ترک نہیں کیا۔ بلکہ کفار کی تکالیف کے باعث یہانتک کہ وہ آپ کے قتل کے درپے ہو گئے۔ اسوقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوُا۔ کہ اب اس شہر سے ہجرت کر جاؤ۔ اور یہ کیسا عجیب معجزہ ہے۔ کہ باوجودیکہ سینکڑوں آدمی آپ کے انتظار میں تھے۔ اور آپ کی حرکات کو تاڑ رہے تھے۔ مگر کسی نے آپکو گھر سے نکلتے نہ دیکھا۔ اور آپ ان کے بیچ میں سے ہو کر گذر گئے۔ اور افسوسناک الفاظ میں کہا۔ کہ اے مکہ۔ اگر یہ لوگ مجھے مجبور نہ کرتے۔ تو میں تجھے ہرگز نہ چھوڑتا۔ وہ بات پوری ہوئی۔ جو بعض صحیفوں میں پہلے سے مذکور تھی۔ کہ وہ نبی موعود اپنے وطن سے نکالا جائیگا۔

سوم یہ بات بھی قابل غور ہے۔ کہ کیا پیشگوئیاں کرنا اور ان کو پورا کرنا آپ کے اختیار کی بات تھی۔ آپ کے پاس اسقدر جمعیت نہیں تھی جس کے بل پر آپ دشمنی کا اعلان کر سکتے۔ اور حسب دلخواہ فتح پاتے مدینے میں پہنچکر آپ کے ساتھ بمشکل ایک سو آدمی ہونگے۔ جنگ بدر میں آپ صرف تین سو آدمی مقابلہ میں لا سکے۔ ایسی حالت میں کیونکر ممکن تھا کہ آپ خواہ مخواہ ایسے حیلے تلاش کرتے۔ کہ کفار جو پہلے ہی سے جانی دشمن تھے۔ اور بھڑک جائیں۔ اور آپ میں حملہ کریں۔

اپوزر صاحب کا یہ خیال غلط ہے۔ کہ قریش نے محض اسوجہ سے آپ
پر حملہ کیا۔ کہ وہ مسلمانوں کے لوٹ مار سے اور قافلوں پر یورش کرنے سے
تنگ آ گئے تھے۔ عیسائی مورّخ تو بیشک یہی لکھینگے۔ کیونکہ انکا مدعا حضرت
رسول اللہ صلعم کو ملزم ٹھہرانا ہے۔ مگر واقعات کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ اور
وہ اسکے خلاف شہادت دیتے ہیں۔ قریش صرف اتنی بات سے خوش نہیں
تھے۔ کہ مسلمان مکہ سے نکل گئے۔ بلکہ انکا دلی ارادہ اسلام کو نیست و نابود
کرنیکا تھا چنانچہ اول جب مسلمان مجبوراً وطن کو چھوڑ کر حبش کو چلے گئے۔ تو
انھوں نے وہاں بھی کوشش کی۔ کہ انکو واپس لا کر مار دیا جائے۔ اور اس غرض
کے لئے اپنے چند آدمی شاہ حبش کے پاس بھیجے۔ مگر حضرت جعفر نے ایک
تقریر کی۔ ان کی دشمنی کا ذکر کیا۔ اور اسلام کی تعلیم بیان کی۔ جس سے اسکے
دل پر بڑا اثر ہوا۔ اور اس نے پناہ گزینوں کو انکے حوالے کرنیسے انکار کر
دیا۔ اور پھر جب آنحضرت صلعم نے خود مکہ سے ہجرت کی۔ تو کفار تلاش میں
لگے رہے۔ اور چوتھے دن جب آپ غار ثور سے باہر نکلے۔ تو اسوقت بھی
دشمنوں نے پیچھا کیا۔ اور اللہ تعالے نے عجیب اعجاز سے آپ کو محفوظ
رکھا جسکا میں نے گذشتہ تقریر میں ذکر کیا ہے۔ ان واقعات سے بدیہی نتیجہ
یہ نکلتا ہے۔ کہ قریش محض اس بات سے خوش نہیں تھے۔ کہ مسلمان مکہ
سے نکلجائیں۔ بلکہ وہ چاہتے تھے۔ کہ کسی طرح انکو بالکل نیست و نابود کر دیا جائے

علاوہ اس کے بعض مسلمان ابھی مکہ میں رہ گئے تھے۔ ان کی تکالیف یاد کر کے
آنحضرت صلعم کو از حد قلق ہوتا تھا۔ اور قریش کا عندیہ اس سے بھی معلوم
ہو سکتا ہے کہ انہوں نے شام سے سامان جنگ لانا شروع کر دیا۔ چنانچہ
ابوسفیان جو سامان لایا تھا۔ وہ آخر مسلمانوں کے مقابلہ میں استعمال کیا
گیا۔ غرض اکثر نشانات سے معلوم ہوتا تھا کہ قریش مسلمانوں حملہ کرنا
چاہتے تھے۔ مگر مسلمان ناحال صبر سے ان کی تکالیف کو برداشت کرتے
تھے۔ اور ان کے حملے کو روکنے کے لئے اور ان کو ناکام رکھنے کے لئے
ایسی تجویزیں کرتے تھے کہ گرد و نواح کی قوموں سے رابطۂ اتحاد قائم کیا
جائے۔ اور نیز قریش کے حالات کو دریافت کیا جائے۔ مگر اب اللہ تعالےٰ
کی طرف سے انہیں مدافعت کی اجازت مل گئی۔ جب مسلمانوں کی تکلیفیں
حد کو پہنچ گیئں۔ اور قریش عناد سے باز نہ آئے۔ تو ان کو لڑنے کو حکم دیا
گیا۔ چنانچہ جو آیت میں نے شروع میں نقل کی ہے۔ وہ اسی موقعہ کے قریب
نازل ہوئی۔ جس کے یہ معنے ہیں:۔

حکم ہوا ان کو جن سے لوگ لڑتے ہیں۔ اس واسطے کہ ان پر ظلم ہوا۔
اور اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ وہ جن کو نکالا ان کے گھروں سے اور
کچھ دعویٰ نہیں سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اور
اگر نہ ہٹایا کرتا اللہ لوگوں کو ایک کو ایک سے تو گرائے جاتے تکئے اور مدرسے

اور عبادتخانے اور مسجدیں جن میں نام پڑھا جاتا ہے اللہ کا بہت

مگر یہ بھی مسلمانوں کے ایمان کا عجیب امتحان تھا۔ کیونکہ ان کو ایسے
وقت میں بطور مدافعت جنگ کا حکم ہوا۔ جبکہ ان کی جمعیت بہت قلیل تھی۔
اور وہ چاروں طرف سے گویا دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے۔ ہاں یہ اللہ تعالیٰ
نے ان کو سمجھا دیا کہ میں تمہاری مدد کرنے پر قادر ہوں۔ اس بات کا یقین
تھا جس نے ان کے دلوں میں جرأت پیدا کر دی۔ اور آخر ثابت ہوا کہ محض
اللہ تعالیٰ کی مدد سے وہ کامیاب ہو گئے۔ اس آیت میں اجازت مدافعت
کے ساتھ یہ بھی گویا سمجھا دیا گیا۔ کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے عبادتگاہوں
اور گرجوں کو منہدم نہ کیا جائے۔ اور دیگر مذہبی عمارتوں کو قائم رکھا جائے
میں نے گذشتہ مضمون میں بتایا ہے کہ جنگ کی غرض یہ نہیں تھی کہ
لوگوں کو مجبوراً مسلمان کیا جائے۔ اور نہ واقعی ایسا کیا گیا۔ بلکہ اس کی غرض
فتنہ وفساد کو رفع کرنا تھا۔ تاکہ مسلمان اپنے فرائض مذہبی کو امن سے
ادا کر سکیں۔ پس جب فتنہ وفساد جاتا رہا تو کسی سے تعرض نہیں کیا گیا
بلکہ ان کو ہر طرح کی امن اور آزادی دی گئی۔ مسلمانوں کو فتوحات حاصل
ہونے سے ان کو فائدہ ضرور ہوا۔ اور وہ اسلام کی ترقی کی باعث ہوئیں
مگر وہ ترقی اس طرح نہیں ہوئی کہ کسی کو جبر سے مسلمان کیا گیا ہو جس کا خود
اپوزر صاحب نے بھی اعتراف کیا ہے۔ بلکہ صداقت اسلام کی کشش اور

حضرت رسول اللہ صلعم کی قوت قدسی کے اثر کے ساتھ مسلمانوں کے اعلیٰ
اخلاق اور حسن سلوک نے بھی ان کو آہستہ آہستہ گرویدہ کر لیا۔ چنانچہ جنگ
بدر کا ذکر کرتے ہوئے پالوزر صاحب نے بھی کہا ہے کہ ان کو مسلمانوں کی
سچائی اور اخوت دیکھکر رشک پیدا ہوا۔ اور جب قیدیوں کے ساتھ نیک سلوک
کیا گیا تو اس سے بھی ان کے دل پر اثر ہوا۔ اور حقیقتاً غور کرو تو معلوم ہوگا
کہ سچائی اخوت نیک سلوک یہ سب اخلاق صداقت اسلام کے دلائل ہیں
اس کے بعد پالوزر صاحب نے صلح حدیبیہ کے تذکرہ میں کہا ہے کہ بنی
خزاعہ جو پہلے سے اسلام کی طرف راغب تھے۔ آنحضرت صلعم کے ساتھ
ہو گئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی بعض لوگ اور چھوٹے چھوٹے قبیلے
ایسے تھے جو دل سے صداقت اسلام کے قائل تھے مگر خویش و اقربا کے رعب
اور مخالفین کی دشمنی کے باعث ظاہرہ ایمان کا اقرار نہیں کر سکتے تھے۔ مگر
جوں جوں مسلمانوں کو اقتدار حاصل ہوتا گیا۔ وہ سب یکے بعد دیگرے
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خادموں میں شامل ہو گئے ؛

میں نے اپنے خیال میں کافی بحث کر دی ہے کہ مدینہ پہنچنے کے بعد بھی
آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام قریشیوں اور دیگر مخالفین سے مطمئن اور بےخوف
نہ تھے۔ اس لئے مدینہ پہنچتے ہی یہود ان یثرب اور دوسرے لوگوں سے وہ
معاہدہ کیا تھا جس کا ذکر میں نے پہلی تقریر میں کیا ہے تاکہ ایک جمہوری قوت

پیدا ہو جائے۔ اور یثرب کو مخالفوں کے حملوں سے بچا سکیں گو انہوں نے

بعد میں عہد شکنی کی۔ بلکہ مسلمانوں کو دکھ دینے لگے۔ اور محض اللہ تعالی کی مدد سے

آپ قریش یہود اور دیگر قوموں پر غالب آئے۔ اور دین حق قائم ہو گیا۔

میں نے کہا تھا کہ مدینے پہنچ کر سب سے پہلا واقعہ یہ پیش آیا کہ عکرمہ بن

ابو جہل دو سو آدمیوں کے ساتھ مدینہ پر چھاپہ مارنے کے لئے روانہ ہوا۔

تو آنحضرت نے ابو عبیدہ بن جراح کو ساٹھ سواروں کے ساتھ اس کے

مقابلہ پر بھیجا۔ اور گو مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔ مگر وہ کامیاب ہوئے۔

ایوزر صاحب اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ گو بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ واقعہ

سریہ سیف البحر کے بعد ہوا۔ مگر اکثر کی تحقیقات یہی ہے کہ یہی سب سے پہلا

واقعہ تھا۔ اور مجھے کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ کثرت تحقیقات کو کیوں منظور

نہ کیا جائے۔ قریش کے اندرونی خیالات کا اندازہ لگ چکا ہے۔ اس

واقعہ کے بعد آنحضرت صلعم کا تھوڑے تھوڑے آدمیوں کو ادھر ادھر بھیجنا

اور دو تین مرتبہ خود بھی جانا اور گرد نواح کے قبیلوں سے دوستی پیدا کرنا

اور دشمن کی حرکات کا پتہ لگانا اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ رابغ والا

ضرور پہلا ہی واقعہ تھا۔ ایوزر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ نہیں بتایا

کہ عکرمہ کے چھاپہ مارنے پر روانہ ہونے کی خبر کس طرح ہو گئی تھی۔ اور اس

سے اس کی حقانیت میں شبہ پیدا کرتے ہیں۔ مگر یہ تو بچوں کا سا سوال ہے

کیونکہ آپ کئی موقعوں پر وقت پر اطلاع ملنے سے بچائے گئے۔ جن کا
میں نے پہلی تقریر میں ذکر کیا ہے۔ البتہ ابوزر صاحب کے واسطے یہ حیرت
انگیز بات ہے۔ اور قرآن شریف میں ذکر ہے کہ اکثر مخالفین بھی تعجب کیا
کرتے تھے کہ آپ کو پتہ کس طرح لگ جاتا ہے۔ کیونکہ بعض اوقات انکے
خفیہ مشوروں کی آپکو اطلاع ہو جاتی تھی۔ اور آپ کے ظاہر کرنے پر کفار
ششدر اور پریشان رہ جاتے تھے۔ اور علاوہ ازیں ابوزر صاحب نے
خود کہا ہے کہ ابوسفیان کو یہ خبر ملی کہ مسلمان اس پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اور
یہ نہیں بتایا کہ وہ خبر کس طرح ملی۔

میں نے جنگ بدر کے متعلق کافی بحث کر دی ہے۔ اور زیادہ تشریح
کی ضرورت نہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کھجوروں کی گٹھلیوں وغیرہ والا قصہ
کہانتک صحیح ہے۔ کیونکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ آپ مدینے سے
کھجوریں لے کر چلے تھے۔ اور پھر اس کا کیا ثبوت ہے کہ اور کوئی مسافر اس
دن مدینے سے نہیں گیا۔ اور اس نے وہاں جا کر کھجوریں نہیں کھائیں۔
غرض جب تک تصدیق نہ ہو۔ یہ قصہ قابل اعتبار نہیں۔

جنگ بدر سے پہلے جو واقعات پیش آئے۔ ان کی غرض و غایت بیننے
بتادی ہے۔ ان میں بعض اوقات دشمن سے مڈ بھیڑ بھی ہو گئی۔ جو ضروری
تھی۔ البتہ بحکم آیت کریمہ سورہ الممتحنہ رکوع دوم پارہ ۲۸

لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم

ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین۔

ایسے لوگوں سے جو دین کے متعلق لڑائی نہیں کرتے تھے اور مسلمانوں

کو گھروں سے نہیں نکالتے تھے۔ کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ بلکہ کہدیا گیا۔ کہ

اللہ تعالیٰ منع نہیں فرماتا کہ تم ایسے لوگوں کے ساتھ سلوک نیک کرو اور منصفانہ

برتاؤ رکھو۔ پس جنگ بدر تک جس قدر واقعات ہوئے۔ ان کا دہرانا بیہودہ

ہے۔ البتہ ابوزر صاحب نے یہاں ایک آسمان بنت مرواں کا قصہ بیان کیا

ہے۔ جس پر جرح ضروری معلوم ہوتی ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ اس کو

عمیر نابینا نے مار ڈالا۔ اول تو کہا ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف تھی۔ اور

ہجو آمیز شعر کہا کرتی تھی۔ اگر وہ ایسا کیا کرتی تھی۔ تو اس کی شرارت تو ثابت

ہے۔ کیونکہ اشعار کے علاوہ وہ ضرور اور طریقہ بھی مسلمانوں کو تکلیف دینے

کا عمل میں لاتی ہوگی۔ دوم یہ عجیب بات ہے کہ وہ اس کا خاوند تھا یا کوئی

غیر شخص۔ غالباً خاوند تو نہیں تھا۔ کیونکہ ایسا باغیرت شخص اس کو اپنے

نکاح میں کیسے رکھ سکتا تھا۔ اور پھر اس کا کوئی ذکر نہیں کہ عورت کے قتل

ہونے پر اس کے رشتہ داروں نے کوئی واویلا نہیں کیا۔ اور اگر وہ خاوند

نہیں تھا تو باوجود نابینا ہونے کے اس کے گھر میں کیسے گھس گیا۔ اور

رات کو اسکو بیخبری میں جا دبایا۔ اور کیا وہ عورت بھلی تھی اس کے گھر میں کوئی

اور نہیں تھا۔ اس جرأت سے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف شعر کہا کرتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اکیلی نہیں تھی۔ غرض اس قصہ پر بہت سے شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ ابوذر صاحب فرماتے ہیں کہ اس عورت کے خون کا یہ نتیجہ ہوا کہ سارا قبیلہ جلد مسلمان ہو گیا۔ اور ایسے ہی اور واقعات ہیں۔ جن میں محض اپنی جان و مال بچانے کے لئے لوگ مسلمان ہو گئے۔ مگر واقعات تو بڑے زور سے شہادت دیتے ہیں۔ جن میں سے بعض کا ذکر ہو چکا۔ اور بعض کا آگے آئیگا کہ جو قبیلے مسلمانوں سے صلح و آشتی رکھتے تھے۔ ان سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ بلکہ جو شریر بدخواہ اور عہد شکن تھے۔ انہیں سے لڑائیاں پیش آئیں۔ اور فتحیابی کے بعد ان سے ظالمانہ سلوک نہیں کیا گیا پس یہ کہنا کیسی غلطی ہے کہ وہ اپنی جان و مال کے خوف سے مسلمان ہو گئے۔ ہاں ان کو بھی ابوذر صاحب کی طرح وہم ہو گیا ہو تو اور بات ہے مگر نہیں وہ تو دیکھتے تھے کہ مسلمان صرف دشمنوں سے لڑتے ہیں اور دوستوں کی عزت اور حفاظت کرتے ہیں۔ اس لئے وہ ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے تھے کہ مسلمان بزور شمشیر لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے کے خواہشمند ہیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو ابوذر صاحب یہ فرماتے ہیں۔ کہ میں مسلمان ہوں۔ اور میرے اعتراض مخالفانہ رنگ کے نہیں۔ اور دوسری طرف اس قسم کے خیال ظاہر کرتے ہیں کہ گویا مسلمان ظالم اور جابر تھے

ناحق لوگوں کو تکلیف دیتے تھے۔ جن کا مدعا صرف لوٹ مار تھا۔ اور اگر لوگ خوش قسمتی سے مسلمان ہو جاتے۔ تو بچ رہتے تھے۔ ورنہ ان کے لئے کوئی بچاؤ کی صورت نہیں تھی۔ اور وہ امن اور آرام سے زندگی بسر نہیں کر سکتے تھے۔ افسوس ہے کہ وہ نتیجہ نکالتے وقت واقعات سے چشم بند کر لیتے ہیں۔ اور خود ہی جو کہتے ہیں نتیجہ اسکے بالعکس نکالتے ہیں چنانچہ انہوں نے جو مسلمانوں کی اخوت اور قیدیوں سے نیک سلوک کا ذکر کیا ہے۔ وہ آپ سن چکے ہیں۔ اور علاوہ ازیں اقرار کیا ہے کہ بنی خزاعہ پہلے ہی سے اسلام کی طرف راغب تھے۔ مگر العجب ثم العجب کہ وہ نتیجہ اسکے خلاف نکالتے ہیں بعض دشمنان دین کو مصلحت سمجھ کر قتل کر دینا اور بات ہے۔ ورنہ اس بات کے نکتہ چین بھی قائل ہیں کہ حتی الوسع حضرت رسول اللہ رحم اور عفو کو مدنظر رکھتے تھے۔ اور فتح پانے پر لوگوں سے نیک سلوک کرتے تھے چنانچہ فتح مکہ پر آپ کے ساتھ دس ہزار قدوسی موجود تھے اور اگر آپ چاہتے تو تمام مکہ کو تباہ و ویران کر دیتے۔ بلکہ اگر قریش کے جور و ظلم کا خیال کیا جائے جو انہوں نے متواتر تیرہ سال تک روا رکھا۔ حتیٰ کہ آپ کے خون کے درپے ہو گئے۔ اور مدینہ پہنچنے پر بھی مسلمانوں کا پیچھا نہ چھوڑا تو چاہیے تھا کہ کل دشمنان دین کو تہ تیغ کیا جاتا۔ مگر لا تثریب علیکم الیوم کہکر وہ شفقت دکھائی جس کی تاریخ کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں چنانچہ ولیم منور لکھتا ہے "

گو شہر مکہ نے بطوع و رغبت آنحضرت کی عظمت کو تسلیم کر لیا۔ مگر تو بھی تمام باشندوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا شاید یہ منشاء ہوگا کہ اہل مکہ کو مدینہ کے طور پر چھوڑ دیا جائے کہ رفتہ رفتہ خود بخود بلا اکراہ و اجبار اسلام میں داخل ہوتے جائینگے" (لائف اوف محمد از سر ولیم میور جلد ۴ صفحہ ۱۳۶)

حضرت رسول اللہ صلعم نے بنی حارث اور بنی نجران کے بڑے اسقف اور اور اساقفہ کو اور ان کے مریدوں اور راہبوں کو بایں مضمون نامہ لکھا کہ ہر چیز قلیل و کثیر جس حیثیت سے اب تمہارے کنائس اور خانقاہوں میں ہے۔ اسی حیثیت سے وہ تمہارے پاس رہیگی۔ اور تم اسے اسی طرح کام میں لاؤ جس طرح اب لاتے ہو۔ خود خداوند عالم اور اس کا رسول عہد کرتا ہے کہ کوئی اسقف اعظم اپنی عملداری سے اور کوئی راہب اپنی خانقاہ سے اور کوئی اسقف اپنے عہدے سے برخاست نہ کیا جاویگا اور ان کی حکومت اور حقوق میں کچھ تغیر و تبدل نہ کیا جائیگا۔ اور نہ اسبات میں کچھ تغیر کیا جائیگا۔ جو ان میں مرسوم و مروج ہو۔ اور جب تک وہ صلح اور تدین کو اپنا شعار رکھینگے۔ انپر کسی قسم کا جور نہ کیا جاویگا۔ نہ وہ کسی پر جور و ظلم کرنے پائینگے۔

جب آپ نے زید بن حارث کو موتہ کی طرف روانہ کیا تو فرمایا

اوصیکم بتقوی اللہ و بمن معکم من المسلمین خیراً اغزوا بسم اللہ فی سبیل اللہ من کفر باللہ لا تغدروا ولا تغلوا ولا تقتلوا ولیداً ولا امرأۃ ولا کبیراً فانیاً ولا متعزلاً بصومعۃ ولا تقربوا نخلاً ولا تقطعوا شجراً ولا تہدموا بناءً

میں نصیحت کرتا ہوں۔ تم کو اللہ کے ساتھ پرہیزگاری کی۔ اور اپنے ساتھی مسلمانوں کے ساتھ نیکی کرنیکی راہ خدا میں اللہ کے نام سے اس شخص کیساتھ لڑو جس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ہے۔ اور بیوفائی اور سرکشی نہ کرو اور بچے اور عورت اور بوڑھے اور عبادت خانے کے گوشہ نشینوں کو نہ مارو اور باغ کے نزدیک نہ جاؤ۔ اور درخت نہ کاٹو۔ اور مکانات کو نہ ڈھاؤ۔

اب سوچنا چاہیئے کہ کیا یہ باتیں ظالموں اور جابروں کی ہیں۔ یا متقی مومن پرہیزگاروں اور صلاح کاروں کی۔ اور کیا یہ لیٹروں اور دھاڑدیوں کا شیوہ ہو سکتا ہے کہ وہ اجہل قوم جو رات دن آپس میں جنگ و جدال میں مصروف رہتی تھی۔ اور زنا شراب اور جوئے کو فخر سمجھتی تھی۔ اور دیگر ہزار طرح کے عیوب میں مبتلا تھی۔ وہ ان سب بدیوں کو ترک کر کے نماز روزے اور دیگر عبادات الٰہی میں مشغول ہو گئی۔ حتی کہ جنگ کے موقعہ پر بھی نماز کو ترک نہ کرتے۔ افسوس ہے کہ اس بات کو نہیں سوچا جاتا کہ جنگ کا آغاز کیوں ہوا۔ اسکی غرض کیا تھی۔ اور بعد غلبہ کے مفتوحین کیساتھ کیا سلوک کیا گیا

اپوزر صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ بنی قینقاع کے بعد از تبلیغ مسلمان ہونے سے انکار کرنے سے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ مگر جس بنا پر ان کا محاصرہ کیا گیا۔ اور بعد میں ان کو شہر بدر کیا گیا۔ انکا ذکر انہوں نے لکھکر پھر کاٹ دیا ہے۔ وہ شوخی اور شرارت میں بڑھتے جاتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایک مسلمان عورت کی ہتک عزت کرنی چاہی۔ مگر وہ اپنی پاداش کو پہنچ گئے۔ اپوزر صاحب نے اس کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔ محض اس واسطے کہ ان کا پہلو کمزور نہ ہونے پائے۔ مگر یہ غلطی ہے۔ حق ان حیلوں سے نہیں چھپ سکتا۔

اس کے بعد اپوزر صاحب نے فرمایا ہے کہ قریش کو اس بات سے بڑا نقصان ہوا کہ ان کی تجارت جو ملک شام سے تھی۔ اور ان کو مدینے کے پاس سے ہو کر گزرنا پڑتا تھا مسلمانوں نے اس میں روکیں ڈالدیں۔ اور آتے جاتے ان کو دق کرنا شروع کیا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ مسلمان اس میں ملزم نہیں۔ ملزم قریش ہیں جنہوں نے عداوت کی ایذائیں دیں۔ اور لڑائی کا آغاز ان کی طرف سے ہوا۔ پس جب اللہ تعالےٰ کی طرف سے مسلمانوں کو مدافعت کا حکم ہوا تو یہ ان کا حق تھا کہ جسطرح ہو سکے اپنی حفاظت کریں اور دشمن سے انتقام لیں۔ یہ ان کا حق تھا کہ جہاں وہ ملیں۔ ان سے بدلہ لیں اور ہر کمین گاہ میں ان کے لیے چھپکر بیٹھیں۔ اور ہر فن جنگ سے فایدہ اُٹھائیں

یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ دشمن تو سب حیلے عداوت کے عمل میں لائے۔ اور
مسلمان باوجود اجازت ملنے کے خاموش رہیں۔ اگر مسلمانوں مدافعت کی
اور انتقام لینے کی اجازت نہ ملتی۔ تو پھر تو اسلام کا ہی خاتمہ ہو گیا ہوتا
مسلمان تکلیف کے وقت میں ہجرت نہ کرتے اور دشمن کے حملوں کی مدافعت
نہ کرتے بھلا سوچو تو سہی یہ کونسا انصاف ہے اور اس سے دنیاوی انتظام
میں کیا بہتری ہو سکتی ہے۔

میں جنگ احد اور جنگ احزاب کو چھوڑتا ہوں۔ کیونکہ اس کے متعلق
اپوزر صاحب نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس کا جواب دینا مناسب سمجھا
جائے۔ البتہ غزوہ بنی قریظہ کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے اسکے متعلق انہوں
نے صرف اتنا ہی کہا ہے کہ جنگ احزاب سے واپس ہو کر حکم آلہی کے
مطابق ان کا محاصرہ کیا گیا۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ وجہ کیا تھی۔ غالباً وہ معذور
ہیں۔ اور شاید جس کتاب سے انہوں نے اپنے بیانات اخذ کئے ہیں۔ یعنے
ولیم میور کی کتاب۔ اس میں اس کا ذکر نہیں۔ یہ قوم بدر کے موقعہ پر بھی بدعہدی
کر چکی تھی۔ اور دشمن کو ہتھیار دینے سے مدد کی تھی۔ مگر معاف کر دیئے گئے تھے
اور دوبارہ عہد کر لیا گیا تھا۔ اب انہوں نے خندق کے موقعہ پر دغابازی
کی۔ اور عہد توڑ ڈالا۔ اور قریش کے ساتھ مل کر یہ ٹھیرا دیا تھا کہ جب ایک
طرف قریش اور یہود ان بنی نضیر وغیرہ مسلمانوں پر حملہ کریں تو

دوسری طرف بنی قریظہ بھی ستر قریشی سرداروں کے ساتھ یکدفعہ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں۔ اور اس طرح ان کو کچل ڈالیں۔ حضرت رسول اللہ صلعم نے لڑائی کے دنوں میں کہلا بھیجا کہ اب بھی عہد پر قائم ہو جاؤ۔ مگر انہوں نے نہ مانا۔ اور سخت جواب دیا لہذا لڑائی ختم ہونے پر ان کا انسداد ضروری سمجھا گیا۔ ان محاصرہ کیا گیا۔ مگر کمبختوں نے حضرت رحمتہ للعالمین کو چھوڑ کر غیر کا فیصلہ منظور کیا۔ جس نے قتل کا فتوےٰ دیدیا۔ اور صرف قابل جنگ لوگ قتل کر دیئے گئے۔ تعداد مقتولین میں اختلاف ہے کوئی چارسو کہتا ہے۔ کوئی چھ سو۔ اور کوئی آٹھ سو۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس میں مبالغہ ضرور ہے کیونکہ بلحاظ اس آبادی کے جو اس زمانہ میں مدینہ کی تھی۔ یقین نہیں ہو سکتا کہ چارسو آدمی بھی لڑنے والے ایک محلہ (یعنے بنی قریظہ کے ایک محلہ) میں ہوں✤۔ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں اور بچوں سمیت چارسو یا کچھ زیادہ تعداد ہوگی۔ جس کو پچھلے راویوں نے مقتولین کی تعداد سمجھ لی۔ حالانکہ مجموعی حیثیت سے بھی چارسو کی تعداد میں کلام ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ رات کے وقت کل قیدی بنت الحارث کے گھر میں رکھے گئے تھے جو اتنی بڑی جمعیت کے لیئے کافی نہیں ہو سکتا تھا۔ بہرحال مسلمانوں کا یہ فعل اس وقت کے مارشل لا سے بہت نرم تھا جس سے بزور شمشیر صرف

✤ شردھے پرکاش دیوجی پرچارک برہم دھرم نے قریباً ۲۵۰ آدمی لکھے ہیں۔

امن کا قائم رکھنا مقصود تھا۔ نہ کسی کو جبراً مسلمان کرنا۔

بنی جوزام والا قصہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ مگر حیرانی ہے کہ ایوزر صاحب

نے یہ ہمیں نہیں بتایا کہ فلاں موقعہ پر مجبوراً لوگوں کو مسلمان کیا گیا۔ اور ساتھ

ہی بار بار لکھتے جاتے ہیں کہ ان لڑائیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے قبائل

نے اسلام قبول کیا۔ اور پھر یہ بھی دعویٰ ہے کہ بہت سے لوگوں نے محض

دباؤ اور لالچ کی وجہ سے اسلام اختیار کیا۔ میں نے تین نقص ایوزر صاحب

کی تحریریں نوٹ کئے ہیں۔ جن کے باعث وہ صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔ اور

مسلمانوں کو بلاوجہ ملزم قرار دیتے ہیں۔

اول جنگ کا ذکر کرتے ہوئے وہ اسباب کو مدنظر نہیں رکھتے۔ کہ

آخر کیا وجہ پیش آئی۔ جس کے باعث مسلمانوں کی طرف سے لڑائی کی گئی۔

دوم۔ مسلمانوں نے جو کسی موقعہ پر ضرورت کے مطابق کفار پر تشدد

کیا۔ اس کو مبالغہ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اور کفارہ کی طرف سے جو سختیاں

اور ظلم کئے گئے۔ انکا یا تو ذکر ہی نہیں کرتے۔ اور اگر کرتے ہیں تو دھیمی آواز سے۔

سوم۔ مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے تو اس کو شمشیر کے اثر سے تعبیر

کرتے ہیں۔ اور ان کی تبلیغ کو جبر سے روکا جاتا ہے۔ یا واعظین کو قتل کیا جاتا

ہے تو اس سے جھٹ نتیجہ نکال لیتے ہیں کہ تبلیغ کا کوئی اثر نہیں تھا۔

عضل اور قارہ عرب کے دو قبیلے تھے۔ ان لوگوں کے سفیر جنگ احد کے بعد

آنحضرت صلعم کے پاس آئے۔ اور عرض کیا کہ ہم لوگ دین اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ آپ چند آدمی ہمارے تعلیم کے لئے روانہ کیجئے۔ آپ نے چھ یا سات آدمی ہمراہ کر دیئے۔ مگر انہوں نے مقام رجیع پر پہنچکر خبیب اور زید کے سوا سب کو قتل کر ڈالا۔ اور ان دو بچے ہوؤں کو مکے میں لاکر بیچ ڈالا۔

ایسے ہی جیسا میں پہلی تقریر میں بیان کر چکا ہوں۔ ابو براء عامری آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ اور دم دلاسا دیکر اپنے ہمراہ ستر حواری جو قرآن کے قاری تھے۔ لے گیا۔ ان سب کو مروا ڈالا جس میں سے صرف دو آدمی بچے ایک تو زخمی تھا۔ اور دوسرا قید کیا گیا۔

ان واقعات سے اپوزر صاحب نتیجہ نکالتے ہیں کہ تبلیغ کا کچھ اثر نہیں تھا۔ حالانکہ بات یہ تھی کہ متعصب اور ضدی لوگ مسلمانوں کے اس لئے دشمن ہو گئے تھے کہ ان کو روز بروز ترقی ہوتی جاتی تھی۔ اور وہ کسی طرح روک نہیں سکتے تھے۔ پس انہوں نے مسلمانوں کو موقعہ پاکر قتل کر کے اسلام کو نقصان پہنچانا چاہا۔ اگر ان پر تبلیغ کا اثر نہیں تھا تو ان کو مجبوراً تو کوئی مسلمان نہیں کرتا تھا۔ پس ان کی یہ کارروائی کہ ان کو خواہ مخواہ قتل کر دیا کیونکر قابل معافی ہو سکتی تھی۔ اور در حقیقت جیسا کہ میں نے پیشتر اور آج کی تقریر میں بیان کیا ہے۔ کفار کی دشمنی اور اس قسم کی شرارتوں کی وجہ سے مسلمانوں کو تلوار اٹھانی پڑی۔ تاکہ امن ہو جائے۔ اور مسلمان بھی اپنے فرائض مذہبی کو بلا

روک ٹوک ادا کر سکیں۔ ابوذر صاحب نے ان بیگناہ مسلمانوں کے قتل ہونے

اور کفار کی غدارانہ کارروائی پر کوئی ریمارک پاس نہیں کیا۔ بلکہ ساتھ ہی

یہ کہدیا کہ چند دن ہی نصیبِ جلاوطن کئے گئے۔ ابوذر صاحب نے کچھ نہیں

فرمایا کہ ان کا محاصرہ کیوں کیا گیا۔ اور وہ اس لائق کیوں قرار دیئے گئے

کہ ان کو شہر سے نکال دیا گیا۔ میں اس کی وجہ قدرے تشریح کے ساتھ پہلی

تقریر میں عرض کرچکا ہوں۔ چونکہ ابوذر صاحب نے اس پر نکتہ چینی نہیں کی

اس لئے اس کو دہرانا بے سود ہے۔ مجھے اس موقعہ پر ایک بات یاد آئی جو میں

نے سنی ہے کہیں پڑھی نہیں۔ وہ یہ ہے کہ باوجودیکہ شیعہ مسلمان ہیں۔ مگر امیر

عبدالرحمن نے ان کو اپنی قلمرو سے محض اس وجہ سے نکال دیا تھا کہ وہ

شرارتوں سے باز نہیں آتے تھے۔ غرض ایسی حالت میں کہ دشمن فتنہ و

فساد سے باز نہ آئے۔ ضروری ہوتا ہے کہ اس کا انسداد کیا جائے۔ اور

ابوذر صاحب بھی اس اصول کا انکار نہیں کر سکتے۔ افسوس ہے تو اتنا ہے

کہ وہ وجہ تلاش نہیں کرتے کہ کسی قوم پر حملہ کیا گیا۔ تو کیوں؟ چنانچہ

آپ نے یوں ہی پھر کہدیا ہے کہ تھوڑے دنوں بعد عبدالرحمن کو سات

سو آدمیوں کے ساتھ دومہ بھیجا گیا۔ شاید وہ اس وجہ سے معذور ہیں

کہ کسی عیسائی مورخ کی کتاب سے انہوں نے ان واقعات کو لیا ہے

اور اس کا مدعا چونکہ غالباً یہ ہے کہ مسلمانوں کو خواہ مخواہ ملزم ثابت کرے

اسلئے اس نے مختلف جنگوں کے وجوہ بیان نہیں کئے۔ مگر اپوزر صاحب کو تو ضرور قلق ہونا چاہیئے۔ اور انہیں جستجو کرنی چاہیئے۔ دومۃ الجندل کے لوگ عیسائی تھے۔ اور وہ ہمیشہ حملہ کا موقعہ تکتے رہتے تھے۔ چنانچہ ہجرت کے چوتھے سال انہوں نے مسلمانوں کی تجارت کو روک دیا تھا۔ اور مسافروں کو لوٹنا شروع کیا تھا۔ اور مدینہ پر حملہ کرنیکے لئے جمع ہوئے تھے۔ اسوقت آنحضرت صلعم نے خود ان کے مقابلہ پر کوچ کیا تھا۔ مگر وہ بھاگ گئے تھے۔ مگر پھر بھی وہ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئے۔ اسلئے آپ نے عبدالرحمٰن بن عوف کو ان کی سرزنش کے لئے بھیجا۔ یہ غلط ہے۔ کہ انکو تین دن تک دین اسلام قبول کرنیکی مہلت دی گئی۔ کیونکہ جو مسلمان نہیں ہوئے۔ انکو مجبور نہیں کیا گیا۔ بلکہ اطاعت کی شرائط پر یعنی جزیہ منظور کرکے انکو ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا۔

موقعہ حدیبیہ پر جن مسلمانوں نے ساتھ نہ دیا۔ ان کی نسبت جو آیات قرآنی ہیں۔ میں انکا ذکر کرچکا ہوں۔ بیشک رسول اللہ صلعم کو خبر دیگئی کہ اب جنگ جو شروع ہو گئے ہیں تو ابھی سخت مقابلے پیش آنیوالے ہیں اور وہ پیش آئے۔ ان واقعات سے آپ کی صداقت زیادہ وضاحت کیساتھ منکشف ہوتی ہے۔ کیونکہ جیسا مینے بیان کیا ہے۔ آپ نے خود کبھی چھیڑ چھاڑ شروع نہیں کی۔ بلکہ کفار کی دشمنی اور ان کی بیجا اور مجرمانہ حرکتوں

نے آپ کو مجبور کیا۔ اور ایسا ہی یہ بھی صحیح ہے۔ کہ آپ نے صلح حدیبیہ کو فتح سے تعبیر کیا۔ اور وہ یوں پوری ہوئی۔ کہ اول تو جیسا مینے بیان کیا ہے۔ شرائط صلح جو ظاہرہ قریش کے حق میں تھیں۔ عملاً وہ انکے خلاف ہو گئیں۔ اور دوسرے آپکو فتح مکہ حاصل ہو گئی۔ فتح مکہ کے متعلق جو میں نے گزشتہ تقریر میں حالات بیان کئے تھے۔ اپوزر صاحب نے ان پر بھی نکتہ چینی نہیں کی۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ انھوں نے انکو تسلیم کر لیا ہے پس ان کے تکرار کی ضرورت نہیں۔ اور چونکہ انھوں نے فتح مکہ کے بعد کے حالات کا ذکر نہیں کیا۔ اسلئے میں بھی یہیں اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں ✣

از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام

شانِ احمد را کہ داند جز خداوند کریم ؎ آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم
زاں نمط شد محو دلبر کز کمال اتحاد پیکر او شد سراسر صورت رب رحیم
بوئے محبوبِ حقیقی میدمد زاں روئے پاک ذات حقانی صفاتش مظہر ذات قدیم
گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال چوں دل احمد نمے بینم دگر عرش عظیم
منت ایزد را کہ من بر رغم اہل روزگار صد بلاہا میخرم از ذوق آں عین النعیم
از عنایات خدا و زفضل آں دادار پاک دشمن فرعونیانم بہر عشق آں کلیم
آں مقام و رتبت خاصش کہ برمن شد عیاں گفتمے گر دیدمے طبعے دریں راہ سلیم ؎
در رہِ عشق محمد ایں سر و جانم رود ایں تمنّا ایں دعا ایں در دلم عزم صمیم

مؤلف رسالہ ہذا

کی

دیگر کتابیں

۱- **گوشت خوری**۔ جس میں عقلی و نقلی دلایل سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ گوشت کھانا انسان کے لئے جائز غذا ہے۔

۲- **قدامت روح و مادہ اور تناسخ**۔ اس میں مختلف پہلوؤں سے یہ دکھایا گیا ہے۔ کہ روح اور مادہ جن کی ترکیب سے کل کائنات کا ظہور معلوم ہوتا ہے۔ مخلوق ہیں۔ اور مسئلہ تناسخ باطل ہے۔

نوٹ۔ یہ ہر دو رسائل آریہ سماج شملہ کی گھاس پارٹی کے ساتھ مباحثہ میں مرتب کئے گئے تھے

اور ناظرین نے ان کو بہت

پسند فرمایا ہے

الحق من ربک فلا تکونن من الممترین

اسلامی صداقت

اور

ویدی بطالت

مولفہ

عالیجناب مولوی قاضی محمد فضل اللہ صاحب مدرس اول مدرسہ ضلع گورداسپور

جسکو

منیجر ضیاء الاسلام مراد آباد نے

مطبع افضل المطابع پریس مراد آباد میں چھپوا کر

شایع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

نحمدہ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

سب حمد وتعریف خاص اللہ جل جلالہ عم نوالہ کی شایان شان ہی۔ وہ اللہ تعالیٰ کہ نہ تو کوئی اُسکی ذات میں شریک ہی نہ صفات میں۔ اور نہ کوئی سوائے اُسکے عبادت کے لائق ہی۔ اگر وہ اپنی ذات میں یکتا، وبےمثل ہی تو صفات میں بھی کامل واکمل ہے جیسا کہ وہ ہر چیز دنیا وما فیہا (خواہ روح ومادہ ہی کیوں نہ ہو) کا رازق وخالق ہی۔ ویسا ہی عبادت کے بھی وہی لائق ہو۔ اگر عقل سلیم اور طبع فہیم کی مدد سے ہر چیز کو ملاحظہ کیا جاوے تو ایک ایک ذرہ اور ایک ایک پتہ زبان حال سے اُسکی وحدت اور یکتائی کی شہادت دیتا معلوم ہوتا ہی۔ ٥

ہر گیا ہے کہ از زمیں روید		وحدہ لا شریک لہ گوید

اور درود لا معدود اُس سرور کائنات فخر الانبیا جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جنکے دنیا میں مبعوث ہونے سے انسان آتش پرستی۔ بت پرستی۔ اور سلوہ پرستی اور توہم پرستی کو یک لخت چھوڑ کر سچے اور خالص موحد بن گئے اور اس بات کو ہم ہی نہیں کہتے بلکہ مخالف متعصبین کے قلم اور زبان سے برابر اسکی شہادت بیّن اور روشن طور پر ظاہر ہو رہی ہی اور اصل خوبی بھی وہی ہے کہ جس کی دشمن بھی تصدیق کرے۔ ٥

حسن آں باشد کہ سِرِّ دلبراں		گفتہ آید در حدیث دیگراں

یہانتک کہ سر ولیم میو جیسا دیندار عیسائی اسلام کی تعلیم کے فیوضات کو

اسطرح بیان کرتا ہی۔ کتاب لائف آف محمدؐ میں ”ہم بلا تامل اس بات کو
تسلیم کرتے ہیں۔ کہ اُس نے (مذہب اسلام نے) ہمیشہ کیواسطے اکثر توہمات
باطلہ کو جنکی تاریکی مدتوں سے عرب کے جزیرہ نما پر چھا رہی تھی۔ کالعدم کر دیا۔
اسلام کی صدائے جنگ (نہیں بلکہ صدائے توحید) کے روبرو بت پرستی موقوف
ہوگئی۔ اور خدا کی وحدانیت اور غیر محدود کمالات اور ایک خاص اور ایک جگہہ
احاطہ کی ہوئی قدرت کا مسئلہ حضرت محمد صلعم کے معتقدوں کے دلوں اور جانوں
میں ایسا زندہ اصول ہو گیا۔ جیسا کہ خاص حضرت محمد صلعم کے دل میں تھا۔ مذہب
اسلام میں سب سے پہلی بات جو خاص اسلام کے معنی میں یہ ہی۔ کہ خدا کی مرضی پر
توکل مطلق کرنا چاہیے۔ بلحاظ معاشرت کے بھی مذہب اسلام میں کچھ کم خوبیاں
نہیں ہیں۔ چنانچہ مذہب اسلام میں یہ ہدایت ہی کہ سب مسلمان آپس میں ایک
دوسرے کے ساتھ برادرانہ محبت رکھیں یتیموں کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیے
غلاموں کے ساتھ نہایت شفقت برتنی چاہیے۔ نشہ کی چیزوں کی ممانعت ہی
مذہب اسلام میں اس بات پر فخر ہی کہ اُسمیں پرہیزگاری کا ایک درجہ موجود ہی
جو کسی اور مذہب میں نہیں پایا جاتا“

اس عبارت میں صاحب موصوف نے بجائے صدائے توحید کے صدائے جنگ کا
لفظ تحریر کیا ہی۔ جو کہ بالکل غلط ہی۔ اصل صدائے توحید چاہیئے۔ جسکی تصدیق
ہم ایک اور انگریز کی شہادت سے کرتے ہیں۔

مسٹر جان ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب مسمیٰ اپالوجی فار دی محمد اینڈ قران“
میں یہ رائے لکھی ہی۔ کہ اس بات کا خیال کرنا جیسا کہ بعضوں نے کیا ہی۔ بہت بڑی
غلطی ہی۔ کہ قرآن میں جس عقیدہ کی تلقین کی گئی ہی۔ اُسکی اشاعت صرف بزور شمشیر
ہوئی تھی۔ کیونکہ جن لوگوں کی طبیعتیں تعصب سے مبرا ہیں وہ سب بلا تامل اس بات

تسلیم کریں گے۔ کہ حضرت محمد صلعم کا دین (جسکے ذریعہ سے) انسانوں کی خون یعنی قربانی کے بدلے نماز اور خیرات جاری ہوئی۔ اور جس نے عداوت اور دائمی جھگڑوں کی جگہہ فیاضی اور احسن معاشرت کی ایک روح لوگوں میں پھونکدی۔ اور جسکا اسیوجہ سے بہت بڑا اثر شایستگی پر ہوا ہوگا۔ مشرقی دنیا کے لیئے ایک حقیقی برکت تھی۔ اور اسوجہ سے خاصکر اُسکو اُن خونریز تدبیروں کی جا جت نہ پڑی ہوگی۔ جنکا استعمال بلا استثنا اور بلا امتیاز کے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بت پرستی کے نیست و نابود کرنیکو کیا تھا۔ پس ایسے اعلیٰ وسیلہ کی نسبت جسکو قدرت نے بنی نوع انسان کے خیالات اور مسائل پر مدت دراز تک اثر ڈالنے کو پیدا کیا ہی۔ گستاخانہ پیش آنا اور جاہلانہ مذمت کرنا کیسی لغو اور بیہودہ بات ہی واقعی صاحب موصوف کی رائے کے مطابق آں سرور کائنات پر جاہلانہ اور لغویات کا اتہام لگانیوالے وہی ہیں جنکی نسبت خداوند کریم نے فرمادیا ہی۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا - وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا اُولٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ - اُولٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۝

اُنکے واسطے دل ہیں جو اُنسے نہیں سمجھتے اور واسطے اُنکے آنکھیں ہیں مگر اُنکے ساتھ (روشن دلیلوں کو) نہیں دیکھتے اور اُنکی واسطے کان ہیں مگر نہیں سُنتے (نصیحت کی باتیں) وہ بہائم کی مانند ہیں۔ بلکہ اُنسے بھی گئے گذرے وہی گمراہ ہیں۔ اور وہی غافل ہیں۔ پھر مسٹر جان ڈیون پورٹ تحریر کرتے ہیں۔

جب ان معاملات (مذکورہ) پر خواہ اُس مذہب کے بانی کے لحاظ سے خواہ اُس مذہب کے عجیب و غریب عروج اور ترقی کے لحاظ سے نظر کی جاوے۔ تو بجز اسکے اور کچھہ چارہ نہیں ہی۔ کہ اسپر نہایت دل سے توجہ کی جاوے۔ اس امر میں بھی کچھہ مشتبہ نہیں ہوسکتا کہ جن لوگوں نے مذہب اسلام اور مذہب عیسائی کی

خوبیوں کو بمقابلہ ایک دوسرے کے تحقیق کیا ہو۔ اور اُنپر غور کیا ہو۔ اُنمیں سے
بہت کم ایسے ہیں جو اس تحقیقات میں اکثر اوقات تردد اور صرف اس بات کو
تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہوں کہ مذہب اسلام کے احکام بہت ہی عمدہ اور مفید
مقاصد ہیں بلکہ اس بات کے اعتقاد کرنے پر بھی مجبور ہوئے ہیں کہ آخر کار مذہب اسلام
سے انسان کو فائدہ کثیر ہوگا ؟
کیا مخالفین کی شہادت سے یہ واضح نہیں ہوتا۔ کہ کل مذاہب سے جو دنیا میں
ہیں۔ اسلام ہی کو فضیلت ہو الفضل ما شهدت به الاعداء اور یہی اسلامی
صداقت کا ایک اعلیٰ نشان ہو۔ ؟
میرے خیال میں عیسائی مذہب کی تردید کیواسطے تو عیسائی محققوں کی شہادتیں
کافی ہیں اور جنکو انشاء اللہ اپنے موقع پر اس سے بھی واضح طور پر چھپایا جائیگا
دوسرا گروہ جس نے اسلام کا توحیدی ڈنکا بجتا دیکھکر اسلام پر زہر اگلنا شروع
کیا ہو۔ اور بت پرستی سے توحید پرستی نکالنے میں بہت زور مارا ہو۔ اور اپنے
عیبوں کو چھپانے کیواسطے وید کو عجیب عجیب تاویلوں کے سانچے پر ڈھالا ہو
اور میں یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ دیکھو اخبار عام ۹ مارچ ۱۸۹۷ء
میں ایک ہندو پنڈت کیا بیان کرتا ہو۔ وہو ہذا ممالک غیر۔ برطانیہ۔ جرمنی
فرنچ امریکن کے مشہور فاضلوں سے پوچھو کہ جنھوں نے اپنی تمام زندگی اور
ثروت کی طاقت کو تحقیقات کے پیچھے گذار دیا۔ وہ بھی کہیں گے۔ کہ جس طرح
دن میں آفتاب انجیل میں تثلیث اور قران میں توحید ہو اسی طرح وید و نمیں
مورتی پوجا اور ترین ہو۔ کسقدر غضب کی ڈاکہ زنی ہو کہ ویدوں کو اُنکی خاص
خوبیوں سے جنکی وجہ سے انکی علیحدگی صاف اور نمایاں اور مشہور زبان ہو
محروم کیا جاوے۔ ؟ اخبار عام

اس کے بعد واضح ہو۔ کہ وقت موجودہ میں مذہبی دنیا اس جوش وخروش
میں ہے۔ کہ ہر ایک شخص اپنے اپنے تراشیدہ خیالات کی اسطرح تائید کرتا ہے
کہ گویا میرے عقائد کے سوا سب مذاہب باطل۔ اور ایک میرا ہی مذہب درست
ہے۔ عیسائی تثلیث کے قائل ہو کر تین تیرہ ہو رہے ہیں۔ اور مسیح علیہ السلام کو
خدائی کی مسند پر بٹھا کر آپے میں نہیں سماتے۔ دیانندی مادہ اور روح کو
ازلیت کا لباس پہنا کر آپ کو مشرک نہیں ٹھیراتے۔ اور اسلام سے توحید کا
سبق سیکھ کر شکر گذار نہیں ہوتے۔ گو انھوں نے ویدوں کے معنی بیان
کرنے میں عجیب وغریب تاویلات سے کام لیا ہے۔ مگر پھر بھی توہم پرستی کو
اُس سے دور نہیں کر سکے بقول بلبل شیراز ؎

آہنے را کہ مورچہ بخورد	نتواں بُرد ازو بصیقل زنگ

خود پنڈت دیانند جی مہاراج اوپدیس منجری صـ ۱۱ میں بیان کرتے ہیں۔
کہ پارسی لوگ آتشکدہ میں آتش پرستی کرتے ہیں۔ کیا اس عمل کی بنیاد ویدوں
میں نہیں ہے؟ مہاراج ضرور ہے۔ انہی باتوں سے تو وید سب سے اول نمبر ہے
اب کوئی انسان عاقبت اندیشی کے خیال سے مذہبی تحقیق کرے تو کس طرح
اگر صرف عقلی دلائل کو معیار صداقت قرار دیا جاوے تو دعویٰ اور ثبوت اتنے
لمبے چوڑے اور طول طویل ہو جاتے ہیں کہ اصل مطلب سے کوسوں دُور جا پڑتے
ہیں۔ اور بعض دفعہ عقل انسانی بھی کیونکہ محفوظ من الخطا نہیں ہے۔ غلطی بھی کھا جاتی ہے

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن	کہ جاہا سپر باید انداختن

میرے خیال میں عقلی معیار کو استعمال کرنا بڑے بڑے محققوں کا کام ہے عوام
کو کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور اگر کسی مذہب کے ایک ایک مسئلہ کو لیکر
اُسپر غور وفکر کیا جاوے تو اس تھوڑی سی عمر میں انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا کہ

موت آن دباتی ہی۔ اور دل کی دل ہی میں رہ جاتی ہی۔ اور اگر لفظی بحث کو چھیڑا جائے تو ایک لفظ کے چند در چند معنی ہونے کے باعث مدعی تو اپنے حسب پسند اور معترض اپنی مرضی کے موافق معنے کرتا ہی۔ پھر اسپر اکتفا نہیں کیا جاتا۔ بلکہ غلط اور اغلط معنی کیے جاتے ہیں۔ جن سے اس مضمون کو کوئی بھی تعلق اور واسطہ نہ تھا۔ مثلاً ایکدن میرے ایک دیانندی سجن کے ہاتھ میں ادہرم پال مرتد کی تہذیب جلد ۲ تھی میں نے اُسکو کھولا تو اول ہی آیت وعلی ابصارہم غشاوۃ کا ترجمہ یہ کیا تھا۔ کہ اُنکی آنکھوں پر پٹی باندہ دی تھی۔ میں دیانندی سجن سے دریافت کرنے لگا۔ تو اُس دوست نے کہا کہ جانے دو میں نے کہا۔ کہ میں کوئی اور بات تو نہیں کرتا۔ مگر آپ کے پاس مترجم قرآن مجید ہی۔ اور اُس کے پہلے ورق پر یہ آیت ہی۔ اُسکے ساتھ ترجمہ ملاؤ۔ اور اپنے ادہرم پال کی ایمانداری کی داد دو۔ اور بھومکا صہ ۵۲ کی یہ عبارت بھی دیکھ لینا۔ ناپاک باطن والے جاہلوں کو واقعی علم نہیں ہوتا۔؟

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز یہ امر ہی۔ کہ دیانندی دوستوں کو جب اُردو ستیارتھ نکالکر دکھائی جاتی ہی تو اول یہ عذر ہوتا ہی۔ کہ ترجمہ غلط۔ جب ستیارتھ کے پہلے ہی صفحہ کے لفظ مستند ترجمہ پر توجہ دلائی جاتی ہی۔ تو پھر یہ کہا جاتا ہی۔ کہ پنڈت دیانند کا یہ پرمان ویدورد (وید کے برخلاف ہی) اگر واقعی وید کے برخلاف پنڈت دیانند کی کوئی بات تسلیم نہیں کی جاتی۔ تو وید کا چار رشیوں (اگنی۔ وایو۔ انگرا۔ ادیتہ) بقول دیانند کیوں مان لیا جاتا ہے حالانکہ سناتن دھرم والے وید کا نزول برہما پر مانتے ہیں۔ ان باتوں سے بچنے کے لیے ہم نے یہ طریقہ سوچا ہی۔ کہ تعلیم الٰہی وہی ہو سکتی ہی۔ کہ جسکی تعلیم اپنی درمیان دعویٰ مع دلائل رکھتی ہو۔ اور اسقدر روشن ہو کہ مخالفوں کو بھی

سوائے تسلیم کے چارہ نہ ہو۔ جیساکہ ہم اوپر دکھا آئے ہیں۔ اسجگہہ کچھ اور
ذکر کیا جاتا ہی سیل صاحب ترجمہ قرآن کے مقدمہ کے باب دوم صفہ ۲۹ میں فرماتے
ہیں۔ خواہ کوئی کچھہ ہی کہے۔ مگر محمد صاحب میں ذاتی صفات ایسی نہیں جیسی کہ
نبی کے لیئے چاہئیں۔ پنڈت دیانند نے بھی اسلامی توحید کو تسلیم کر کے ویدوں
سے توحید بنانی چاہی اور اُسکو تعصب اور ہٹ دھرمی اور شرمساری خلائق
نے آبائی دین سے نکلکر اسلام قبول نہ کرنے دیا جسکی تصدیق ستیارتھ ص ۴۹۷
میں برہم سماج کی تردید کرتے ہوئے کرتے ہیں۔ بھلا جب آریہ ورت میں پیدا
ہوئے اور اسی ملک کا آب و دانہ کھایا اور اب بھی کھاتے پیتے ہیں تو اپنے
ماں باپ دادا کے راستہ کو چھوڑ کر دیگر غیر ممالک کے مذاہب کیطرف
زیادہ مائل ہو جانا اور برہما سماجی اور پرارتھنا سماجوں کا علم سنسکرت سے بے بہرہ
ہو کر اپنے کو عالم ظاہر کرنا۔ انگریزی زبان پڑھکر پنڈت کا گھمنڈ کرنا اور فوراً ایک مذہب
چلانے کیلیے راغب ہو جانا یہ انسانوں کے لیے مستحکم اور اُنکی ترقی کا باعث
کیونکر ہو سکتا ہی ۹ آبائی دین کی ہٹ ہی کفر ہی۔ اسیواسطے خدا تعالے نے فرمایا ہی

الہام کی ضرورت

قال اللہ تعالیٰ عزوجل شانہ و عم نوالہ۔ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ مِنْ اَیِّ
شَیْءٍ خَلَقَهٗ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ۔ (ترجمہ)
ہلاک ہو انسان کہ کسقدر کفران نعمت کرتا ہی۔ باوجودیکہ اسکو اس عظیم القدرت
کلام (قرآن شریف سے) ہر طرح سے ہدایت کا راستہ بتایا گیا ہی۔
ان احکام کو پہچانکر موافق فرمان ایزد تعالیٰ کے تابعداری نہیں کرتا۔ بلکہ انکار ہی
کرتا ہی اور اپنی پیدائش کی طرف خیال نہیں کرتا کہ اُسکو کس حقیر چیز سے

پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی پانی کے ایک قطرہ سے پیدا کیا ہے پانی بھی وہ کہ راستہ بول
سے نکلا ہے۔ اور پھر اُسکو خون کی صورت میں قدرت کاملہ نے لاکر ایک مضغہ سا
بناکر بقدرہ اُسکو اندازہ کرکے مناسب جوڑوں اور آنکھ کان ہاتھ پاؤں اور
زبان لب اور مناسب قد و قامت کے ساتھ پیدا کیا۔ پھر نو ماہ یا کم و بیش کے
بعد اُسکو اپنی ماں کے پیٹ سے نکلنے کیواسطے راستہ آسان کر دیا۔ کیونکہ
طفل ماں کے شکم میں اسطرح ہوتا ہے کہ اُسکا سر سر ماں کے سر کی جانب اور
پاؤں والدہ کے پاؤں کی طرف۔ مگر وقت پیدائش خدائے قادر کریم کی
قدرت سے منقلب ہو کر ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے۔ تاکہ اُسکے باہر آنے میں
کوئی تکلیف نہ ہو۔ اور ہر طرح سے آسانی ہو۔

ناظرین۔ اگر قرآن مجید کی صرف اسی آیت کو تعمق اور غور کی نظر سے خیال
کیا جاوے تو معلوم ہو جاویگا کہ وہی خلاق عظیم اور رحمان و رحیم ہے جس نے
اپنی قدرت کاملہ سے انسان کو پانی کی ایک بوند سے پیدا کیا اور اُس
انسان کو اپنی صنعت کاملہ کا ایک زبردست نمونہ بنایا۔ سارے جہان پر اُسے
اشرف المخلوقات ٹھیرایا اپنے فضل و کرم سے اُسپر تمام ظاہری و باطنی
نعمتوں کو پورا کیا۔ اور روحانی اور جسمانی فیوضات سے اُسے کامل حصہ دیا
اپنے صفات کاملہ کا اُسے مظہر ٹھیرایا۔ اور اسرار قدرت کا اُسے جلوہ گاہ
بنایا۔ شان الٰہی تو دیکھو اُس نے انسان کا پتلہ کس چیز سے بنایا۔ اور کیا سے
کیا کر دکھایا۔ انسان کی اصل کیا تھی۔ پانی کی ایک حقیر بوند جس میں عقل شنوائی
بینائی۔ سر ہاتھ۔ پاؤں۔ زبان۔ لب۔ آنکھ۔ ہڈی۔ گوشت۔ چہرہ کچھ نہ تھا
بلکہ ایک ہی طرح کا سفید پانی معلوم ہوتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسی حقیر بوند
سے انسان بنایا تو بنایا کیسا۔ کہ دنیا کے تمام حکما اور فلاسفروں کی عقل دنگ

اور حیران ہوتی ہی - بے اختیار سبحان اللہ اور فتبارک اللہ احسن الخالقین پکار اُٹھتا ہی - اسیطرح دنیا و مافیہا کی طرف نظر کرو تو ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ سے یہی صدا اور آواز آرہی ہی ؎

آں صانع لطیف کہ بر فرش کائنات	چندیں ہزار صورت الواں نگار کرد

اہاہا - وہی پانی کی ایک بوند تھی جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے تمام اعضاء اور نقش و نگار بنانے شروع کیے - ہڈیاں جدا بن رہی ہیں - بال علیحدہ - دانت - ناک - کان - ہاتھ - پاؤں - سر - ناخن باہر کے اعضاء دل و دماغ جگر وغیرہ اندر کے اعضاء صدہا چیزیں بڑی خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اپنی اپنی جگہہ پر بن رہی ہیں کہ اگر ایک ایک چیز کی طرف غور کیا جاوے تو عقل اُسمیں حیران ہی - حالانکہ سب چیزیں ہمارے سامنے موجود اور اپنے وجود میں موجود ہیں - اس جگہہ مجھے سخت افسوس اور ہمدردی بنی نوع انسان کو مدنظر رکھکر کہنا پڑتا ہی - کہ کہاں ہیں اُس گروہ کے مدعی جو خدائی علم کو اپنے ہاتھوں سے ماپتے ہیں اور مُنہ زوریاں کرتے ہیں - اور خدا کی پاک ذات کو ایک کمہار کی ذات سے زیادہ وقعت نہیں دیتے - اور یہ کہتے ہیں کہ اگر خداوند کریم کو روح اور مادہ کا ذخیرہ پیدا شدہ نہ مل جاتا تو محض ناکارہ اور معطل تھا - ساتھ ہی اس کے روح کو انادی تسلیم کرکے اُسکی ماہیت کی واقفیت کا دعویٰ اور انسان کے وجود تک کے حالات سے بے علم محض - دیکھو - رسالہ آریہ مسافر کا اڈیٹر ماہ جنوری ۱۹۰۵ء کے رسالہ صفحہ ۳۳ میں تحریر کرتا ہی - وھو ھذا

(۱) اگر تھوڑا سا غور کیا جاوے - تو معلوم ہوتا ہی کہ ہماری بناوٹ میں ایسی باریکیاں پیچیدگیاں ترکیب دی گئی ہیں کہ جیسا اُسکا مثل بنانا ناممکن ہی ویسا ہی فہم انسان

کے لیے اُنکی ماہیت کو کماحقہ سمجھنا اگر ناممکن نہیں تو ممکن سے بہت دُور ہی۔ ؟
ناظرین جائے غور اور سوچ کا مقام ہی کہ مصنف وید نے روح کو تو پیدا نہ کیا اور
اُسکی ماہیت وید میں درج کر دی۔ اور دیانندیوں نے سمجھہ بھی لیا۔ مگر انسان کو
اپنے ہاتھہ سے بنایا۔ اور اُسکی ماہیت وید میں نہ بتائی۔ اور نہ آریوں کی سمجھہ میں آئی

واہ ایں چہ بوالعجبی ست

اوہو۔ مجھے ایک بات یاد آئی۔ کہ مصنف وید آخر ہی تو دانا۔ اسمیں عجیب حکمت سے
کام لیگیا۔ کہ روح کی ماہیت تو دیانندیوں کو بتا دیتے ہیں کہ وہ روحوں کا علم
حاصل کرکے اگر پیدا کرتے جائیں گے تو ہم بھی دنیا کو بڑھا کر اپنی الشوری کی
زبردست سلطنت بنائیں گے۔ اگر انسان کی بناوٹ کا حال بتا دیا۔ اور
روح کا علم اول دیانندیوں کو معلوم ہی ہی۔ ایسا نہ ہو کہ آدمی بنانے لگ جائیں
اور مجھے معزول کرکے اپنا سکہ جما دیں۔ کیونکہ پنڈت دیانند صاحب گورنمنٹ
سے آزادی حاصل کرنے کی خواہش کرتے کرتے کسی دوسری جون میں
جا پہنچے۔ اور اب اُنکے چیلے چند قدم اور ترقی کرکے مجھے معزول کرنے کی فکر
میں نہ لگ جاویں بقول ؎

ناخن نہ دے خدا تجھے ای پنجہ جنوں دیگا تمام عقل کی بخیہ اُدھیڑ تو

اب پھر میں اصل آیت کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کرتا ہوں۔ سبحان اللہ وہی
پاک ذات ہی کہ جس نے ایک قطرہ سے کیا کچھہ بنا دیا۔ یا تو یہ حالت تھی کہ اُسکی
اصلیت کو کوئی دیکھہ نہ سکتا تھا اُس حقیر بوند کا نام لینے سے کراہیت آتی تھی۔
یا اب یہ کیفیت ہی کہ گود میں لیتے ہیں۔ چومتے ہیں۔ چاٹتے ہیں۔ آنکھوں سے
لگاتے اور پیار کرتے ہیں۔ پھر جو اس نے بڑھنا اور نشو و نما پانا شروع کیا
تو تھوڑے ہی عرصہ میں بچہ سے بالغ۔ بالغ سے قوی اور بھلا عمدہ سہج درہج کا

جوان بن گیا۔ یہ ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نشان جس نے انسان کو اس شان کے ساتھ پیدا کیا۔ واقعی انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کا ایک بڑا عالیشان نشان ہی جسمیں قدرت نے اپنی صنعت عالیہ کو کمال تک پہنچا دیا ہی وفی انفسکم افلا تبصرون۔ لوگو تمہاری جانوں میں بھی قدرت خداوندی کی بڑے نشان موجود ہیں کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔ اسپر نظر ڈالو کہ وہ کیا سے کیا ہو گیا یہ سب اُس احسن الخالقین رب العالمین کی قدرت کا ایک ادنیٰ نمونہ ہی کہاں ہیں وہ لوگ جو کفران نعمت کرتے ہیں۔ کیا اگر خداوند کریم کی ذات پاک اُنکو۔ اندھا۔ یا بہرہ یا گونگا۔ لولا۔ لنگڑا۔ یا اپاہج پیدا کر دیتی۔ تو کوئی چارہ تھا۔ ہرگز نہیں۔ یہ سب کچھ اُسکی رحمت کی عنایت بیغایت ہی۔

شاید اسوقت دیانندی گروہ کا سینہ ڈگ دگاتا ہوگا۔ مگر خیال رہے کہ گو دیانند صاحب نے دہریہ مذہب کی رو میں بہت کچھ تحریر کیا ہی۔ مگر ایک وقت سچ بھی قلم اور زبان سے نکل جاتا ہی۔ دیانندی تو کہتے ہونگے کہ یہ سب کچھ ہمارے سابقہ اعمال کا نتیجہ ہی۔ مگر پنڈت دیانند کی تحریر تمہارے ناقص خیالوں کے جوش کو اسطرح ٹھنڈہ کرتی ہی جسطرح پانی آگ کو۔ لو سنو

وہو ہذا اوپدیش منجری صـ ۵۹

جس حالت میں کہ آجکل جہان ہی۔ اُسی حالت میں آغاز نہ تھا۔ اسلیے موجودہ جہان کو اُتر سرشٹی کا خطاب دیتا ہوں۔ اور گذشتہ جہان کو آدی سرشٹی کے نام سے منسوب کرتا ہوں۔ تاکہ میری تقریر آسانی سے سمجھہ میں آجاوے

دیکھو (تیریہ اپنشد) اصل منتر

برماتما نے پہلے آکاش کیا۔ اُس آکاش سے وایو۔ وایو سے اگنی۔ اگنی سے جل۔ جل سے پرتھوی۔ پرتھوی سے اناج۔ اناج سے ویرج اور

دیرج سے انسان پیدا کیے۔

آدی سرشٹی میں ایشور نے بہت سے انسان۔ حیوان اور پکھیرو پیدا کیے چنانچہ یجروید کے اکتیسویں ادھیائے میں اس کا مفصل بیان کیا گیا ہے۔ لیکن ان میں گیان اور کرم کی وجہ سے اب جیسا فرق ہو گیا ہے۔ موجود نہ تھا۔ اُن لوگوں کو صرف کھانا پینا اور بھوگ کرنا ہی معلوم تھا۔ اور اُن وشیوں میں بھی سب جاندار ایک ہی سے اور ایک رس تھے۔ جملہ اجسام جملہ جیووں کے بھوگ کے لیے ہیں۔ نہ کہ ایک ہی جیو کے لیے۔ یہ سب جیو جنتو پرمیشور سے اُتپن ہوئے۔

منتر چھاندوگیہ اُپنشد

جیسے چھوٹے بچوں کو اب بھی پیدا ہو کر کچھ عرصہ جینے کے باوجود اسیطرح مرجانے پر کسیطرح کی سزا نہیں ملتی اسیطرح آدی سرشٹی میں سب انسان بچپن کی سی حالت میں تھے۔ اُنکے لیے کوئی امر و نہی نہ تھا۔ نہ ہی ابتک کوئی قانون تھا۔ آنکھوں سے روپ دیکھنا۔ کانوں سے شبد سُننا۔ پاؤں سے چلنا وغیرہ پس اس سے زیادہ کام آدی سرشٹی میں نہیں تھا۔ ایسی حالت آدی سرشٹی میں کچھ عرصہ تک رہی۔ پھر پرمیشور نے منیوں کو وید گیان دیا

دیکھو یجروید ادھیائے ۴۰ منتر ۸

بس وید کے گیان سے ہی گناہ اور نیکی کا علم ہوا۔ اور اُسی اُسی قسم کے چلن ہوتے گئے۔ پھر صاف ظاہر ہے کہ گناہ اور نیکی کی حالت موافق نتیجہ پیدا ہونے لگے۔ انسان پاپ کی وجہ سے حیوانوں کے جسم میں گئے اور پاپ چھوٹنے پر پھر انسانی جامہ میں آئے۔ آدی سرشٹی میں امیتھنی (سانکلپک) سرشٹی ہونے کی وجہ سے بہت سے جیو آتما انسانی جامہ میں پیدا ہوئے۔ حیوان وغیرہ نہ ہوئے پھر چال چلن کے فرق اور پاپ پن کے مطابق وہ بھی

جنانتر کے چکر میں آ پھنسے۔

ناظرین۔ مندرجہ بالا عبارت میں وید کی تعلیم کیا ہی اور اُسپر ذرا دیانندی ملمع سازی کا نظارہ دیکھو عبارت بالا میں مندرجہ ذیل باتیں مذکور ہیں۔

(۱) شروع کو آدی سرشٹی۔

(۲) موجودہ جہان کو اُنتر سرشٹی۔

(۳) آدی سرشٹی میں ایشور نے بہت سے انسان حیوان اور پکھیرو پیدا کیے (بحوالہ یجر وید)

(۴) لیکن اُنمیں گیان اور کرم کی وجہ سے اب جیسا فرق ہو گیا ہی۔ موجود نہ تھا۔ اُن لوگوں کو کھانا پینا اور بھوگ کرنا ہی معلوم تھا۔

(۵) آدی سرشٹی میں سب انسان بچپن کی سی حالت میں تھے۔ اُنکے لیے کوئی امرونہی نہ تھا۔ نہ ہی ابتک کوئی قانون تھا۔

(۶) آنکھوں سے روپ دیکھنا۔ کانوں سے شبد سُننا۔ پاؤں سے چلنا وغیرہ بس اس سے زیادہ کام آدی سرشٹی میں نہیں تھا۔ ایسی حالت آدی سرشٹی میں کچھ عرصہ تک رہی۔ پھر پرمیشور نے منشیوں کو وید گیان دیا (بحوالہ یجروید)

مذکورہ بالا وید کی تعلیم پر دیانندی اوٹ پٹانگ

(الف) بس وید کے گیان سے ہی گناہ اور نیکی کا علم ہوا۔

(ب) انسان پاپ کی وجہ سے حیوانوں کے جسم میں گئے۔ اور پاپ چھوٹنے پر پھر انسانی جامہ میں آئے۔

(ج) آدی سرشٹی میں اپتھنی (سانکیک) سرشٹی ہونے کی وجہ سے بہت سی جیو آتما انسانی جامہ میں پیدا ہوئے۔ حیوان وغیرہ نہ ہوئے۔ پھر چال چلن کی فرق اور پاپ پُن کے مطابق وہ بھی جنانتر کے چکر میں آ پھنسے۔

دُنیا کا حادث ہونا

ناظرین ۱ و ۲ میں دو قسم کی سرشٹیاں بیان کی گئی ہیں۔ اول آدی سرشٹی
مابعد کو اُتر سرشٹی۔
آدی سرشٹی کی پیدائیش کا ذکر اسطرح کرتے ہیں۔ اور جو بحوالہ یجروید ہی۔
آدی سرشٹی میں سب انسان بچپن کی حالت میں تھے۔ اُن کے لیے کوئی
امرونہی نہ تھا۔ نہ ہی ابتک کوئی قانون تھا۔ ناظرین۔ کیا اس سے صاف
ثابت نہیں ہی کہ یہی دنیا کی ابتدا ہی۔ جو پنڈت دیانند کے اس قول کو جو
ص۲۹۴ ستیارتھ پرکاش دفعہ ۳۸ (سوال) کبھی دنیا کا آغاز ہی یا نہیں
جواب۔ نہیں۔ جیسے دن کے پہلے رات اور رات کے پہلے دن۔ نیز
دن کے پیچھے رات اور رات کے پیچھے دن اسیطرح پیدائیش کے پہلے
پرلے اور پرلے کے پہلے پیدائیش نیز پیدائیش کے پیچھے پرلے اور پرلے
کے بعد پیدائیش ازلی زمانہ سے یہی دور چلا آتا ہی۔ اس کا شروع یا انتہا
نہیں الخ کو خاک میں ملاتا ہی کیونکہ یہ تاویل دیانندی ڈھکوسلا ہی۔ اور دُنیا کا
آغاز ہونا وید کے حوالہ سے ہی۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہی۔ دیکھو تتریہ اپنشد
پرماتما نے پہلے آکاش کیا۔ اُس آکاش سے وایو۔ وایو سے اگنی۔ اگنی
سے جل۔ جل سے پرتھوی۔ پرتھوی سے اناج۔ اناج سے ویرج۔ ویرج
سے انسان پیدا کیے۔ (دیگر)
۳ میں بحوالہ یجروید آدی سرشٹی میں ایشور نے بہت سے انسان حیوان
اور پکھیرو پیدا کیے لیکن اُنمیں گیان اور کرم کی وجہ سے اب جیسا فرق

ہوگیا ہی۔ موجود نہ تھا۔ اُن لوگوں کو کھانا پینا اور بھوگ کرنا ہی معلوم تھا۔ جس کا مطلب یہ ہی۔ کہ آدی سرشٹی میں ابھی تک اُنھوں نے نیک و بد کوئی عمل نہ کیا تھا۔ سب ایک جیسے تھے۔ جسکی اس سے بھی زیادہ تشریح بھرد دیہ ادھیائے۔ یہ منتر ۸ کے حوالہ سے اسطرح کی ہی۔ ایسی حالت آدی سرشٹی میں کچھ عرصہ تک رہی۔ پھر پرمیشور نے منتوک کو وید گیان دیا۔ جو دنیا کی حدوث پر صریح دلالت کرتا ہی۔ اور دیانندی تاویلات کو ایسا غت ربود کرتا ہی جسطرح بندر یا سانپ کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر اُس کے سر کو زمین پر رگڑتا اور گھنگولتا ہی۔ فافہم

وید کا ازلی نہ ہونا

وید کے ازلی نہ ہونے کا ثبوت۔ گو میں ایک علیحدہ رسالہ کی صورت میں تیار کر رہا ہوں۔ مگر ناظرین کی دلچسپی اور دیانندی ڈھکوسلا بازی کے اظہار کے واسطے مشت نمونہ از خروارے بیان کرتا ہوں۔

آدی سرشٹی میں سب انسان بچپن کی سی حالت میں تھے اُنکے لیے کوئی امرو نہی نہ تھا۔ آنکھوں سے روپ دیکھنا۔ کانوں سے شبد سُننا۔ پاؤں سے چلنا وغیرہ بس اس سے زیادہ کام آدی سرشٹی میں نہیں تھا۔ ایسی حالت آدی سرشٹی میں کچھ عرصہ تک رہی۔ پھر پرمیشور نے منشوں کو وید گیان دیا (بحوالہ یجر وید)

ای ناظرین۔ کچھ عرصہ تک یہی حالت رہی۔ پھر پرمیشور نے منشوں کو وید گیان دیا۔ کو غور سے ملاحظہ کریں۔ کہ ویدی ازلیت کے خیال کو اسطرح دور نہیں کرتا جسطرح گدھے کے سر سے سینگ۔ یہ بھی یاد رہے کہ میں کسی پران سے

حوالہ نہیں دے رہا ہوں۔ بلکہ وید کے منتر کا ترجمہ وہ بھی مہاتما دیانند صاحب کی تاویلات اوپدیش منجری سے جس کی بابت لالہ منشی رام جی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ یہ ستیارتھ کا ضمیمہ اور اُس کے بعض مقامات کی تفسیر ہی۔ فتدبر۔

وید کا الہامی نہ ہونا

اس بیان کو میں ایک مختصر رسالہ میں طبع کرا چکا ہوں۔ مگر اسجگہہ بھی ناظرین کی خوشی اور دلچسپی کے واسطے ہدیہ کرتا ہوں۔

میں اول ثابت کر آیا ہوں۔ کہ وید ازلی نہیں ہی۔ بلکہ کچھہ عرصہ کے بعد ایشور نے منشیوں کو وید گیان دیا۔ جو دیانند صاحب کی اختراع کردہ شرائط الہام کے ۱ کا بخوبی ستیاناس کرتا ہی۔ کیونکہ ۱ کا مدعا یہ ہی۔ کہ الہام ابتدائے عالم میں ہو۔ اب دیانندی شرائط سے ۵ کی طرف خیال کرنا چاہیے جسکا مدعا یہ ہی۔ الہام میں کسی کی رو رعایت نہ ہونی چاہیے۔ مگر اسجگہہ خاص رعایت کی گئی۔ پنڈت دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش صفحہ ٢٦٧ دفعہ ١ سوال سوال۔ اُن چار ہی میں ویدوں کو ظاہر کیا۔ اور وں میں نہیں اس سے ایشور رعایت کا ملزم ٹھیرتا ہی۔

جواب وہی چار سب جیوؤں سے زیادہ تر پاک آتما تھے۔ دوسرے لوگ اُنکی مانند نہیں تھے۔ اسلیے پاک علم کا اظہار انہیں کے باطن میں کیا۔ واقعی سچ ہی۔ دروغ گورا حافظہ نباشد۔ اسجگہہ تو ویدی مصنف کی بریت ثابت کرنے کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ جنپر وید الہام ہوئے۔ وہ سب سے پاک تھے مگر اسجگہہ وید منتر کا ترجمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ جسکو ۵ و ۶ میں تحریر کرچکا ہوں۔ اور وہ یہ ہی۔ کہ آدی سرشٹی میں سب انسان بچپن کی سی

حالت میں تھے۔ اُنکے لیے کوئی امر و نہی نہ تھا۔ نہ ہی ابتک کوئی قانون تھا۔ آنکھوں سے روپ دیکھنا۔ کانوں سے شبد سُننا۔ پاؤں سے چلنا وغیرہ بس اس سے زیادہ کام آدمی سرشٹی میں نہیں تھا۔ ایسی حالت آدمی سرشٹی میں کچھ عرصہ تک رہی۔ پھر پرمیشور نے منشیوں کو وید گیان دیا۔ (بحوالہ یجر وید)

ناظرین غور کریں۔ کہ جب اُنکے لیے کوئی قانون ہی نہ تھا۔ اور نہ نیک و بد کا اُنکو علم تھا جسکی زیادہ واضح تشریح خود پنڈت دیانند صاحب صفحہ ۹ اوپدیش منجری میں تحریر کرتے ہیں۔ پس وید کے گیان سے ہی گناہ اور نیکی کا علم ہوا لہٰذا اب کوئی دیانندی بتا دے۔ کہ جب اُنکو نیک و بد کا علم وید کے ملنے سے ہوا تو وہ چار جیو زیادہ پاک باطن کسطرح ہو گئے۔ کیا وید کا بنانے والا یعنی دیانندیوں کا وہمی ایشور رعایت کا ملزم نہ ٹھیرا۔

واقعی بڑا بھاری پاپی ملزم ہے۔ اسکو سنشن سپرد کر کے جیوؤں میں سے کسی کو راجہ بنانا چاہیے۔ پنڈت کا خدائے پاک کی شان میں گستاخیاں کرنا دیکھا چاہ کندہ را چاہ درپیش۔ آپ تو خدا وحدہ لاشریک کو ملزم اور نامنصف ٹھیراؤ (اعاذ باللہ) مگر دراصل یہ تمام اوصاف مصنف وید میں ہیں

بقول ؎

یہ عذر امتحان جذب دل کیسا نکل آیا　　میں الزام اُنکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

جب اُنکو ابھی تک نیک و بد کا علم نہ تھا۔ زیادہ پاک کسطرح ہو گئے۔ ہاں شاید کوئی دیانندی یہ بیان کرے کہ وہ چار جیو سب سے پاک اول ہی تھے تو روحوں کا حادث ہونا صریح ثابت اور انادی ہو جانے کے دعوے کا صریح بطلان۔ کیونکہ انادی روحوں میں فرق کس نے ڈالدیا جبکہ

تمام روحلیں ہم جنس اور انادی ہیں۔ تو وہ چار روحیں زیادہ پاک کسطرح ہوگئیں اگر وہ پاک مان لیجادیں۔ تو انادی چیز ہم جنس میں فرق نہ چاہیے۔ پس وحیں یا تو انادی نہیں یا ایشور رعایت کا ملزم ٹھیرا۔ مگر دیانند صاحب نے تاویلیں اس خیال سے کیں۔ کہ جسطرح بت پرست ذرا سا سہارا ملنے سے میرے پیچھے لگ گئے ہیں اسیطرح ساری خلق گمراہ ہوجاوے گی۔ مگر یہ یاد نہیں ۵ پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں ٭ جلا کے خاک نہ کردوں تو داغ نام نہیں

تناسخ کا ابطال

مصنف وید کا ایک اور ظلم دیکھیے۔ جسکو میں ۱۴ میں دکھا آیا ہوں۔ آدی سرشٹی میں ایشور نے بہت سے انسان حیوان اور پکھیرو پیدا کیے (بحوالہ یجر وید) بھلا جب مصنف وید اعمال کے باعث ہی انسانی اور حیوانی جسم عطا کرتا ہے اور ابھی تک اُنھوں نے کوئی اعمال نیک و بد کیا نہ تھا۔ بعض کو انسان اور بعض کو حیوان بنایا۔ اور بغیر اعمال جو تناسخ کے ابطال کی کافی دلیل ہے اور ناانصافی یہ صریح ظلم ہے واقعی مہاراج بڑا پاپی ہے۔ مگر پنڈت دیانند کی چالاکی دیکھیے۔ کہ ایک صفحہ کے بعد ہی کیا ارشاد کرتے ہیں۔ ۵

چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ گرگٹ کی طرح کیسے رنگت بدلے ہے۔ جسکو میں یجر وید ۹ ج کے حوالہ سے تحریر کرآیا ہوں۔

آدی سرشٹی میں امیتھنی (سانکلپک) سرشٹی ہونے کی وجہ سے بہت سے جیوآتما انسانی جامہ میں پیدا ہوئے۔ حیوان وغیرہ نہ ہوئے۔ پھر چال چلن کے فرق اور پاپ پُن کے مطابق وے بھی جنانتر کے چکر میں آپھنسے۔ کیا ہم وید کو جھوٹا سمجھیں۔ یا دیانند مہاراج کو عقل سے بے بہرہ خیال کریں۔ اول تو

آنجناب خود بحوالہ یجر وید نقل کر آئے ہیں۔ کہ آدی سرشٹی میں انسان حیوان اور پکھیرو پیدا ہوئے۔ اب اپنی رائے سے صرف انسان تحریر کرتے ہیں۔ یہ دھوکہ بازی نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کی ضد ہیں یا نہیں پس اجتماع ضدین کی ہمارے وید کو ہم انسانی ڈھکوسلا بازی کے مجموعہ سے زیادہ وقعت نہیں دیسکتے اگر پنڈت دیانند کی تاویل بفرض محال مان بھی لی جاوے۔ تو آدی سرشٹی میں جب انسان پیدا ہوئے۔ صرف مرد ہی تھے یا عورتیں بھی اگر مرد عورتیں دونوں تھیں تو تناسخ باطل۔ اور جب مرد ہی تھے۔ تو دنیا کارخانہ کسطرح چلا۔ اور اُنکی پرورش کون کرتا تھا۔ کیونکہ وہ بچپن کی حالت میں تھے۔ وہ مرد کہاں سے کھاتے تھے کیا پیتے تھے۔ گئو ماتا کا دودھ اُن کو کہاں سے ملتا ہوگا۔ کھیتی باڑی کے واسطے بیل بھی نہ تھے۔ مصنف وید نے انسانوں کے گھروں مونگ کی دال اور گندم کے دانوں کے ڈھیر لگا دئے ہونگے۔ پھر جب انسان جنانتر کے چکر میں پڑے تو جو انسان مرجاتا ہوگا اُسکی روح فوراً بندر کی شکل ہو کر نمودار ہوتی ہوگی۔ کیونکہ ابھی انسان کے سوائے دوسری پیدائش کا تو نام بھی نہ تھا۔ اور خود بخود آدمی کی روح دوسری جون میں نباتات کی طرح زمین کے درمیان سے نمودار ہوتی تھی۔ یا ایشور نے اُنکے ڈھانچے تیار کر رکھے تھے۔ اُنمیں داخل ہوتے تھے۔ یا یونہی سبب کچھ بنکر بندر گیدڑ کی شکل میں ظاہر ہوتے تھے۔ اسپر ایک اور خیال پیدا ہوتا ہے پنڈت صاحب کہتے ہیں کہ بہت سے جیو انسان کی صورت میں پیدا ہوئے کل کیوں نہ پیدا کر دئے۔ یا باقی اُسوقت مصنف وید سے سرکش ہو بیٹھے تھے کیا وجہ اُنکو کسی جاندار کی صورت میں پیدا نہ کیا۔ ان تمام باتوں سے یہی نتیجہ

لکھا ہی۔ کہ پنڈت دیانند نے وید کو محض ناکردہ گناہ کا مجرم بنایا ہی اور خود دہریہ
مذہب کے قریب قریب جا پہنچا ہی۔ امور توحید کا ذکر مسلمانوں سے سُن لیا ہی
ورگرنہ وید خدا کا کلام نہیں ہوسکتی۔ جسکو ہم پنڈت دیانند کی تحریر میں بیان کرتے
ہیں۔ جو ستیارتھ میں صہ۵۹ میں مسلمانوں پر اعتراض کی صورت میں بیان کیگئی ہی
صرف خدا کی بجائے ہم مصنف وید اور پیغمبر خدا کے نام کی جگہہ پنڈت دیانند
تحریر کریں گے۔

اب دیکھیے مصنف وید اور دیانند جی کی تعصب کی باتیں۔ دیانند وغیرہ
سمجھتے تھے کہ اگر ہم ایشور کے نام سے ایسی باتیں نہ لکھیں گے۔ تو اپنا مذہب
ترقی نہ پاوے گا۔ اور مال نہ ملے گا۔ عیش وعشرت نصیب نہ ہوگا۔ اس سے
ظاہر ہوتا ہی کہ وہ اپنی مطلب برآری اور دوسروں کے کام بگاڑنے میں کامل
اُستاد تھا۔ اسیوجہ سے کہا جاسکتا ہی کہ وہ جھوٹ کے ماننے اور جھوٹ پر
چلنے والے ہونگے۔ نکو کار عالم اُنکی باتوں کو مستند نہیں مان سکتے۔ شاید
بھنگ نوشی کی حالت میں بکواس کردی ہوگا۔

پھر پنڈت دیانند صاحب کی تحریر سے میں دکھاتا ہوں۔ کہ انسان پاپ
کی وجہ سے حیوانوں کے جسم میں گئے اور پاپ چھوٹنے پر پھر انسانی جامہ
میں آئے۔

پنڈت دیانند نے بالکل سفید جھوٹ وید کے خلاف تحریر کیا ہی۔ اسی طرح
دیانند کی جو بات ہی وہ کبھی قابل اعتبار نہیں کیونکہ ایجاد بندہ ہی۔ دیکھو
اسی عبارت کے اول صہ۵۹ اوپدیش میں بحوالہ وید تحریر کرتے ہیں۔
کہ آدی سرشٹی میں بہت سے انسان حیوان اور پکھیرو پیدا کیے اور اُسوقت
اُنکے واسطے کوئی امر ونہی نہیں تھا۔ پھر کچھہ عرصہ کے بعد وید کا اُنکو گیان دیا

جس سے لوگوں کو نیک و بد کا علم ہوا۔

ناظرین اس بیان سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) وید اور دنیا انادی نہیں ہے۔ کیونکہ وید کچھ عرصہ پیدائش دنیا کے بعد رشیوں کو دیے۔ اور دنیا آدی سرشٹی میں بچپن کی حالت میں پیدا ہوئی اور اُتر سرشٹی میں جوان جوان آدمی پیدا ہوتے ہیں۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۴ جوان کی عمر میں کیونکہ اگر بچے پیدا کرتا۔ تو اُنکی پرورش کے لیے دوسرے انسان درکار تھے اگر بوڑھے بناتا تو اتنھی سرشٹی نہ ہوتی۔ اسلیے جوانی کی عمر میں پیدائش کی؟

نیز آدی سرشٹی سے اگر دنیا کا حادث ہونا نہ مانوگے تو ایک سرشٹی میں تو بچپن کی حالت میں پیدا کرنا اور دوسری سرشٹی میں جوان جوان پیدا کرنا خلاف قانون قدرت اور اختلاف بیانی ہے۔ اور اختلاف بیانی بقول پنڈت دیانند پاگلوں کی بکواس ہے۔ پس وید بھی پاگلوں کی بکواس کا مجموعہ ہو گیا۔ اس بکواس نامہ کو ہون میں جلا دو۔ تاکہ اُس سے آگ تیز ہو کر تمہاری پرستش کیواسطے پورا سامان ہو جاوے۔ کیونکہ آتش پرستی کا بانی بھی یہی بکواس نامہ ہے۔ اگر میری بات کا یقین نہ ہو تو اپنے گرو کی اُپدیش منجری کا ص۱۴۱ پڑھکر تصدیق کر لو کیا فرماتے ہیں۔ تو میں ہی بیان کر دیتا ہوں۔ پارسی لوگ بھی آتشکدہ میں آتش پرستی کرتے ہیں۔ کیا اس عمل کی بنیاد ویدوں میں نہیں ہے۔ مار اج ضرور ہے۔ انہی باتوں سے تو ہمنے اسکو بکواس نامہ کا خطاب دیا ہے۔

(۲) تناسخ باطل ہے۔ کیونکہ آدی سرشٹی میں بغیر اعمال کے بعض کو انسان اور بعض کو حیوان اور پکھیرو پیدا کیا اور اسی سے مصنف وید ملزم ٹھیرتا ہے۔

حاضرین یہ ہے وید کی تعلیم کا مختصر حال چونکہ کمی وقت کے باعث زیادہ طول

دینے سے معذور رہوں۔ اگر خدا کا فضل شامل حال رہا۔ تو پھر کچھ بیان
کیا جاوے گا۔ اب پھر اپنے اصل مطلب اور آیت موصوفہ کی طرف ناظرین
کی توجہ کو مبذول کرتا ہوں۔ کہ وید کی تعلیم دیکھو اور قرآن شریف کی تعلیم پر
غور کرو۔ اور آنیوالے دن سے خوف کرو۔ خدا کی توحید پر ایمان لاؤ۔
اگر ایمان والے ہو تو خدا کے احکام کی تابعداری کر کے خالص مسلمان بنجاؤ
بقول ایزدتعالیٰ۔ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؁ اس بات کے کیا معنے
کہ وہ ہمکو سب کچھ ہمارے اعمال کے باعث ہی عطا کرتا ہی وہ رحیم وکریم
خدا اگر ہمارے لیے ہوا کو بند کر دے تو کوئی بات سُن نہ سکیں اور ایک منٹ
نہ جی سکیں اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ
كَفَّارٌ۔ اندھا پیدا کر دے دیکھ نہ سکیں۔ بیمار پیدا کر دے مِل جُل نہ سکیں
کیا خاک اعمال کریں گے۔ یہ پرلے درجہ کی ناشکری اور کفران نعمت ہی۔
کہ سب احسانوں کو فراموش کر کے ہم یہ بکواس کریں۔ کہ خدا کے ذمہ ہمارا
حق ہی۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے جسمانی بناوٹ کے واسطے اس درجے ہمپر
احسان کیا۔ وہاں اُس کی رحمت نے ہمکو روحانی ترقی کرنے کیواسطے بھی
یوں ہی نہیں چھوڑا۔ بلکہ ہم میں سے ہی اپنے لطف عمیم اور فضل عظیم سے
راہ اُخروی دکھانے اور صراط مستقیم پر چلانے کیواسطے انبیاء و مرسلین کا
پاک گروہ پیدا کر دیا۔ اور اُنھیں خاص خاص ملکوں اور خاص خاص قوموں
کی اصلاح اور تہذیب کے لیے مبعوث فرمایا۔ کسی کو خاص ایک وصف سے
عزت بخشی۔ تو دوسرے کو کسی اور صفت سے ممیز فرمایا۔ تیسرے کو کسی
اور ہی صفت سے فضیلت کا تاج پہنایا۔ آخر کار مفخر موجودات خلاصۂ کائنات
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری دنیا کی نبوت عامہ اور رسالت کاملہ

تاج عطا فرمایا۔ اور قیامت تک سارے جہان کو ہدایت اور راہ راست پر
لانے کا بھاری کام سپرد کیا۔ اور اُنھیں اُن سارے اخلاق ستودہ ور
خصائل محمودہ کا مجموعہ بنایا۔ جو اُن سے پہلے جملہ انبیاء میں متفرق طور پر
موجود تھی۔ اور یہی وجہ ہی کہ ہمارے پیشوا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
خاتم الانبیاء اور سید المرسلین کہلاتے ہیں کسی نے کیا خوب کہا ہی ؎
حُسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری ؛ انچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری
اسجگہہ بھی ایک بات بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہی۔ گو اُسکی تردید
کافی سے زیادہ واضح طور پر سابق میں کر آیا ہوں مگر ایک امر کا بیان کرنا
اسجگہہ ضروری اور لابدی معلوم ہوتا ہی اور وہ یہ ہی۔ کہ عقائد اسلام
کے مطابق اُسی دن سے الہام کا سلسلہ شروع ہوا ہی جب سے دُنیا
پیدا ہوئی ہی۔ الہام کا سلسلہ نہ کبھی بند ہوا۔ اور نہ کبھی بند ہوسکتا ہی کیونکہ
خداوند تعالیٰ متکلم ہی۔ اور اُسکی صفت متکلم کسی زمانہ میں معطل اور بیکار
نہیں ہوسکتی۔ اسی لیے ہمیشہ سے اپنا کلام انبیاء پر نازل کرتا رہا ہی سب سے
پہلے آدم علیہ السلام پر نازل کیا۔ پھر حضرت نوحؑ ابراہیمؑ۔ اسحٰقؑ۔ اور یعقوبؑ
موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ پر نازل کیا۔ جیسا کہ خداوند کریم
کی ذات پاک قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتی ہی۔ قال اللہ تعالیٰ
اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ
اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى
وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝
(ترجمہ) یعنی تحقیق وحی بھیجی ہم نے طرف تمہاری جسطرح وحی بھیجی ہم نے
طرف نوح علیہ السلام اور اُس کے بعد اور انبیاء مرسلین کی طرف اور

وحی بھیجی ہمنے طرف ابراہیم اور اسمٰعیل علیہ السلام اور اسحٰق اور یعقوب علیہم الصلوٰت والسلام اور اُنکی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف اور دی ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور۔

غرضیکہ سب انبیاء کو ہدایت کے واسطے ہم نے الہام کیا۔ اور ہمارا کلام اُنکی ہدایت کیواسطے نازل ہوتا رہا۔ چونکہ اسی زمانہ میں کتاب کا سامان بالکل ناکافی تھا اور کتابوں کی حفاظت بالکل نہ ہوسکتی تھی۔ اس سے کتب سابقہ (توریت۔ انجیل۔ صحائف انبیاء و زبور وغیرہ) کی حفاظت انسے اچھی طرح نہ ہوسکی۔ اور وہ کتابیں کچھہ تو کھوئی گئیں اور کسیقدر ٹوٹی پھوٹی اوراق کی صورت میں رہ گئیں جن میں تحریف و تبدیل و ترمیم ہوکر اب کچھہ کا کچھہ بنگیا چنانچہ اُن کتابوں کی طرز تحریر ہی اُنکے مبدل اور محرف ہونے پر شاہد ہی۔ اس جگہہ ایک سوال پیدا ہوتا ہی۔ کہ تمہارے پاس کیا ثبوت ہی۔ کہ وہ تحریف شدہ ہیں۔ میرے پاس دو ثبوت ہیں ایک تو یہ کہ خداوند کریم کی ذات پاک نے اپنے کلام پاک میں فرما دیا۔ یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُکِّرُوْا بِہٖ (ترجمہ) یعنی اُنھوں نے (اُس مذہب کے پیراؤں) نے کلام الٰہی کو جگہہ سے بدل دیا۔ مگر مخالف کی اس بات سے اطمینان اور تسلی نہیں ہوتی۔ اسواسطے اسجگہہ خود انگریزوں اور مخالفوں کی شہادت سے ثبوت تحریر کیا جاتا ہی۔ کہ ان کتابوں توریت انجیل بائبل وغیرہ اور وید (گو ہمارے نزدیک الہامی کتاب نہیں ہی) تحریف ہونے سے وہ بھی محفوظ نہیں رہا۔ اسواسطے بائبل کی تحریف کا ثبوت تحریر کرنے سے پیشتر ہم وید کا فوٹو کھینچکر دکھاتے ہیں۔

آریہ مسافر میگزین اپنے رسالہ ماہ جنوری ۱۹۰۱ء کے صفحہ ۲۷ و ۲۶ میں لکھتا ہے کہ ہم آریہ لوگوں کا عقیدہ ہے اور ہم مانتے ہیں کہ اگنی وایو انگرہ اور آدیتہ یوگی اور مہرشی آدی سرشٹی کے موقع پر عین عالم شباب میں بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے اور ایک منٹ بھی گمراہ نہ رہے بلکہ پیدا ہوتے ہی انھوں نے جہاں مادی آنکھوں کے لیے سورج کی روشنی پائی وہاں روحانی آنکھوں کے لیے ایشوری علم کی تحریک دل میں حاصل کی یعنی ملہم ہوئے۔

اور پنڈت دیانند صاحب بھی صد ۲۹۴ ستیارتھ پرکاش میں تحریر کرتے ہیں

سوال ابتدائے دنیا میں انسان وغیرہ کی پیدائش جوانی یا بڑھاپے کی عمر میں ہوئی تھی یا تینوں میں۔

جواب - جوانی کی عمر میں - کیونکہ اگر بچے پیدا کرتا - تو انکی پرورش کے لیے دوسرے انسان درکار تھے - اور اگر بوڑھے بناتا - تو میتھنی سرشٹی نہ ہوتی اسلیے جوانی کی عمر میں پیدائش کی؟

صد ۲۶۶ دفعہ ۷ - سوال - کن کے آتما میں اور کب ویدوں کا اظہار کیا گیا

جواب - پہلے پہل یعنی پیدائش کے شروع میں پرماتما نے اگنی - وایو آدیتہ اور انگرا رشیوں کے آتما میں ایک ایک وید کو ظاہر کیا۔

حاضرین آریہ مسافر کے اڈیٹر اور پنڈت دیانند جی کی تحریر کا ماحصل یہ ہے کہ شروع دنیا میں انسان جوانی کی حالت میں پیدا ہوئے اور اُسی وقت اگنی وغیرہ چار رشیوں کو وید الہام کیا گیا۔

مگر اسکے بعد اوید لش منجری کو ہم ملاحظہ کرتے ہیں تو پنڈت دیانند صاحب یجروید کا حوالہ دیتے ہوئے بالکل اسکے برخلاف تحریر کرتے ہیں خیال کرو صد ۶۰

اوپدیش منجری۔
آدی سرشٹی میں سب انسان بچپن کی سی حالت میں تھے۔ اُنکے لیے کوئی امرونہی نہیں تھا۔ نہ ہی ابتک کوئی قانون تھا۔ آنکھوں سے روپ دیکھنا کانوں سے شبد سُننا۔ پاؤں سے چلنا وغیرہ بس اس سے زیادہ کام آدی سرشٹی میں نہیں تھا۔ ایسی حالت آدی سرشٹی میں کچھہ عرصہ تک رہی پھر پرمیشور نے منشیوں کو وید گیان دیا دیکھو (یجروید ادھیاے ۴۰ منتر ۸)
اس عبارت کا ماحصل یہ ہے۔ جو کہ یجروید کے حوالہ سے پنڈت دیانند نے تحریر کیا ہے۔ آدی سرشٹی میں انسان بچپن کی حالت میں پیدا ہوئے اور کچھہ عرصہ کے بعد وید کا گیان دیا۔ کہاں پیدائش جوانی کی حالت میں اور اُسیوقت الہام بقول پنڈت دیانند وایڈیٹر آریہ مسافر۔ کہاں بچپن کی حالت میں پیدائش اور کچھہ عرصہ کے بعد الہام بقول وید ترجمہ پنڈت دیانند

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اب ہم وید کو سچا سمجھیں یا وید کے وکیلوں کو۔ سچ ہے۔ بنائی بات آپ سے آپ کٹ جاتی ہے۔ اصول مشہور ہے۔ اذ تعارضا تساقطا
جب اتنا فرق اور اسقدر تفاوت صرف پیدائش دنیا اور الہام کے وقت میں ہے تو ہم وید کو کسطرح الہامی قبول کریں۔ یہ تو پنڈت دیانند کی اپنی رائے اور شہادت سے ہم نے ثابت کیا۔ اب اور خیال کرو۔
کہ پنڈت دیانند صاحب ستیارتھ ص ۲۶۷ میں تحریر کرتے ہیں۔ (بحوالہ منوسمرتی) پرماتمانے شروع پیدائش میں آدمیوں کو پیدا کرکے اگنی وغیرہ چاروں مہارشیوں کے ذریعہ چاروں وید برہما کو حاصل کرائے۔ اور اُس برہمانے اگنی۔ وایو۔ ادیتہ انگرا سے رگ یجر سام اتھر وید کو حاصل کیا۔

ستیارتھ صـــ۱۵۹ میں منوسمرتی کو محرف خیال کرتے ہیں دیکھو کچھ کچھ بناوٹی

شلوکوں کو چھوڑ کر منوسمرتی ہی وید کے مطابق ہی اور کوئی سمرتی نہیں۔
تو کس وجہ سے قبول کیا جاتا ہے۔ کہ وید چار رشیوں پر الہام ہوئے۔ ہم اس کو قبول نہیں کرتے۔ کیونکہ ایسا ہو سکتا ہی۔ کہ منوجی کا یہ شلوک بھی بناوٹی ہو اسکے صحیح جانچنے کا کیا معیار ہی۔ حالانکہ لالہ اندرمن مرادآبادی وید کا الہام برہماجی پر مانتا ہے آریتوپرکاش کے صـــ۷۴ میں ہی۔
آریہ لوگ وید میں اس قسم کی قدامت وازلیت ثابت کرتے ہیں۔ کہ پرماتما انادی کال سے یعنی روز ازل سے ہر ایک سرشٹی کی ابتدا میں ایک ترتیب کے ساتھ برہماجی کو وید اوپدیش کرتا ہی۔ یعنی پرماتمانے جس ترتیب کے ساتھ اس سرشٹی کی آدی میں وید نازل کیا ہی۔؟
اور یہ بات بقول دیانند ثابت ہی کہ وید اُسپر الہام ہوتا ہے کہ جس کا زیادہ پاک آتما ہو دیکھو ستیارتھ صـــ۲۶۷ وہی چار سب جیوؤں سے زیادہ ترپاک آتما تھے۔ دوسرے لوگ اُنکی مانند نہیں تھے۔ اسلیے پاک علم کا اظہار اُنھیں کے باطن میں کیا۔
ہم یہ کہتے ہیں کہ برہما کا آتما پاک تھا۔ بمقابلہ اگنی وایو وغیرہ کے جسکو چاروں وید ازبر تھے۔ اور دیانندی چار رشیوں کو صرف ایک ایک وید۔ خیر گذشت آنچہ گذشت گاؤ رفت وخر آمد۔ جب وید کے الہام میں اتنا پتہ نہیں چلتا۔ کہ وید برہما پر الہام ہوئی یا چار رشیوں پر اور پنڈت دیانند منوسمرتی کی شہادت سے چار رشیوں پر ثابت کرتے ہیں۔ اور وہ بقول پنڈت جی محرفہ ہے تو اُس کی شہادت قابل قبولیت نہیں ہے۔؟
ستیارتھ صـــ۲۶۹ جس جس منتر کے معنی کا علم جس جس رشی کو ہوا۔ اور پہلے ہی ہوا

جس سے پیشتر اُس منتر کے معنی کسی نے ظاہر نہیں کیے تھے۔ نیز اُس نے
دوسروں کو پڑھایا بھی تھا۔ اسی توضیح کے لیے آجتک اُس اُس منتر کے
ساتھ رشی کا نام بطور یادگار کے لکھا چلا آتا ہے۔

صہ ۲۶۹ اور دھرماتما یوگی مہرشی لوگ جب جب جس جس منتر کے معنے جاننے
کی خواہش سے توجہ کو یکسو کر کے پرمیشور کی ہستی میں سمادھی (مراقبہ) کے
اندر قایم ہوئے۔ تب تب پرماتما نے مطلوبہ منتروں کے معنے جتلائے جب
بہت لوگوں کے آتماؤں میں وید کے معنے ظاہر ہوئے تب رشی منیوں نے
وہ معنی معہ رشی منیوں کی روایات کی کتابوں میں لکھے۔ اُنکا نام برہمن ہوا ہا
صہ ۹۹ جو شخص ویدوں کی محض سروں اور تلاوت کو پڑھ کے معنی نہیں جانتا
وہ ایسا بوجھ اُٹھانیوالا ہی جیسے کہ درخت ڈالی۔ پتے۔ پھل کو یا کوئی جانور
اناج وغیرہ کا بوجھ اُٹھاتا ہے۔ مگر جو شخص وید پڑھتا ہے۔ اور اُنکے معنی کما حقہ
جانتا ہے۔ وہی شخص پوری آسودگی حاصل کرتا ہی۔ اور علم کے طفیل گناہوں کو
چھوڑ کر پاکیزہ اور نیک اطوار ہونے کی برکت سے بعد وفات کے بھی جنت
پاتا ہے۔ صہ ۸۹

تو ہم پوچھتے ہیں۔ کہ جب چار رشیوں کو اُنکے معنے ہی معلوم نہ تھے۔ تو اُنپر
اُنکا عمل بھی نہ تھا۔ تو وہ بھی ایک بوجھ اُٹھانے والے چرپائے تھے۔ دوسرے
اُنھوں نے برہماجی کو محض طوطے کی طرح رٹائے ہونگے۔ تو ہم نہیں سمجھتے
کہ احاطہ تحریر میں کیا آئے۔ کسنے لکھے۔ کہاں لکھے گئے۔ بلکہ معلوم نہیں۔
خود دیانندجی ان امور سے لاعلم معلوم ہوتے ہیں۔ اگر اُنکو معلوم ہوتا تو جسطرح
اُنھوں نے عجیب عجیب تاویلوں کے سانچے میں ڈھالا ہی۔ اس امر کو بھی بیان
کرتے۔ پھر ہم بقول دیانند بیان کر آئے ہیں کہ وید کے منتروں میں

جو رشیوں کے نام ہیں۔ اُنکے درمیان اُنھوں نے اپنی طرف سے کچھ ایزاد بھی کر دیا ہوگا۔ صرف نام پر اکتفا کرنے سے اُنکو کیا فائدہ۔ جبکہ اُنکے بیان کردہ معنوں کا پتہ نہیں چلتا۔ اُنکے نام کی شہرت تب ہی ہوتی۔ جبکہ وید کی تفسیر جو اُنکی علمی لیاقت کو ظاہر کرنے والی تھی۔ وہ بھی ساتھ ہوتی۔ اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ منتر جن پر رشیوں کا نام ہی۔ انہی کے تصنیف کردہ ہیں۔ نہ ایشور کی طرف سے الہام۔ ہاں اگر کسی دیانندی کو دعویٰ ہو۔ تو وہ دلیل پیش کرے۔ ؎

نگفتہ ندارد کسے با تو کار ✣ ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

پنڈت جی کی تحریر مذکورہ بالا سے یہ بات ظاہر ہے۔ کہ کسی خاص رشی کو کل مطالب وید سے کبھی کسی وقت میں کامل آگہی نہیں ہوئی۔ اور بیچارے ملہمان وید کو تو معانی و مطالب وید پر حسب سیاق عبارت بالا اطلاع ہی نہیں دیگئی وہ خود اُنکے سمجھنے سے بوجہ اس کے کہ وید منتر اُنکی زبان نہ تھی۔ مجبور رہے تو اب سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ ایشور کو ایسے الہام کی کیا ضرورت تھی۔ کہ جسکے معنی ملہمان وید کو نہ بتائے گئے۔ وہ اس سے لاعلم رکھے گئے۔ کہ وید منتروں کا کیا مقصد ہی۔ بعد کو جیسے جیسے تیز طبع و ذہین آدمی پیدا ہوتے گئے۔ جنکا زمانہ لامحدود ہی اُنپر انکشاف مطالب وید ہوتا رہا۔ گویا وید تمام انسانوں کے لیے کوئی ہدایت نہ تھی۔ کیونکہ بہت سے آریہ ایسے بھی ہوں گے کہ جو قبل انکشاف مطالب وید دنیا سے چل بسے ہونگے۔ اور وہ بوجہ نہ منکشف ہونے معانی و مطالب وید کے اُن کے احکام کی تعمیل سے مجبور ہونگے۔

اسوقت تک تو ہمارا دارومدار صرف دیانندی کتب پر تھا۔ مگر اب حاضرین کی توجہ اسطرف مائل کرتے ہیں کہ وید کا چھاپہ جرمن بمبئی سے نہیں ملتا۔ جو صریح اس امر پر دلالت کرتا ہی۔ کہ وید میں کمی بیشی ضرور ہو گئی ہے اسکے بعد

اہل ہنود میں سے بڑے بڑے محققوں کی رائے ہم وید کی نسبت تحریر کرتے ہیں۔

بابو کرشن کمار بھٹاچارج پروفیسر سنسکرت پریزیڈنسی کالج لکھتے ہیں۔

ابتدائے مذہب ہنود کی پرکھا پوجا تھی۔ اور یہ پوجا خود بخود رگوید کے دیوتا مثلاً اندر۔ وایو۔ اگنی۔ اسونا۔ برہسپتی۔ کی شکل میں تبدیل ہوگئی۔ بلاشبہ دیوتا پہلے پہل قوم کے مشہور و معروف لوگ تھے۔ جو اپنے کسی نہ کسی کارنامے مثلاً اعلیٰ درجہ کی لیاقت یعنی بہادری۔ شاعری۔ یا شراب سازی کے باعث لوگوں کے دلوں میں محبوب و مرغوب ہوگئی تھی۔

انسائیکلوپیڈیا۔ برطانیکا جلد ۱۲ صفحہ ۷۸۱ و صفحہ ۷۸۰ علاوہ ازیں ہر ایک یجھہ (قربانی) کرنے والے کی عزت بہت ہوتی تھی۔ جو آخر کار برہمن کہلائے رگوید میں ایک بڑا لمبا چوڑا قصہ ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ وشستیھا اور وسوامیر دو بزرگوں میں قربانی اور یگ کرنے پر بڑا فساد ہوا۔؟

اصل میں کلیات تصانیف قدما رہنداہی بنام وید مانے جاتے ہیں۔

(ذخیرہ بالگوبند مطبوعہ ماہ نومبر ۱۸۷۲ء صفحات ۳۵ و ۳۶ و ۳۷ مقام آگرہ)

بابو منمتھا ناتھ دت ایم۔ اے۔ آر۔ اے۔ ایس۔ اپنے رسالہ موسومہ پرافٹس آف انڈیا میں جسکا اردو ترجمہ بابو نرائن پرشاد ورما مترجم دفتر صاحب انسپکٹر جنرل بہادر محکمہ تعلیم ریاست گوالیار نے کیا ہے۔

اور از نام رہنمایان ہند بمقام علیگڈھ سنہ ۱۹۰۴ء میں طبع ہوا ہے۔ لکھتے ہیں۔

اِس مذہب کو دیگر مذاہب کی طرح ایک شخص نے ایک ہی وقت میں وضع نہیں کیا ہے۔ بلکہ ایسے مختلف رہنماؤں رشیوں سنتوں نے جو مختلف زمانوں میں پیدا ہوئے۔ ہزارہا سال کے عرصہ میں بنایا ہے۔

ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ دانا کے واسطے تو اشارہ کافی ہے۔ مگر نہ ماننے والے کا کوئی علاج نہیں۔

مندرجہ بالا بیانات سے بخوبی ثابت ہو گیا۔ کہ اول تو وید الہامی نہیں۔ اگر بفرض محال مانا بھی جاوے تو اسکے الہام کی تعیین اور کس شخص پر اور کس وقت ہوا۔ کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اور اگر اس کے مسائل کی طرف دیکھو تو یہی کہنا پڑے گا۔ ؎

نہیں توحید ویدوں میں نہ شائستہ مسائل ہیں ٭ نیوگی بنکے بے پر کی اُڑائے جسکا جی چاہے

انجیل و بائبل وغیرہ کی تحریف کا ثبوت۔ نیوگ کی تشریح بشہادت محقق اہل فرنگ

ڈاکٹر لیٹنر صاحب کا لیکچر صفحہ ۴۲ میں اس اسپیچ کو اس سے بہتر طور پر ختم نہیں کر سکتا۔ کہ میں اس بات پر زور دوں۔ کہ یہودیت و نصرانیت و دین محمدی سب ادیان ہم جنس ہیں۔ اور سب کی اصل ایک ہے۔ اور اس بات کی امید ظاہر کروں کہ وہ زمانہ اب آنیوالا ہے جب عیسائی آنحضرت کی تعظیم و بزرگی کر کے عیسی مسیح کی توقیر بڑھا دیں گے۔ ؟

خدا وہ دن بہت جلد کرے۔ ہے بھی واقعی درست کیونکہ دین اسلام اور یہود و نصاریٰ کے دین کا سرچشمہ ایک ہی وحدہ لاشریک خدا کی ذات ہے۔ مگر یہود و نصاریٰ نے کتب الٰہیہ میں اپنا دخل دیکر افراط تفریط کر لی ہے۔ جسکی درستگی اور تکمیل کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ چنانچہ بعض جگہ یہودیوں نے قصداً اور دانستہ تحریف لفظی

کی ہے۔ جیساکہ سامریوں نے درس ۴ باب ۲۷ آیت ۴ کتاب استثنا میں بجائے غیبال پہاڑ کے گرم پہاڑ بنا دیا ہے۔ ایسا ہی نصرانیوں نے دیدہ دانستہ بائبل میں تحریف کر دی ہے۔ مثلاً انجیل مارک باب ۱۳ درس ۳۲ میں سے بعض لفظ نکال ڈالے ہیں۔ کیونکہ وہ آئرن کے مذہب کی تائید کرتے تھے اور لوک انجیل کے باب ۲ درس ۳۵ میں کچھ لفظ بڑھائے گئے ہیں۔

کتاب ہارن صاحب کارنٹرڈکشن علم بائبل کے بیان میں مطبوعہ لنڈن ۱۸۰۵ء جلد ۳ صفحہ ۳۳ ایک معتبر فاضل پادری سیپس اپنی کتاب میں الہامی وغیرہ ثابت کرنیکا عجیب وغریب طریقہ بیان کرتے ہیں وہ یہ کہ بہت سی انجیلیں جمع کر کے ایک میز کے نیچے رکھ دیتے تھے۔ اور اس میز کے گرداگرد عیسائیوں کی کمیٹی بیٹھتی اور دعا کرتی کہ ای خدا جو کتابیں الہامی ہوں وہ میز کے نیچے سے اوپر آ جاویں۔ چنانچہ اسیکے موافق ہوتا تھا۔

انویلڈ جلد ۲ صفحہ ۲۵۱ مطبوعہ نیویارک ۱۸۷۷ء مؤلفہ ایچ پی بلاڈسکی ناظرین غور کریں۔ کہ یہ طریقہ مذکورا الہامی کتاب کا ثبوت ہے یا تماشہ ناٹک ہے۔ اس سے بہتر تو ہزار درجہ مرزا صاحب قادیانی کا الہام ہے۔ جب چاہا گڑھ لیا۔ بلکہ علاوہ اقرار محرف ہونے کے عیسائی فاضلوں نے یہ اقرار صالح قبول کر لیا ہے۔ کہ اناجیل کی صحیح تاریخ تصنیف کا حال کسی کو معلوم نہیں ہے۔ کہ کس زمانہ میں تصنیف ہوئیں۔ عیسائیوں کا محقق مفسر ہارن صاحب اپنی تفسیر جلد ۴ حصہ دوم باب ۸ اور جلد ۲ باب ۴ و تفسیر ادم کلارک اپنی کتاب صفحہ ۱۷۸ میں انجیلوں کے محرف شدہ ہونے کا اقرار کر کے کہتا ہے کہ اناجیل کی تصنیف کا زمانہ پختہ کسی کو معلوم نہیں۔

چنانچہ اول انجیل سنہ ۳۷ء یا سنہ ۳۸ء یا سنہ ۴۱ء یا سنہ ۴۲ء یا سنہ ۴۸ء یا سنہ ۶۱ء

یا سنہ ۶۲ء یا سنہ ۶۴ء میں تیار ہوئی۔
انجیل دوم سنہ ۵۶ء یا سنہ ۶۵ء وغالباً سنہ ۶۰ء یا سنہ ۶۳ء میں تیار ہوئی۔
انجیل سوم سنہ ۵۳ء یا سنہ ۶۳ء و سنہ ۶۴ء میں تیار ہوئی
انجیل چہارم سنہ ۶۸ء یا سنہ ۶۹ء یا سنہ ۷۰ء یا سنہ ۹۷ء یا سنہ ۹۸ء میں تصنیف ہوئی
ہمارے بیان مذکورہ بالا سے جسطرح سورج خط نصف النہار پر روشنی دکھاتا ہے۔ اسیطرح روشن ہو رہا ہی۔ کہ ان کتابوں کو جنکی تصنیف کا وقت معین نہیں اور محرف ہونے کے صریح دلائل موجود۔ اور اختلاف بیانیاں اجتماع ضدین کی صورت ہو کر انکے الہامی ہونے کی تردید و تکذیب کر رہی ہیں اُنکو کسطرح اصلی الہامی مانا جاوے اور اگر انکی تعلیم پر نظر غور سے دیکھا جاوے۔ تو انسان کو بجائے اس کے کچھ فائدہ پہنچے۔ حیوان سے بدتر ہو جاتا ہے جسکو انشاء اللہ العزیز آخر پر بیان کیا جاویگا۔ اگر دنیا میں کوئی کتاب ان عیوب سے پاک اور منزہ ہی تو قرآن شریف ہے جو کہ برابر اُسی تعلیم کی مطابق جو خداوند کریم کی ذات پاک شروع دنیا سے اپنے نبیوں اور مرسلوں پر الہام کی صورت میں نازل فرماتی رہی ہو کیونکہ اُس تعلیم میں انسان نے اپنا دخل دیکر خدائی احکام کو بدل ڈالا۔ اسواسطے اُس رحیم و کریم نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین خاتم النبیین پر نازل فرمائی اور فرمادیا۔ کہ اگر یہ بھی دیگر کتب کی طرح پر خدا کی طرف سے نہ ہوتی (وید) یا اُسمیں انسان نے اپنی طرف سے کچھ دخل دیا ہوتا ریا بائبل کیطرح تو اسمیں بھی اختلاف کثیر ہوتا قال اللہ تعالیٰ عزوجل شانہ۔ ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً ۝ اگر یہ قرآن شریف غیر خدا کی طرف سے ہوتا تو اسمیں بھی اختلاف کثیر کی صورت ظاہر ہوتی

جسطرح وہ احکم الحاکمین ہی نقص اور عیب سے پاک ہی۔ سہ

زہر عیب و نقص است پاک آں خدا   کہ ہست ارض و افلاک را بادشاہ

اسیطرح اُسکا کلام کل عیوب سے پاک اور مبرا اور سب کلاموں کی بادشاہ ہے۔ کلام الملوک ملوک الکلام۔ ہی۔

چونکہ خداوند کریم اپنی رحمت کاملہ اور حکمت بالغہ سے ہر وقت نبی اور رسل بہیجکر خلق کو راہ ہدایت کی طرف توجہ دلاتے رہے جیساکہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی۔ وَاِنْ مِنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ ہ کہ کوئی اُمت بھی ایسی نہیں جسمیں ڈرانیوالا (نبی یا ملہم) نہ گذرا ہو۔ و لکل قوم ھاد۔ اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی آیا۔ کیونکہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ دنیا کے شروع سے تمام ملکوں اور کُل قوموں میں برابر نبی آتے رہے۔ اور خدا کی طرف سے سچی تعلیم لاتے رہے جسمیں مطلق اختلاف نہیں تھا۔ ہاں بعد زمانہ کے باعث عقول انسانی کی اختلاف کی وجہ سے ان تعلیمات میں اختلاف پڑھکر کچھہ کا کچھہ ہوگیا اور جنپر یہ تعلیم آتی رہی جیساکہ اوپر قرآن شریف کی آیت سے دکھا آیا ہوں۔ مگر انمیں سے بڑے بڑے رسول۔ اللہ تعالیٰ کے یہ ہیں حضرت نوح علیہ السلام۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مگر نبیوں کے خاتم اور سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آسکتا۔ کیونکہ جو کتاب آپ پر الہام ہوئی وہ بالکل مبرا از خطا اور محفوظ جیسی کہ خداوند کریم کی طرف سے الہام ہوئی موجود ہے۔ چنانچہ ولیم میور صاحب سابق لفٹننٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی اپنی سیرت محمدی میں لکھتے ہیں۔ کہ دنیا میں ایسی کوئی کتاب نہیں جو قرآن کی مانند ۱۲۰۰ سال تک اسطرح محفوظ چلی آئی ہو۔ کہ ایک لفظ اور زیر و زبر تک

کسی میں اختلاف نہ ہو۔ کیوں نہ ہو۔ خود خدا تعالیٰ حافظ ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ جب یہ واضح ہو گیا تو اول تو وہ پیشگوئیاں جو سابقہ کتب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت مندرج ہیں۔ اُنکے مطابق آپ کا مبعوث ہونا۔ اور پھر کس زمانہ میں جبکہ کفر و ضلالت اور ہر قسم کے گناہ کی گھٹا ٹوپ سیاہی دنیا پر چھا رہی تھی۔ اور کوئی اُمید باقی نہ تھی۔ کہ دُنیا تہذیب اور اخلاق کو حاصل کرے گی۔ اور خداوند کریم وحدہ لاشریک کی خالص اور سچی تابعدار ہو جاویگی اور اس ثبوت میں زیادہ طرح مخالفین کی شہادت سے کام لیا جاوے گا۔ الفضل ما شہدت بہ الاعداء بزرگی وہی ہے جسکی دشمن شہادت دے۔

اول ہم دیانند کی تحریر سے ہی ثابت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اُسوقت بُت پرستی اور توہم پرستی اور مورت پرستی کا خوب دور دورہ تھا۔ چنانچہ پنڈت دیانند بت پرستی کی ابتدا کا اسطرح ذکر کرتے ہیں

ستیارتھ ص ۳۴۳ اگر یہ (بت پرستی) ہمیشہ سے ہوتی۔ تو وید اور برہمن وغیرہ رشی منی کی تصنیف کردہ کتابوں میں انکا نام کیوں نہیں۔ (مارا ج سناتن دھرم والے تو آجتک بڑے زور سے مورتی پوجا ویدوں میں ثابت کر رہے ہیں) یہ بت پرستی اڑھائی تین ہزار برس سے پیچھے پیچھے وام مارگی اور جینیوں سے چلی ہے۔ پہلے آریہ ورت میں نہیں تھے؟

پنڈت دیانند کی تحریر سے اتنا تو ثابت ہو گیا کہ جسوقت بت پرستی خوب جوبن پر تھی۔ اور اُسکو ڈھائی تین ہزار برس کا عرصہ گذر اہی۔ پس ایسے وقت میں ایک ایسے نبی کا آنا جو خلقت کو بت پرستی کے ظلمت کدہ سے

نکالکر توحید کی چاشنی کا مزہ چکھا دے۔ ضروری اور نہایت ضروری
تھا۔ پس وہ آں سرور کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔
جنہوں نے اس دنیا میں آنکر بلند آواز سے خلقت کو پکار کر کہا۔
قال اللہ تعالیٰ۔ یَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّہٗ وَمَا لَا یَنْفَعُہٗ ذٰالِکَ
ھُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ ط تم خدا وحدہ لاشریک کے علاوہ اُن معبودوں کو پکارتے
ہو۔ جو نہ تو تمکو تکلیف پہنچا سکتے ہیں نہ نفع اور یہ بڑی بھاری گمراہی ہے۔ اُسوقت
دنیا کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ صابئین کا فرقہ ستاروں کو بھی پوجتا تھا اور
اُن کی بھی تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ نصاریٰ تثلیث کی قائل تھے۔ یہودی عزیز
عبداللہ کو بیٹا خدا کا خیال کرتے تھے۔ کوئی دہریہ ہے تو دوسرا کاہن اور
بت پرستوں کی تو گنتی ہی نہ تھی۔ کوئی ہابیل کو خدا بنائے بیٹھا۔ تو دوسرا
عزا کو تیسرا نائلہ کو غرضیکہ اور بھی بیشمار بتوں کے نام جن کی پرستش ہوتی تھی
مثلاً لات و منات اور آساف وغیرہ چنانچہ مولانا حالی صاحب نے
نظم کیا ہے۔

کہیں آگ پجتی تھی واں بے محابا ۔۔۔ کہیں تھا کواکب پرستی کا چرچا
بہت سے تھے تثلیث پر دل سے شیدا ۔۔۔ بتوں کا عمل سوبسو جا بجا تھا
کرشموں کا راہب کے تھا صید کوئی
طلسموں میں کاہن کے تھا قید کوئی
وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا ۔۔۔ خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل میں مشیت نے تھا جسکو تاکا ۔۔۔ کہ اس گھر سے اُبلے گا چشمہ ہدا کا
وہ تیرتھ تھا اک بُت پرستوں کا گویا
جہاں نام حق کا نہ تھا کوئی جویا

قبیلہ قبیلہ کا اک بت جدا تھا یہ عزا پہ وہ نائلہ پہ فدا تھا	کسی کا ہبل تھا کسی کا صفا تھا اسیطرح گھر گھر نیا اک خدا تھا

نہاں ابر ظلمت میں تھا مہر انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر

اس حالت میں وہ نبی اُمی مبعوث ہوا - اور اُس نے کیا کچھ کر دکھایا - کہ بت پرستی کا نام نشان تک مٹا دیا - جہاں جہاں اسلام پاک کی تعلیم پہنچی فوراً اُس تعلیم پر نیک نہاد آدمی اسطرح جھکے جسطرح مقناطیس کی طرف لوہا - کہ بس ایک یہی بڑی بھاری دلیل اسلامی تعلیم کے حق ہونے کی ہے مگر جو لوگ اپنے دلوں کو مسخ کر چکے تھے - اور اُنکے دل سنورنے کے لایق ہی نہ تھے - اُنھوں نے بھی اس تعلیم سے مستفیض ہو کر بت پرستی کو تو چھوڑ دیا - مگر حلقہ اسلام میں داخل نہ ہوئے - بلکہ وید جیسی لایعنی کتاب جو کہ بت پرستی اور آتش پرستی کا مخزن ہی - اُسکی تاویلیں کر کے دایو پرستی - نیوگ پرستی آتش پرستی - بت پرستی سے خدا پرستی ثابت کرنی چاہی - اُنھی میں سے ایک پنڈت دیانند اور اُسکے چیلے ہیں - مگر ابھی کوشش میں کامیاب ہوئے بلکہ خود دیانندی چیلے وید کو الہامی کتاب ماننے سے انکاری اور ٹکا سا جواب دے رہے ہیں - دیکھو اخبار آریہ پترکا میں مسٹر آر آر صاحب فرماتے ہیں کہ آریہ سماج کا ممبر بننے کے لیے رگ یجر سام - اتروں چار وید سگتاؤں کو جیساکہ آریہ سماج کے بانی مہرشی دیانند نے انھیں نر بھرانت الیشوری گیان یا یوتر پرمان الہام ایزدی مانا ہی ویسا ماننا لازمی نہیں ہی -
پھر اخبار ہتکاری ۱۴ - اپریل ۱۹۰۵ع میں ہی - آپ کے آریہ مسافر کا اڈیٹر نے لالہ رلیا رام سے پبلک کو بدظن کرنے کی کوشش فضول کی ہی - جبکہ

کئی نوجوانوں سے بھی اس مبارک خدمت (یعنی ویدوں کو تیاگ گئے اور الہامی نہ ماننے) کے ذمہ دار بن چکے ہیں الخ سچ ہے کاغذی ناؤ کب تک۔

مگر قرآن شریف کی تعلیم کا اثر کہ مسٹر کارلائل جیسے فلاسفر کو دیکھو کہ قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیا فرماتے ہیں۔ منجملہ تمام عرب کی بت پرستیوں اور یونانی اور یہودی وعادی اور افواہات افترایات اور روایات اور استدلال الٰہیات اور انکی کاہلانہ تارکشیوں کی اُس وحشی صحرائی آدمی نے اپنے نہ ترتیب یافتہ مخلص دل سے جو موت اور زندگی کیطرح یقینی اور اٹل تھا۔ اور اپنی بہت چمکنے والی قدرتی بصارت سے مغز سخن کو پالیا تھا۔ بُت پرستی ہیچ ہے۔ تمہارے چوبی بُت جنپر تم تیل اور موم ملتے ہو۔ اور جنپر مکھیاں چمٹتی ہیں۔ میں بتلا دیتا ہوں۔ کہ کاٹھ ہیں۔ وہ تمہارے حق میں کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ وہ ایسے ضعیف پھکنڈ ہیں۔ جنسے اللہ تعالیٰ کی توہین اور تضحیک ہوتی ہو۔ اور مجسم (   ) کرد۔ غلاظت میں بشرطیکہ تم جان لو اللہ واحد ہے اور اللہ ہی کو قدرت حاصل ہو۔ اُس نے ہمیں بنایا۔ اور وہی ہمیں مارتا۔ اور زندہ رکھتا ہو۔ اللہ اکبر۔ اللہ بڑا ہو۔ جان کہ رضائے مولیٰ سب سے اعلیٰ ہو۔ الخ صفحہ ۳

اور اصل میں یہ قرآن مجید کی اس آیت کا ترجمہ ہو۔ قال اللہ تعالیٰ

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهٗ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۔ سورہ حج

جنکو تم خدا بنائے بیٹھے ہو۔ وہ تو ایسے ہیں اگر سب ملکر ایک مکھی پیدا کرنا چاہیں۔ تو کبھی نہ پیدا کر سکیں۔ اگرچہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں۔ بلکہ

کبھی اگر اُنکی کوئی چیز چھینکر لے جائے تو انھیں طاقت بھی نہیں ہوگی کہ وہ
اُس سے چیز واپس لے سکیں۔ اُنکے پرستار عقل کے کمزور۔ اور وہ طاقت
کے کمزور ہیں کیا خدا ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ خدا تو وہ ہے۔ جو سب سے زیادہ
قوتوں والا اور سب پر غالب آنیوالا ہی۔ ایسی غلطیوں میں جو لوگ پڑتے
ہیں۔ وہ خدا کی قدر نہیں پہچانتے۔ اور نہیں جانتے خدا کیسا ہونا چاہیے اور
پھر فرمایا۔ خدا امن کا بخشنے والا۔ اور اپنے کمالات اور توحید پر دلالت قایم
کرنیوالا ہے۔ یہ اس بات پر دلیل ہی۔ کہ سچے خدا کا ماننے والا کسی مجلس میں
شرمندہ نہیں ہوتا۔ اور نہ خدا کے سامنے شرمندہ ہوگا۔ کیونکہ اُس کے پاس
زبردست دلائل ہوتے ہیں لیکن بناوٹی خدا کا ماننے والا بڑی مصیبت میں
ہوتا ہی۔ وہ بجائے دلائل بیان کرنے کے ہر ایک بیہودہ بات کو راز میں
داخل کرتا ہی۔ تاکہ ہنسی نہ ہو۔ اور ثابت شدہ غلطیوں کو چھپانا چاہتا ہے
اور پھر فرمایا۔ اَلْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ یعنی وہ سب کا محافظ
ہے۔ اور سب پر غالب اور بگڑے ہوئے کاموں کا بنانے والا ہے۔ اور
اُسکی ذات نہایت ہی مستغنی ہی۔ اور فرمایا هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ
لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى ؕ یعنی وہ ایسا خدا ہی کہ جسموں کا بھی پیدا کرنیوالا اور
روحوں کا بھی پیدا کرنیوالا (نہ ایسا کہ اگر روحیں نہ ہوں تو ہاتھ پر ہاتھ رکھ
بیٹھ رہے ویدی خدا کی طرح معذور و مجبور خاموش ہو رہے) رحم میں
تصویر کھینچنے والا تمام نیکنام جہان تک خیال میں آسکیں اُسی کے ہیں اور
پھر فرمایا يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ؕ
یعنی آسمان کے رہنے والے بھی اُس کے نام کو پاکی سے یاد کرتے ہیں
اور زمین کے لوگ بھی۔ اس آیت میں ارشاد فرمایا۔ کہ آسمانی اجرام میں

آبادی ہے اور وہ لوگ بھی پابند خدا کی ہدایتوں کے ہیں اور کچھ فرمایا
علٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی خدا اوپر ہر شے کے قادر ہے۔ جب آں سرور
کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہدایات کو عرب جیسے اکھڑ ملک میں جہاں کہ
ہر قسم کے بت پرست اور توہم پرست آدمی موجود تھے پڑھکر سُنایا۔ تو جو اثر
اُنپر ہوا اُسکو ہم مسٹر کارلائل کے لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔ لکچر مسٹر موصوف
اسلام کا عرب کی قوم کے حق میں گویا تاریکی میں روشنی کا آنا تھا عرب کا
ملک پہلے پہل اُسی کے ذریعہ سے زندہ ہوا۔ جاہل عرب گلہ بانوں کی ایک
غریب قوم تھی۔ اور جب سے دنیا بنی تھی۔ عرب کے چٹیل میدانوں میں پھرا
کرتی تھی۔ اور کسی شخص کو اُس کا کچھ خیال بھی نہ تھا۔ اُس قوم میں ایک اولوالعزم
پیغمبر جس پر وہ یقین کرتے بھیجا گیا۔ اب دیکھو۔ کہ جس چیز سے کوئی واقف
ہی نہ تھا۔ وہ تمام دنیا میں مشہور و معروف ہو گئی۔ اور چھوٹی چیز نہایت
ہی بڑی چیز بن گئی۔ اُس کے بعد ایک صدی کے اندر عرب کی ایک طرف
غرناطہ اور ایک طرف دہلی ہو گئی۔ عرب کی بہادری اور عظمت عرب کا ملک
کیا بلحاظ شجاعت اور کیا بلحاظ شوکت اور کیا بلحاظ دانائی اور عقلمندی کے ایک
طویل عرصہ تک دنیا کے ایک بڑے حصہ پر آب و تاب کے ساتھ چمکتا
رہا ہے (مسلمانوں خیال کرو تم اُنھیں بزرگوں کی اولاد ہو۔ تمکو کیا ہو گیا)
ایمان ایک شے ہی جو زندگی بخش ہے جو ہیں ایک قوم کا ایمان مضبوط
ہوتا ہے اُسوقت وہ عالی حوصلہ عظیم الشان اور مثمر برکات ہو جاتی ہے۔
(واقعی درست اور بجا ہے مسلمانوں اپنے ایمان کو درست کرو۔ تمہارے
ایمان کے کمزور ہونے سے یہ گت ربود ہو رہی ہے) اُدہر عرب کو دیکھو اور
پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو۔ اور پھر ایک صدی کے زمانہ کو دیکھو۔

کیا یہ ایسا معلوم نہیں ہوتا کہ گویا ایک چنگاری - ہاں صرف ایک چنگاری اس دنیا پر پڑی - جو پہلے سیاہ غیر معلوم ریت دکھائی دیتی تھی - مگر جب یہ چنگاری پڑی وہ سیاہ ریت ملک سے اُڑ جانیوالا بارود ثابت ہوئی - اور اُس کے شعلے اسقدر اونچے اُٹھے کہ کہاں دہلی اور کہاں گھرنڈ دونوں مقامات پر جا ہی پہنچے میرے خیال میں یہ عظیم الشان انسان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ایک آسمانی بجلی تھی اور باقی انسان ایندھن کے طور پر - گویا بجلی کے ہی منتظر تھے - بجلی گری - اور وہ بھی روشن ہو گئے - لکچر صہ ۴۸

مولانا حالی اسی کے مطابق نظم کرتے ہیں جبکہ آپ نے اپنی قوم کو ایک دن کوہ صفا پر چڑھکر پکارا - نظم

وہ فخر عرب زیب محراب و منبر گیا ایک دن حسب فرمان داور	تمام اہل مکہ کو ہمراہ لیکر سوئے دشت اور چڑھ کے کوہ صفا پر

یہ فرمایا سب سے کہ اے آل غالب
سمجھتے ہو تم مجھکو صادق کہ کاذب

کہا سب نے قول آجتک کوئی تیرا کہا گر سمجھتے ہو تم مجھکو ایسا	کبھی ہمنے جھوٹا سُنا اور نہ دیکھا تو باور کروگے اگر میں کہوں گا

کہ فوج گراں پشت کوہ صفا پر
پڑی ہے کہ لُوٹے تمہیں گھات پاکر

کہا تیری ہر بات کا یاں یقیں ہے کہا گر میری بات یہ دلنشیں ہے	کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امیں ہے تو سُنلو خلاف اسمیں اصلا نہیں ہے

کہ سب قافلہ یاں سے ہے جانے والا
ڈرو اُس سے جو وقت ہے آنے والا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگادی اس آواز نے سوتی بستی جگادی

پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے
کہ گونج اُٹھے دشت و جبل نام حق سے

ای مسلمانوں ہماری بد اعمالیوں نے ہمکو برباد کر دیا۔ ہم نے خدا کی طرف سے منھہ موڑا۔ خدا کی طرف سے ہم پر طرح طرح اور قسم قسم کی مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں۔ اپنے ایمان کو مضبوط کرو۔ تو پھر بقول مسٹر کارلائل واقعی ہم کچھہ کے کچھہ ہو جاتے ہیں۔ اپنے بزرگوں کی طرف خیال کرو۔ دنیاوی محبت میں دل کم لگاؤ خدا کے فرماں بردار بن جاؤ۔ پھر دیکھو۔ کہ ہمارا بیڑا پار اور خدا کا فضل ہمارا یار و مددگار ہی۔ قال اللہ تعالیٰ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ + تحقیق خداوند کریم کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جبتک اپنی حالت آپ نہ بدلیں۔ اگر تم نے خطا کی ہی تو اُسکی تلافی اسی طرح ہوگی کہ اب تم سیدھے راستہ پر آجاؤ۔ اور کمر کو مضبوط باندھو۔ فیما بین کے بکھیڑوں کو چھوڑ کر خالص مسلمان بن جاؤ۔ پھر وہی ہم اور ہماری عزت ہمارے اور قدمائے کے اسلام میں زمین و آسمان کا فرق ہی۔ ہمکو چاہیے۔ قدما کا شیوہ اور طریقہ اختیار کریں۔

ابتدا سے کچھہ بھی اب نسبت نہیں انجام کو دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا اسلام کو
پھر بھی اُسکے سر براہ آنیکی کچھہ امید ہی صبح کا بھولا ہوا گر لوٹ آئے شام کو

اسکے بعد ہم اُن پیشینگوئیوں کو بیان کریں گے جو کہ خداوند کریم کی ذات پاک نے اپنے علم غیبی سے سابقہ انبیاؤں کی کتب میں ذکر فرما دی تھیں۔ پھر اُنکے عین مطابق آپکا نبی ہونا اور سر مو فرق نہ پڑنا اور مخالفین کا بعینہٖ قرار

کرنا کہ ضرور یہ پیشینگوئیاں آں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پر صادق اور مطابق ہو سکتی ہیں۔ نہ کہ کسی اور پر۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ

اب جن پیشین گوئیوں کا ذکر ہوتا ہے۔ ایسی زبردست اور یقینی ہیں کہ مخالفین تک نے بھی انکو تسلیم و تصدیق کیا ہے۔ چنانچہ انجیل یوحنا ۱۴ باب ۱۶ میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے جس میں حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہ تمہیں دوسرا فارقلیط عطا کرے گا اس پیشین گوئی کی نسبت تو خود عیسائی دنیا میں ہل چل پڑ رہی ہے۔ کہ یہ ضرور کسی نبی کی پیشینگوئی ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ عیسائیوں میں سے کئی صاحبوں نے حضرت مسیح کے بعد فارقلیط ہونے کا دعوی کیا ہے۔ اگر فارقلیط سے مراد روح القدس ہوتی، اور یہ پیشین گوئی پوری ہو چکی ہوتی تو کبھی کوئی مسیحی دیندار بھولے سے بھی اس پیشینگوئی کا مصداق اپنے تئیں نہ ٹھیراتا لیکن کئی اشخاص نے فارقلیط ہونے کا دعوی کیا (چنانچہ اُردو تواریخ کلیسیا میں لکھا ہے کہ مونٹانس نے ۱۷۷ء میں دعوی کیا تھا کہ میں فارقلیط ہوں) اور اُنکے دعوے کو بیشمار لوگوں نے تسلیم بھی کیا جس سے اظہر من الشمس ہے۔ کہ یہ ضرور کسی انسان اور نبی کی بشارت ہے نہ خدا کے تیسرے اقنوم روح القدس کی اور اُسکی بابت صرف مسلمان نہیں کہتے۔ گاڈفری ہیگنس صاحب اپنی کتاب کی دفعہ ۱۸ ۷ میں اقرار کرتے ہیں۔ اور پادری کہرسٹ صاحب کا قول اپنی تائید میں لاتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ عیسی یا روح القدس۔ اور یہ مراد اس سبب سے ظاہر ہے۔ کہ پیشین گوئی میں محمدؐ کا نام موجود ہے۔ دیکھو حمایت اسلام ترجمہ اپالوجی مطبوعہ بریلی ۱۸۷۳ء اور سر ولیم میور صاحب اپنی کتاب لائف آف محامد جلد ۱ باب ۲ صفحہ ۱۳ کے

حاشیہ پر لکھتے ہیں۔ کہ احمدؐ لفظ محمدؐ کا ایک دوسرا صیغہ ہی اور اُس کے معنی بھی اُسیطرح ستائیش کردہ شدہ کے ہیں (دیکھو یوحنا ۱۶ باب ۲۷) اور احمدؐ ترجمہ پیری کلطاس کا ہی (جلد ا صفحہ ۱۷)

اور قرآن شریف کے ترجمہ میں راڈویل صاحب سورہ والصافات کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ محمدؐ نے سُنا ہوگا (سنا نہیں بلکہ اصل یہی ہی) کہ عیسیٰ نے پیری کلطاس (فارقلیط) کے بھیجنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس خطاب کو اُنھوں نے لہجے کی مشابہت سے پیری کلطاس (فارقلیط) سمجھکر اپنے نام کو محمدؐ کی طرف منسوب کردیا اور اُس کا بھی وہی مصدر اور وہی معنی ہیں جو احمدؐ کے ہیں اور یہ بھی اسمائے نبی سے ہیں۔

پادری جے میری میچل صاحب ایل ایل ڈی لکھتے ہیں۔ کہ ایک آیت ہی جو اس سے (نبی اسلام) سے ذرا سی نسبت رکھتی ہے۔ یعنی یوحنا کی انجیل باب ۱۶ آیت ۱۷ جس میں مسیح نے اپنے شاگردوں سے وعدہ کیا کہ پاراقلیتس یعنی تسلی دینے والا تمہارے پاس بھیجونگا۔ اگر یہ لفظ پیری قلیتس ہوتا تو اُسکے معنی یہ ہوتے کہ مشہور اور لفظ احمد یا محمدؐ کے ایک طور پر یہ معنے ہیں (دیکھو خطوط بنام جوانان ہند صـ ۲۰۶)

لب التواریخ جلد ۲ مطبوعہ چرچ مشن ۱۸۲۹ء صـ ۲ میں لکھا ہے۔

یہودیوں کی امید اس بات کی کہ ایک مسیح آنیوالا تھا۔ اور مسیحیوں کا اعتقاد بسبب وعدہ ربانی کے کہ ایک تسلی دینے والا فارقلیط آئیگا۔ ان دونوں ناموں سے محمدؐ صاحب نے فائدہ اُٹھایا۔ اور کہا کہ وہی شخص تھا۔ جو سارے عالم کو شادمانی پہنچائے۔ ماسوائے اسکے عربوں کا بھی ایک قول ایسا رائج تھا۔ جو کہ اس بات کی اعانت کرتا ہی۔ کیونکہ اُن میں مشہور تھا۔ کہ ایسا شخص

قبیلہ قریش سے ظاہر ہوگا۔ اور اُسی قوم خاص سے محمد نکلا تھا
پھر ولیم میور صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی اپنی کتاب شہادت القرآنی
مطبوعہ لکھنؤ مطبع نولکشور سنہ ۱۸۶۱ع فصل ۱۲ صفحہ ۱۲ میں تحریر فرماتے ہیں۔
قولہ۔ اسمیں شک لاناضرور نہیں کہ محمد صاحب کو اپنی نبوت کی پیشینگوئی کا
کتب سابقہ میں ہونا دل سے متیقن نہ تھا۔ اور اسمیں بھی شبہ نہیں کہ چند
عالم یہودیوں نے اس بھروسہ پر کہ محمد صاحب ہماری کتاب ربانی بدل
تصدیق کرتے اور بحال وبرقرار رکھتے ہیں ان کے الہام اور اُنکی نبوت
کی شہادت دیدی۔ اس سے ثابت اور ظاہر اور بخوبی روشن ہوتا ہو
کہ اُن یہودی عالموں نے بھی جو مسلمان نہیں ہوئے تھے اس بات کی گواہی
دیدی کہ یہ نبی برحق ہی کیونکہ اس بات کا علم اُنکو اپنی کتابوں سے معلوم تھا
اور آں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو معلومہ نشانات سے اسطرح
پہچانتے تھے جسطرح اپنی اولاد کو اسیواسطے خداوند کریم نے فرمایا ہو
قال اللہ تعالیٰ۔ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتَابَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَھُمْ
وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ٥ سیل صاحب اپنے
ترجمہ قرآن کے باب ۱۶ کے صفحے ۲۰۶ میں زیر آیت ولقد تعلم کے
سلمان فارسی کا حال جو کہ ایک عالی خاندان اور اصفہاں کا باشندہ تھا
اور اپنی چھوٹی عمر میں اپنے ملکی دین یعنی آباواجداد کے دین کو چھوڑ کر عیسائی
ہوگیا تھا اور جبکہ وہ سیر کو جارہا تھا۔ تو اموریہ کے کسی بزرگ آدمی کے
کہنے کے مطابق عرب کو گیا۔ جہاں اُسوقت کے لوگ ایک ایسے نبی
موعود کے منتظر تھے۔ کہ جو ابراہیم کے مذہب کو روشن کرے اور انکی
دونوں شانوں کے درمیان مُہر نبوت ہو جس سے کہ وہ اور لوگوں سے

متمیز کیا جاوے۔ پس سلمان ایسا سفر تمام کرکے مکہ میں آپہنچا۔ اور محمد صاحب سے کعبہ میں ملاقات کرلے مدینہ کے سفر کو ملتوی رکھا۔ اور جلدی دریافت کرلیا کہ یہ وہی شخص ہی کہ جسکی تلاش میں میں پھرتا تھا اور مشرف باسلام ہوا۔؟

قبولیت اسی کا نام ہی۔ کہ مخالف بھی سوائے قبولیت کے کوئی چارہ نہ دیکھیں۔ ؎

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

آپ باوجودیکہ یتیمی کی حالت میں رہ گئے۔ سوائے ذات خداوند کریم کے نہ تو کوئی یار ہی۔ نہ مددگار۔ اور ملک میں جہالت اور ضلالت اس درجہ ترقی کرگئی ہے کہ ہر ایک اپنی کوتاہ عقل سے ایک ایک خدا بنائے بیٹھا ہی۔ اور اور سابقہ امتوں کی یہ کیفیت ہی کوئی اپنے منجر کو خدا کا بیٹا قرار دے رہا ہی کوئی تین خدا بنا بیٹھا ہی۔ کوئی ستاروں کی پوجا کرتا ہی تو کوئی کاہنوں کا پیرو ہو رہا ہی۔ اب خداوند کریم کی ذات پاک ایک ایسے شخص کو برگزیدہ کرکے مسند پیغمبری پر بٹھا کر اپنی غیبی تائید سے سہارا دے رہی ہی کہ ہم تمہارے حافظ و ناصر اور یار و مددگار ہیں۔ اور حق تمہاری طرف ہے اَلْحَقُّ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی۔ حق غالب آئیگا۔ کبھی مغلوب نہ ہوگا۔ ای ہمارے حبیب لوگوں کو پکار کر سُنا دو۔ قال اللہ تعالیٰ۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ؕ کہ ای لوگو خداوند کریم کا حکم ہی۔ کہ ہم نے تمہاری طرف رسول کو بھیجا۔ جو شاہد ہی اوپر تمہارے جیسا کہ رسول بھیجا ہم نے طرف فرعون کی۔ یعنی میں تمہاری طرف ایسا رسول آیا ہوں۔ کہ جیسا موسیٰ علیہ السلام فرعون کی طرف

یعنی میں مثل موسیٰ علیہ السلام ہوں۔ جسکی تصدیق اس بات سے ہوتی ہے کہ حضرت عمر خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب عبداللہ بن سلام سے اس آیت اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتَابَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ کی تفسیر پوچھی تو آپ نے کیا صداقت سے بھرا ہوا جواب دیا۔ کہ ہمیں اُس نبی کی پہچان اپنے بیٹوں سے بھی بڑھکر ہی۔ بیٹے کے اصلی اور حقیقی ہونے میں احتمال کا امکان ہی۔ مگر اس نبی کے صادق اور مصدق ہونے میں مطلق شک و شبہ نہیں ہی کیا وجہ کہ حضرت عبداللہ بن سلام توریت سے بخوبی واقف تھے۔ اور انکو توریت استثناء ۱۸ باب ۱۸ کی وہ زبردست حق کو امتیاز کرنیوالی پیشینگوئی معلوم تھی۔ وہو ہذا

جہاں خدا تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معرفت ارشاد فرمایا ہے کہ میں اُنکے لیے اُنکے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا۔ اور اپنا کلام اُس کے مُنہ میں ڈالونگا۔ اور جو کچھہ میں اُسے فرماؤنگا وہ سب اُنسے کہیگا۔ اور ایسا ہوگا۔ کہ جو کوئی میری باتوں کو جنیں وہ میرا نام لیکے کہیگا۔ نہ سُنے گا۔ تو میں اُس کا حساب اُس سے لونگا۔ لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے۔ کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اُسے حکم نہیں دیا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔ اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ میں کیونکر جانوں۔ کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں۔ تو جان رکھ۔ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھہ کہے۔ اور وہ جو اُس نے کہا ہی۔ واقع نہ ہو۔ یا پورا نہ ہو۔ تو وہ بات خدا نے کہی نہیں۔ بلکہ اُس نبی نے گستاخی سے کہی ہی۔ تو اُس سے مت ڈر؟

ناظرین اس پیشینگوئی کے مطابق باوجود رعب کیا بلکہ کل دنیا کے مخالفت کے

قتل سے محفوظ رہے - اور خدا کی توحید کا ڈنکا ایسا بجایا - اور جو کچھ کہا اُسی کے
پورا ہونے میں رائی کے دانے کے برابر بھی فرق نہ آیا - بلکہ یہانتک نوبت
پہنچی کہ بُت پرست اور سنگ پرستوں نے توحید اور سچائی کی تعظیم سے قرآنمجید
کو منور پایا - تو اُلٹ پلٹ اور ہیر پھیر کے ذریعہ ویدوں سے توحید ثابت کر گئے

مگر این خیال است و محال است وجنون - ؎

جہاں چوں روشن از قرآن گشتہ — پریشاں خاطر پوران گشتہ
قرآنے جلوہ چوں بر ہند افتاد — پورانے از پوراں گشتند ناشاد
چو دیدند از مے توحید مستی — ہمی کردند ترک بت پرستی
ولے توحید را از وید گویند — ورا از مرجان ثمر از بید جویند
کجا توحید را مخزن بود وید — سخن از بت پرستی راند جاوید
نہ طاقت پیش قرآں آریا را — کہ بنمایند تز وسیر دریا را

پھر دیکھو - کہ آں صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب فرمان دا اور یہ آیت پڑھکر لوگوں کو
خبر دار کیا - کہ باوجودیکہ عیسیٰ علیہ السلام میری نبوت کی خبر تمکو اول سے ارشاد
کر گئے ہیں - قال اللہ تعالیٰ

وَاِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا
بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ
فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝ (صف)

جسوقت کہا عیسیٰ علیہ السلام بیٹے مریم نے اے بنی اسرائیل تحقیق میں تمہاری
طرف رسول ہوں تصدیق کرنیوالا ہوں توریت کا جو تمہارے ہاتھوں میں
ہے - اور تمہیں یہ بھی خوشخبری دینے والا ہوں - کہ میرے بعد آویگا ایک رسول
جس کا نام احمد ہے - پس جسوقت آیا ساتھ روشن اور ظاہر دلیلوں اور

نشانات (معجزوں) کے۔ تو کہا یہ تو صریح جادو ہی۔ اسوقت جن لوگوں کو خدا نے
عقل سلیم اور طبع فہیم عطا کی ہو وہ ذرا غور سے خیال کریں۔ کہ حضرت عیسیٰ کا
اول سے کئی سو برس پہلے اس بات کی خبر دینا اور ایک اُمی شخص (فداہ
اُمی وابی) کا اُس کے مطابق دعویٰ کر کے دُنیا میں نئی قسم کی روح پھونک
دینا اور پھر اُسکی تکمیل کو اس درجہ پر پہنچانا۔ کہ عقل حیران ہوتی ہی۔ اور خواہ مخواہ
ہماری کانشنس ہمیں اس بات پر مجبور کرتی ہی۔ اور بیساختہ ہماری زبان
سے یہ آواز نکل جاتی ہی کہ ضرور ہی اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی
تائید غیبی محافظ و ناصر اور ڈھارس دینے والی ہی۔ اس آیت کے مطابق
ذکر بہت جگہہ انجیل میں آیا ہی۔ مگر میں صرف ایک جگہہ کے حوالہ دینے پر
اکتفا کرونگا۔ کیونکہ عاقلاں را ایک اشارہ بس است۔

انجیل یوحنا ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ باب میں مفصل ذکر ہے۔ مگر مختصر ایک جگہہ حوالہ دیا جاتا ہے
میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ تمہارے لیے میرا جانا ہی فائدہ ہی۔ کیونکہ اگر میں
نہ جاؤں تو تسلی دینے والا فارقلیط (محمد صلعم) تم پاس نہ آویگا۔ پر اگر میں
جاؤں تو اُسے تم پاس بھیجدونگا۔ اور وہ آنکر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے
اور عدالت سے تقصیروار ٹھیرائیگا۔ گناہ سے اسلیے کہ وہ مجھپر ایمان نہیں لائے
راستی سے اسلیے کہ میں اپنے باپ کے پاس جاتا ہوں۔ اور تم مجھے پھر
نہ دیکھوگے۔ عدالت سے اسلیے کہ اس جہان کے سردار پر حکم لیا گیا ہے
میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تم سے کہوں۔ پر اب تم اُنکی برداشت
نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آوے۔ تو تمہیں ساری سچائی
کی راہ بتادیگی۔ اسلیے کہ وہ اپنی نہ کہیگا۔ بلکہ جو کچھ سُنے گی۔ سو کہے گی۔ اور
تمہیں آئندہ کی خبریں دیگی۔ وہ میری بزرگی کریگی۔ اسلیے کہ وہ میری

چیزوں سے پا دیگی - اور تمہیں دکھا دیگی - انتہی

اب ہم پیشگوئی کی مختصر تفسیر کرتے ہیں - حضرت مسیحؑ کا یہ فرمان ہی - اگر تم مجھے پیار کرتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو - اس سے ظاہر ہی - کہ حضرت مسیحؑ کی ایک عظیم الشان وصیت ہی - جس سے لوگ منحرف بھی ہو سکتے ہیں - اسیواسطے تو حضرت مسیح علیہ السلام کو اول سے ہی ایسے تاکیدی الفاظ استعمال کرنیکی ضرورت لاحق اور متصور ہوئی اور وہ انسان ہی ہو سکتا ہی جسکی نبوت سے انکار کی بھی گنجایش ہو سکتی ہی - اور روح القدس جسکی نسبت عیسائی یہ پیشینگوئی خیال کیے بیٹھے ہیں - کوئی ایسی چیز نہیں جس سے حواری لوگ منحرف ہو سکے تھے - اسلیے کہ وہ تو پہلے بھی اُنپر اُتر چکی تھی - اور وہ اُسے جانتے تھے - (جیساکہ انجیل سے ظاہر ہے)

اور میں اپنے باپ سے درخواست کرونگا - وہ تمہیں دوسرا فارقلیط بخشے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے میں خدا سے دعا اور التجا کرونگا کہ دوسرا فارقلیط تم میں نازل ہو جس کا دین ہمیشہ کے لیے دنیا میں قایم رہے - یعنی روح حق صادق مصدوق نبی - جو دنیا کی پہچان سے بالاتر اور فوق الفوق اور نہایت ہی عالی مرتبہ ہی - لیکن تم میرے بتانے سے کسیقدر جانتے ہو - اسلیے کہ اُسکی قدر و منزلت کئی بار تمہارے سامنے بیان کر چکا - اور کچھہ آگے جانوگے -

لیکن وہ تسلی دینے والا جو روح قدس ہی جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا - وہی تمہیں سب چیزیں بتا دیگا - اور یاد دلا دیگا - روح نبی اور واعظ کو بھی کہتے ہیں (حزقیل ۲۷ باب ۱۴ نامہ ایوحنا وغیرہ) آنحضرت صلعم واقعی روح القدس بھی ہیں - سو آپ نے اہل کتاب کو حقائق و معارف سکھائے حضرت مسیحؑ کی اصلی تعلیم اُنکو یاد دلائی - جسے وہ بھول گئے تھے اور لغو عقائد

تراشں لیے تھے۔ اور ایسا ہی فارقلیط کے آنے کی بشارت بھی یاد دلائی
روح حق میری گواہی دیگا۔ اور میری تصدیق کریگا واقعی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت مسیح کی صداقت اور رسالت اور طہارت اور تقدس کی
گواہی دی۔ اور فرمایا کہ وَجِیهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ہ
وہ دنیا اور آخرت میں معزز اور مقرب ہی (لعنتی نہیں۔ نہ صلیبی موت سے
میرا چھوٹا نبی ہی) وہ دنیا کو آکر گناہ اور راستی اور عدالت سے تقصیر وار
ٹھیراویگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب نذیر ہی۔ دلالت کرتا ہی کہ آپ
مجرموں اور شریروں کی بیخکنی کرنے کے لیے تشریف لائے۔ اور صداقت
اور عدالت قایم کرنے آئے تھے۔ اور فی الواقع آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام
کے مخالفوں اور منکروں (یہود) کی ایسی خبر لی۔ کہ باید وشاید۔ اور آنحضرت
واقعی اسی دُنیا کے سردار بھی ہیں سید المرسلین آپکا لقب ہی۔
وہ میری خبروں سے پائیگا اور تمھیں دکھائیگا۔ وَلٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ
بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ الْکِتَابِ لیکن یہ قرآن شریف اگلی کتابوں کی تصدیق
کرتا ہے۔ انی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا وجعلنی مبارکا
اینما کنت واوصانی بالصلوۃ والزکاۃ ما دمت حیا وبرا بوالدتی
ولم یجعلنی جبارا شقیا والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث
حیا ذالک عیسی ابن مریم قول الحق الذی فیه یمترون ما کان اللہ
ان یتخذ من ولد سبحانه اذا قضی امرا فانما یقول له کن فیکون ہ

دیکھو سورہ مریم و آل عمران

میری اور بہت سی باتیں ہیں۔ پھر اب تم اُنکی برداشت نہیں کر سکتے واقعی
ضعیف الایمان حواریوں کی سمجھ اور افہام جو تحمل کے بغیر حضرت مسیح ع کی

کوئی بات نہ سمجھتے تھے۔ اسرار عالیہ کے سمجھنے کی برداشت نہیں کر سکتے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اسرار معارف وحقائق ودقائق دین بیان
کیے۔ جو تاحال کسی نبی نے بیان نہیں کیے تھے۔ وہ تمھیں ساری سچائی کی
راہ بتا دیگا اللہ تعالی فرماتا ہے۔ وتمت کلمۃ ربك صدقًا وعدلًا اور میرے
رب کی باتیں سچائی اور عدالت کی سب پوری اور مکمل ہو چکیں۔ اور اسرار
دین سب بیان ہو چکے۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی
آج میں نے تمپر تمہارا دین کامل کیا۔ اور تمپر اپنی نعمت پوری کی۔
وہ۔ (روح حق یا روح نبی) اپنی نہ کہے گی بلکہ جو سُنے گی سو کہے گی۔
یہ اُس شخص کی نسبت پیشینگوئی ہے۔ جنکی نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام
سے فرمایا ہے۔ کہ میں اپنا کلام اُسکے مُنہ میں ڈالونگا۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى
اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی۔ وہ اپنے نفس کی خواہش سے نہیں کہتا۔ بلکہ
جو اُسپر وحی ہوتی ہے سو ہی کہتا ہے۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگی۔ عیسائیوں
کی روح القدس نے کوئی آئندہ کی خبر نہیں دی۔ ہاں ہمارے رسول کریم
صلعم نے بیشمار آئندہ کی خبریں دیں وہ بعینہ اُسیطرح پُوری ہوئیں۔ اور ہمارے
پیغمبر ہی اس بشارت کے مستحق ہیں۔
اب میں صرف حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ کی دعا کو جو آپ نے ایک نبی
(محمد صلعم) کے مبعوث ہونے کیواسطے بارگاہ ایزدی میں کی تھی نقل کرکے اسی پر
اکتفا کرونگا۔

پیدائش ۱۷ باب

قرآن شریف میں اللہ تعالی فرماتا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
دعا کی۔ اے میرے پروردگار میں نے اپنی اولاد (یعنی حضرت اسمعیل) اور

اُنکی نسل کو غیر مزروعہ زمین میں تیرے حرمت کے گھر (یعنی خانہ کعبہ) کے
پاس بسایا ہی۔ ای میرے رب اسواسطے کہ نماز قایم کریں۔ پس تو لوگوں کے
دل اُنکی طرف جھکا دے۔ اور پھلوں سے اُنکو رزق دے۔ تاکہ وہ تیرے
شکر گذار رہیں۔ ای ہمارے رب تو جانتا ہی۔ جو ہم چھپاتے ہیں۔ اور جو ظاہر
کرتے ہیں۔ اور اللہ سے کوئی چیز چھپی نہیں رہتی۔ نہ زمین میں نہ آسمان
میں (سورہ ابراہیم ۳۷-۳۸) اور ای پروردگار تو اُنھیں میں سے
ایک عظیم الشان رسول اُٹھا۔ جو اُنپر تیرا کلام پڑھے۔ اور اُنکو کتاب
ربانی اور حکمت کی باتیں سکھائے۔ اور اُنکو پاک اور مقدس بنائے۔
یقیناً تو سب پر قدرت رکھتا ہی۔ اور بڑی حکمت والا ہی۔ (سورہ بقر)
رَبَّنَا وَابعث مِنهُمْ رَسُولاً مِنهم يَتلُو عَلَيهِمْ اٰيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الكِتَابَ
وَالحِكمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ اِنَّكَ انت الحَكِيمُ العَلِيمُ ۝

یہ دعا تھی۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی۔ اور جسکی قبولیت کا ظہور
حضرت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود فیض نمود سے ہوا
دیکھو پیدایش ۱۷ باب ۹ و ۱۴
اور مختون لوگ (یعنی پہلے بنی اسرائیل اور پھر بنی اسمٰعیل) ہیں۔ اس عہد کے
وارث ہونگے۔
یہ تمام آیات تصدیق کرتی ہیں اس دعائے ابراہیمی کی اور بشارت دیتی
ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت بعثت کی۔ جسمیں غور کرنیوالوں کو
ذرا بھی تامل نہیں ہو سکتا ان پیشینگوئیوں کی بابت مولانا حالی فرماتے ہیں۔

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت ۔۔۔ بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت
ادا خاک بطحا نے کی وہ ودیعت ۔۔۔ چلے آتے تھے جسکی دیتے شہادت

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

ہوئے محو عالم سے آثار ظلمت — کہ طالع ہوا ماہ برج سعادت
نہ چٹکی مگر چاندنی ایک مدت — کہ تھا ابر میں ماہتاب رسالت

یہ چالیسویں سال لطف خدا سے
کیا چاند نے کھیت غار حرا سے

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانیوالا — مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنیوالا — وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا ضعیفونکا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

خطا کار سے درگذر کرنے والا — بد اندیش کے دل میں گھر کرنیوالا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا — قبائل کا شیر و شکر کرنے والا

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

مس خام کو جس نے کندن بنایا — کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا — پلٹ دی بس اک آن میں اُسکی کایا

رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رخ ہوا کا

آنحضرت صلی اللہ وسلم کا مبعوث ہونا اور نسخہ کیمیا (قرآن مجید فرقان حمید) کو ہمراہ لانا۔ اور لوگوں کو تثلیث پرستی۔ آدم پرستی۔ بت پرستی اور آتش پرستی توہم پرستی۔ مورت پرستی۔ لنگ پرستی سے ہٹا کر یک لخت توحید کا راستہ بتانا

اور لوگوں کو خالص خدا کا بندہ بنا دینا اور دنیا کو حیرت میں ڈالدینا کیا بڑی بھاری دلیل اس امر کی نہیں ہی کہ آپ واقعی نبی برحق ہیں۔ اور تائید غیبی مددگار رہے۔ دیکھو ایک انگریز جن کا نام مسٹر کارلائل ہی کن لفظوں سے اس حال کو بیان اور آپ کی صداقت اور رسالت کی داد دیتا ہی۔ صاحب موصوف بیان کرتا ہے۔ کہ اس دنیا میں ہی شخص کو کوشش کرنے دو۔ خواہ زبان سے۔ خواہ تلوار سے۔ یقین رکھو۔ کہ جو بات مغلوب ہونے کے لائق نہیں۔ وہ کبھی مغلوب نہ ہو گی۔" اگر اس بات پر یقین کیا جاوے۔ تو اسلام کی صادق اور حق ہونے میں اور باقی تمام مذاہب کی کاذب اور باطل ہونے میں کسی دانشمند کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہی۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ۔ الحق تیرے رب کی طرف سے ہی پس۔ (او مخاطب) تو ہرگز شک و شبہ لانیوالوں میں مت ہو۔

اگر یہ بات سچ ہی۔ کہ الحق میں اسقدر زور ہوتا ہی کہ توپ و تفنگ اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تو یقین سمجھو کہ کلام ربانی کی یہ صداقت بھری حقانی آواز جو دنیا (حالانکہ کل مخالف ہیں) کے کانوں میں پہنچا دی گئی۔ مخالفین کی تیز تلوار اور اُڑا دینے والی بارود سے ہزار بلکہ لاکھ درجہ بڑھکر اپنے خدائی قوت اور شجاعت کا بل رکھتی ہی۔ قرآن شریف اپنی راستی اور حقیقی ہونے کو در پردہ چھپ چھپا کر اور ہچکچاتا ہوا نہیں بیان کرتا۔ بلکہ میدان میں کھڑے ہو کر اپنی فوق العوق قوت صداقت سے مخالفوں کو نیچا دکھاتا اور اُنکی سب مخالفانہ طاقت کو خاک میں ملاتا ہی۔ کونسا حملہ آور ہی۔ جو کلام ربانی کی طاقت کے سامنے آیا اور منہ کی بل نہ گرا ہو۔ کونسا حریف ہی جو حقانی طاقت کے مقابلہ ٹھیرا ہو۔ جس شخص نے اس خدائی طاقت (پیغمبر خدا یا قرآن شریف) کا مقابلہ کیا۔ اُس کا انجام وہی

جو نیچرل طاقتوں کے خلاف کوشش کرنیوالوں کا ہوتا ہی جس شخص نے
اس ارادہ الہی کا سامنا کیا۔ نتیجہ وہی نکلا۔ جو خدائی ارادوں کی مخالفت
میں اڑنیوالوں کا ہوتا ہی۔ جس شخص نے اس نور الہی کے بجھانیکی کوشش کی
وہ آپ جل گیا اور خدا کا نور دن بدن بڑھتا گیا۔ قال اللہ تعالیٰ۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللهُ   نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ

کفار اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں۔ مگر اللہ اپنے
نور کو کامل کرتا ہی۔ خواہ کافروں کو برا کیوں ہی نہ لگے بقول شاعر

شپرک خواہد کہ نبود آفتاب ۔۔ تا بہ بیند دیدۂ ومرز و بوم
دست قدرت ہر صباح شمع مہر ۔۔ مے فروزد برکوری خفاش شوم

جس آدمی نے اس نورانی آفتاب کے سامنے ہاتھ رکھکر چھپانا چاہا۔ وہ
آپ شپر کی طرح تاریکی گڑھے میں جا پڑا اور الہی روشنی تمام آفاق پر
منتشر ہو گئی۔ مشرکوں یہودیوں۔ عیسائیوں۔ بت پرستوں۔ نیوگ پرستوں
آتش پرستوں۔ مادہ پرستوں اور ہر گروہ کے مخالفوں نے جان توڑ
سر پھوڑ کوششوں سے اس الہی چٹان کا مقابلہ کیا لیکن سب کے سب
چکنا چور ہو گئے۔ ہاں سچ ہی۔ یہ وہ پتھر ہے کہ جو اسپر گرا چکنا چور ہو گیا۔ اور
جسپر یہ جا کر گرا اُسے پیس ڈالا (متی ۲۱ باب ۴۴) سابق میں جسنے اسوقت
کا مقابلہ کیا فنا ہوا۔ اب ایک نیا گروہ اس کے ساتھ ٹکرا رہا ہی۔ بفضل خدا
کہ اُنکا حال بھی بدستور سابق ہو گا۔

مرا از نور قرآں ہست امید ۔۔ ز دنیا محو گردد ظلمت دید
مشرف از فتوحات قرآنی ۔۔ شود دیدی ویدی دیانندی پرانی

ان باتوں کی تحقیق کے واسطے غور و فکر کو کام میں لایا جاتا ہی۔ تو یہی کتاب

ایک دنیا میں نظر آتی ہی - جو اپنے دعوی کو با دلائل پیش کرتی ہی - دیگر کوئی
کتاب نہیں - جس کا ثبوت ہم پیش کرتے ہیں - قال اللہ تعالیٰ
یٰاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَتَّقُوْنَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ
مَآءً فَاَخْرَجَ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ ۝ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ
وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ (ترجمہ)
ای لوگو عبادت کرو اپنے پروردگار کی جس نے تمکو بھی پیدا کیا ہی اور اُنکو بھی
جو تم سے پہلے تھے - شاید کہ تم ڈرو (وہ اللہ) جس نے زمین کو تمہارے
واسطے بچھونا بنایا - اور آسمان کو چھت اور اُتارا آسمان سے پانی پھر نکالے
اُس پانی سے پھل تمہاری روزی کے لیے سو تم دیدہ و دانستہ اللہ کے
شریک مت بناؤ - اگر تم کو اُس کے درمیان جو اُتارا ہمنے (قرآن شریف)
اپنے بندہ پر - شک ہی - کہ یہ اللہ کی طرف سے نہیں - پس تم بھی ایک ہی
سورت اسکی مثل بناؤ - اور اپنے مددگاروں کو بھی بلالو - سوائے اللہ کے اگر تم
اس بات میں (کہ یہ قرآن شریف اللہ کی طرف سے نہیں ہی) سچے ہو -
(۱) خداوند کریم نے اپنی عبادت کا حکم دیا (۲) اپنی قدرت کا اظہار کیا
کہ میری عبادت اسوجہ سے تمپر فرض ہی کہ تمکو اور جو تم سے اول پیدا ہوئے
اور زمین آسمان اور جو کچھ اُنکے درمیان ہی - میں ہی اُن سب کا پیدا کرنیوالا
ہوں اور پھر زمین سے طرح طرح کی نباتات کا پیدا کرنا میری ہی قدرت ہے
اور اُنکا علم بھی میرے پاس ہی - اسیواسطے زمین و آسمان کے عجائبات کا بیان
فرمایا - انکے علاوہ اور بھی بہت جگہہ خداوند کریم کی ذات نے اپنے

علم کے دلائل بیان فرمائے۔

(۱) اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ۔ یعنی اللہ کو زمین و آسمان کی سب چیزوں کا علم ہے اور کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

(۲) ھُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَاءُ۔ یعنی وہی ہے جو رحموں کے درمیان تمہاری صورت جسطرح چاہتا ہے بناتا ہے۔

(۳) اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ۝ یعنی کیا جس نے پیدا کیا وہ جانتا نہیں ہے۔ حالانکہ وہ باریک بیں خبردار ہے۔

(۴) وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا ھُوَ۔ یعنی اُس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ جنکو بجز اُسکے کوئی نہیں جانتا۔

خدا جل جلالہ نے اپنی توحید اور واحد ہونے اور اپنے علم کے یہ دلائل بیان فرمائے۔ اسکی وجہ یہ تو میں اوپر ذکر کر آیا ہوں۔ کہ آں صلی اللہ علیہ وسلم جسوقت مبعوث ہوئے۔ اُسوقت ہر طرح کے گمراہ اور مشرک لوگ موجود تھے اور طرح طرح کے دلائل سے کام لیتے تھے۔ جن میں بڑے بڑے مشہور فرقے یہ تھے۔

(۱) دہریہ (۲) قادر مختار کا انکار کرنیوالا (۳) خدا کے ساتھ شریک ماننے والے (۴) وہ فرقہ جو نبوت کا منکر تھا انکے پھر دو گروہ تھے۔

(۱) اول وہ لوگ جو نبوت کے قائل ہی نہ تھے (۲) جو نبوت کے قائل تھے مگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے تھے۔ مثلاً یہود و نصاریٰ اب ہم بفضل خدا ہر ایک کی تردید جسطرح قرآن شریف نے کی ذکر کرتے ہیں کتاب الٰہی منکران خدا کی اسطرح تردید کرتی ہے۔ کہ جو کسی بشر کے احاطہ قدرت سے باہر ہو۔ اور انسان کی عقل قاصر ہے۔

(۱) اول دہریوں کا عقیدہ یہ تھا۔ مَا یُھْلِکُنَا اِلَّا الدَّھْرُ وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ۝ یعنی ہمکو نہیں ہلاک کرتا مگر زمانہ۔ اور پھر ہمکو اُٹھنا نہیں ہی۔ انکی تردید کیواسطے ایسی ہی دلیلوں سے فرما دیا۔ کہ زمین و آسمان سیارات اور ارض پیدائش یہ سب ہمارا ہی پیدا کیا ہوا سامان ہی۔ اسیطرح تمکو بھی پیدا کیا ہی۔

(۲) دوسرا فرقہ وہ تھا۔ جو قادر مختار کا انکار کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ انکے قول کو بھی اسطرح باطل فرماتا ہی۔ کہ ہم اقسام اقسام کے نباتات اور حیوانات پیدا کرتے ہیں۔ باوجودیکہ یہ سب طبائع اور تاثیرات فلکی کے اندر مشترک ہیں۔ انکا پیدا ہونا خود اس بات کی دلیل ہی۔ کہ کوئی قادر مطلق ہی۔ اُسکی شان یہ ہی کہ ان تمام چیزوں میں سے کوئی بھی پوشیدہ نہیں ہی۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْئٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ۝

(۳) وہ فرقہ تھا۔ جو خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک مانتا تھا۔ بعض لوگ انمیں ایسے تھے تھے۔ جو خدا تعالیٰ کے ساتھ معبود علوی مانتے تھے۔ مثلاً وہ لوگ جو کواکب کو اس عالم کے اندر مؤثر کہتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے اُنکے اعتقاد باطل کی اوسی دلیل سے تردید فرمائی۔ جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کواکب سورج وغیرہ کے معبود ہونے کو باطل کیا تھا۔ جیسا کہ اس آیت کے اندر ہے۔ فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْہِ الَّیْلُ رَاٰ کَوْکَبًا ط قَالَ ھٰذَا رَبِّیْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ۝ جب ابراہیم کو رات کا اندھیرا ہوا تو اُس نے ایک ستارہ دیکھا۔ اور دیکھکر کہا۔ یہ میرا پروردگار ہی۔ پھر جب وہ ستارہ چھپ گیا تو کہا کہ چھپ جانیوالوں سے میں جی نہیں لگاتا۔ متکلمین کا طریق بھی یہی ہی کہ عالم کے متغیر ہونے کو حادث ثابت کرتے ہیں۔ پس جو چیز حادث ہی

وہ معبود بھی نہیں ہے۔
اور نصاریٰ شریک سفل کو مانتے تھے۔ یعنی حضرت مسیح علیٰ نبینا و علیہ السلام کو معبود بتلاتے تھے۔ اور بت پرست لوگ اپنے بتوں کو اللہ کا شریک کہتے تھے۔ جناب باریتعالیٰ عزاسمہ وغلب برہانہ نے کثرت کے ساتھ قرآن پاک کے اندر جابجا اُنکے خیالات باطلہ کی تردید کی ہے۔ جیساکہ ہم اوپر بتوں کی بابت مفصل تحریر کر آئے ہیں۔ کہ جب کوئی مکھی انسے کوئی چیز چھینکر لیجاوے۔ تو اُس کے واپس لینے کی انمیں طاقت نہیں تو کیا خدا ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ قَالَ اللہُ تعالیٰ۔ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا ؁ یعنی کہدے۔ اگر بقول مشرکین کے خدا تعالیٰ کے ساتھ دوسرے خدا بھی ہوتے ہیں۔ تو مالک عرش کی طرف راستہ نکال لیتے۔ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ یعنی اگر کئی خدا ہوتے تو ایک دوسرے کے اوپر چڑھ جاتا۔ پھر فرمایا لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ؁ یعنی اگر زمین و آسمان میں دو خدا ہوتے۔ تو زمین آسمان خراب ہو جاتے۔ پس ان دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ سے اچھی طرح واضح کر دیا کہ خدا ایک ہے۔

(۴) وہ فرقہ تھا۔ جو اصل نبوت کے اندر طعن کرتے تھے۔ اور وہ دو گروہ تھے (۱) اول تو وہ لوگ جو در اصل نبوت کے اندر ہی کلام کرتے تھے۔ کہ کوئی شخص نبی ہو ہی نہیں سکتا۔ خداتعالیٰ اُنکی حکایت اس آیت قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ؁ کہا منکروں نے کہ ہماری طرف بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اس کے جواب میں خداوند کریم نے فرمایا۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَيْهِمْ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ ۝ یعنی اسیطرح ہمنے تجھسے پہلے بھی آدمیوں ہی کو وحی دی اور پیغمبر بناکر بھیجا۔ اور جو کفار تھے اُنھوں نے کہا کہ یہ پیغمبر نہیں اے ہمارے حبیب تو منکروں سے کہدے کہ اس معاملہ میں میرے (نبی ہونے) اور تمہارے (انکار کرنے) میں اللہ ہی شاہد کافی ہی۔ اور اُس کے پاس سے ہی علم کتاب ہی۔

دوسرا جواب دوسرے فرقہ کے ساتھ ہی فرمایا۔ کیونکہ وہ گروہ گو نبوت کا منکر نہ تھا۔ مگر آپ کی نبوت سے انکار کرتا تھا۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ۔ اور اے نبی تو اس نبوت سے پیشتر نہ کبھی کوئی کتاب پڑھ سکتا تھا۔ اور نہ اُسے اپنے داہنے ہاتھ سے لکھتا تھا۔ اور اب اسقدر فصاحت اور بلاغت سے مالامال کتاب پڑھکر تو لوگوں کو سُناتا ہی۔ پھر بھی تمہاری نبوت سے انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ باوجود فصیح و بلیغ ہونے کے ایک سورت بھی ویسی بناکر نہیں لاسکتے۔ خواہ سب ملکر بنانا چاہیں۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ یعنی لے آؤ ایک ہی سورت مانند اسکی بناکر اور اپنے شاہدوں کو بھی سوائے اللہ کے بلالو۔ اگر تم سچے ہو۔ یاد رہے کہ یہود اور نصاریٰ جو جناب رسالتمآب علیہ الف الف صلوٰت و تحیات کی رسالت میں کلام کرتے تھے تو اُنکے طریقے یہہ تھے۔ کبھی تو قرآن پاک کے اوپر طعن کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ اُنکے طعن کے جواب میں فرماتا ہی۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا۔ یعنی خدا تعالیٰ کو اس بات سے شرم نہیں آتی ہے کہ کوئی مثال بیان کرے۔ مچھر کی مثال ہو۔ یا زیادہ اور کبھی کہتے تھے

کہ ہمکو ایسے اور ویسے معجزے دکھلاؤ گے۔ جب ہم ایمان لاویں گے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ اُنکے حال کی حکایت فرماتا ہی۔ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا اَوْ تَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَاءِ ٥ یعنی اُنھوں نے پیغمبر سے یہ بات کہی۔ کہ ہم تم پر کبھی ایمان لاوینگے جبتک کہ تو ہمکو زمین سے ایک چشمہ نہ نکالدے۔ یا تیرے لیے ایک سونے کا گھر ہو۔ یا تو آسمان پر چڑہ جائے۔ کبھی کہتے تھے۔ کہ یہ قرآن تھوڑا تھوڑا کرکے اُترا ہی۔ اسوجہ سے اُس میں شبہ ہوسکتا ہی۔ کہ یہ کتاب خدا تعالیٰ کی نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ نے اُنکے شبہ کا جواب اسطور پر دیا كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ٥ یعنی ہم نے اسیطرح پر قرآن شریف کو اسلیے اُتارا ہی۔ کہ ہم تیرے دل کو پکا کردیویں۔ اور صاف اُسکو ہمنے پڑہ دیا ہی۔

(۵) وہ فرقہ تھا۔ جو حشر ونشر کے اندر کلام کرتا تھا۔ خدا تعالیٰ نے حشر ونشر کے ثابت کرنے اور منکرین کے قول کو باطل کرنے کے لیے اقسام اقسام کے دلائل بیان فرمائے ہیں۔ جیساکہ اس آیت میں وارد ہی۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ قَالُوْا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ٥ یعنی کہا اُنھوں نے کہ جب ہماری ہوجاویں ہڈیاں اور گل جاویں تحقیق ہم البتہ اُٹھائے جاویں گے پیدائش جدید۔ تو اُس کے جواب میں خداوند کریم فرماتا ہی۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ٥ یعنی کیا تم نہیں دیکھتے کہ جسطرح خداوند تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا ہی۔ وہ اسپر بھی قادر ہی۔ کہ اُنکو اُسیطرح پھر پیدا کرے یعنی حشر ونشر کے دن۔

(۶) وہ فرقہ تھا۔ جو تکالیف شرعیہ کے اوپر اعتراض کرتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ کہ خدا تعالیٰ اگر کسی بندے کو کسی حکم کے ساتھ مکلف کرے تو ہمیں کچھ فائدہ نہیں ہی۔ خدا تعالیٰ اُنکے اس خیال فاسد کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَأْتُمْ فَلَهَا۔ یعنی اگر اچھا کروگے تو اپنی ذات کے لیے اچھا کروگے اور اگر بُرا کروگے تو اپنی ذات کے لیے کروگے۔ کبھی یہ لوگ کہتے تھے۔ کہ حق بات یہی ہی۔ کہ بندہ اپنے کاموں میں مجبور ہی۔ اور جب مجبور ٹھیرا۔ تو پھر تکلیف شرعی کیونکر صحیح ہوسکتی ہی۔ خدا تعالیٰ نے اس خیال کے رد میں ارشاد فرمایا۔

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ط یعنی خدا تعالیٰ جو کوئی کام کرے تو اُس سے کوئی بازپرس کرنیوالا نہیں ہی۔ اور لوگ جو کام کرتے ہیں اُنسے بازپرس ہوگی۔ ہم نے اشارةً ان سب گروہوں کا بیان کردیا۔ جو کہ خدا کے منکر۔ بت پرست۔ منکر رسالت وغیرہ موجود تھے۔ اس حالت میں اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ حکمت کی طرف غور کرو۔ کہ اُس نے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ملک میں مبعوث کیا جس میں ہر قسم کے عقیدہ والے لوگ موجود تھے۔ یعنی ایسا کوئی عقیدہ باطل نہیں سکتا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عرب کے قوموں میں موجود نہ ہو۔ مشرکین وہاں تھے۔ جنھوں نے سیکڑوں بتوں کو خدا کا شریک کر رکھا تھا۔ مجوس وہاں تھے۔ جو دو خداؤں خالق خیر و خالق شر کو مانتے تھے۔ آتش پرست۔ ستارہ پرست۔ سورج پرست۔ چاند پرست۔ بُت پرست۔ خدا کے قطعی منکر۔ غرضیکہ ہر ایک قسم کے بطلان پرست وہاں جمع ہورہے تھے۔ جب اُن سرورکائنات نے خداوند کریم کے کلام سے

ان آیات کو پڑھ کر سنایا لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ؕ یعنی تم نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کے آگے سر جھکاؤ۔ اور سجدہ صرف اُسی ذات کو کرو جس نے ان سب اجرام سماوی کو بنایا ہے پھر فرمایا ذٰلِکُمُ اللّٰهُ رَبُّکُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ؕ یعنی تمہارا رب وہ اللہ ہے کہ جس کے سوا پوجا اور عبادت کے کوئی لایق نہیں ہے۔ وہ ہر شے کا خالق ہے۔ پس اسی کی پوجا کرو۔ وہی ہر شے کا کارساز ہے۔ آنکھیں اُسکی ذات کی دریافت سے عاجز ہیں اور خدا کو آنکھوں کا بھی پورا پورا علم ہے اور وہ تو باریک بیں خبیر ہے۔ پھر فرمایا وَاِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ؕ اور تمہارا خدا ایک ہی خدا معبود ہے وہ بڑا رحمان رحیم ہے۔ جب اسطرف مفصل دلائل اُن تمام فرقوں کی تردید کی۔ جو کہ عرب میں موجود تھے۔ یعنی یہود وہاں آرہے تھے۔ جو قساوت قلبی میں مشہور اور سخت بداعتقادیوں میں گرفتار تھے۔ عیسائی وہاں تھے۔ جو تثلیث و کفارہ کے قائل اور اعمال حسنہ کو فضول قرار دیتے تھے۔ دہریے۔ سوفسطائی فلسفی۔ مادہ روح کی قدامت کے قائل آریہ کے بھائی تناسخ۔ غرضیکہ ہر قسم کے باطل عقیدے والے لوگ خدا نے گویا کھینچ کھینچکر عرب میں اکٹھے کردیے تھے۔ تاکہ قیامت تک کوئی ایسا فرقہ کاذب اور عقیدہ باطل نہ رہجاے جس کا بطلان نبی آخرالزماں بذریعہ قرآن شریف کے نہ کردے۔ وَلِئَلَّا یکون للناس علی اللّٰه حجة اور ساری دنیا پر ہمیشہ کے واسطے حجت ہوجاوے۔ اسی اتمام حجت کی وجہ سے آنحضرت سید المرسلین

اور خاتم النبین کہلاتے ہین - اور یہی حضور کے آنیکی اصلی غرض تھی -
یہ خداوند تعالےٰ کی عجیب و غریب حکمت تھی - کہ اپنے حبیب کو ایسا قطعہ زمین
جہان کہ ہر قسم کے باطل پرست جمع تھے - مبعوث فرمایا - اور دلائل قاطعہ اور
براہین ساطعہ سے ہر ایک کی تردید کر دی - اور اسطرح ہر ایک کا قافیہ
تنگ ہوا کہ خدا کی توحید کی آواز سنکر ہر ایک نے کہا - (ہذا لشیی عجاب) یہ عجیب
بات ہی - کہ اتنی مخلوقات کا خالق و مالک صرف ایک اکیلا خدا - مگر سلیم
طبیعتون نے جو چند گنتی کے آدمی تھے - آپکی رسالت کو قبول کر کے اپنی شریف
ہونے کا پورا ثبوت دیا - مگر جن دلون مین کہ بت پرستی اسقدر رچ گئی تھی
کہ شدہر نے کے لایق ہی نہ تھے - وہ اولٹے مخالف اور سخت مخالف ہو گئے
اور . . . . آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
معہ آپ کی اصحاب جو کہ چند گنتی کے آدمی تھے اذیتین اور تکلیفین پہچانی شروع
کین - اور طرح طرح کے بہتانے اور تجویزین سوچنے لگے - کہ کسی طرح آنحضرت
تبلیغ حق سے ہٹکر بتون کی تعریف مین مشغول ہو جاوین - چنانچہ ایک دفعہ کا
ذکر ہے کہ ایک دفعہ سب کفار متفق ہو کر آن حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت مین آئے اور عرض کی کہ آپ بت پرستی کی مذمت چھوڑ دین
اوسکے بدلے مین چاہین تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنالین جس خوبصورت
اور شریف عورت سے نکاح کرنا چاہین اُس سے نکاح کرا دین تو بیمار ہے
تو علاج کرائین - مال و دولت کی ضرورت ہی تو ہم چندہ کر کے جتنا چاہین
اکٹھا کر دیتے ہین - اسکے جواب مین آپ نے فرمایا تو یہی فرمایا - کہ ان باتون
سے مجھی کسی امر کی خواہش نہین ہی مین خدا تعالےٰ کی طرف سے بشیر و نظیر ہو کر
آیا ہون - اگر تم لوگ میری نصیحت کو قبول کرو گے اسلام اختیار کرو گے

تو دنیا و آخرت مین تمھاری بھلائی ہے۔ اگر انکار کروگے تو مین صبر کرونگا حتی کہ
اللہ تعالے خود میرے اور تمھارے درمیان فیصلہ کرے؟

کہان ہین وہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بدگمانی کرتے ہین
کہ آپ کاذب اور فریبی دنیا کے مال کے خواہشمند یا شہوت پرست تھے۔ اس
وقت جو کچھ زبان سے ارشاد فرماتے رئیس قریش حاضر کرنیکو طیار رہتے تھے۔ مگر
آپ نے اس جوانی بھری عمر مین حسین عورت کی ترغیب اور دنیاوی مال کے لالچ
کی کچھ پروا نہ کرکے صاف فرما دیا کہ مین تبلیغ حق سے کبھی باز نہ آونگا؟

پھر دیکھو مسٹر کارلائل ایک واقعہ کو اس طرح بیان کرتا ہے۔
محمد نے قدرتی طور سے قریش کو اس طرح پر رنجیدہ کیا کہ وہ کعبہ کی محافظ اور منتظم ہین
کے منتظم تھے۔ ایک دو ذی رعب آدمی (عمر۔ ابوبکر) ساتھ ملگئے اب یہ دین
آہستگی سے پھیلا۔ لیکن ضرور پھیلتا جاتا تھا۔ فطرتاً ہر ایک شخص کو آپ سے
رنج پہونچا۔ (اور ایک پکار اٹھا) کہ وہ کون ہے جو ہم سب سے دانا تر ہونے کا دعوی
کرتا ہے۔ وہ ہم سب کو محض بیوقوف اور لکڑی کے پرستار سمجھ کر ملامت کرتا ہے
عموی مہربان ابوطالب نے کہا کہ کیا تم سے یہ نہین ہوسکتا کہ خاموش رہو
اور ان باتون پر خود یقین رکھو اور اس ذکر سے دوسرونکی دل آزادی
اور رؤسا کی غضب آوری نہ کرو۔ اور اپنے ساتھ ہمکو بھی خطرہ
مین نہ ڈالو۔ محمد (فداہ امی وابی) نے جواب دیا کہ اگر آفتاب میرے
دہنے ہاتھ اور ماہتاب بائین ہاتھ پر کھڑے ہوکر یہ کہین کہ چپ رہو۔
تو مین انکی اطاعت نہین کرسکتا ہون۔ نہین جو حق اُسے دستیاب ہوگیا تھا
وہ خود فطرت اللہ تھا۔ جو آفتاب و مہتاب بلکہ ہر ایک مخلوق ایزدی کے
برابر تھا۔ باوجود چاند و سورج کی مزاحمت اور تمام قریش اور تمام جن و انس کے

اور انسان کی مقاومت کی - جب تک اس قادر مطلق کو منظور ہو گا -
یہ حق خود اپنے تئین بیکار کر ظاہر کرتا رہیگا - یہ ایسا ضرور ہی کریگا - اور اس
کے سوائے اُس سے کچھ اور ہو نہین سکیگا - محمد نے اسطرحپر جواب دیا
اور کہتے ہین کہ آنسو نکل پڑے - آنسو اس واسطے نکل پڑے - کہ اُس نے
معلوم کیا - کہ ابو طالب تو آپپر مہربان ہے - لیکن جس کام کا بیڑا اُٹھایا ہی
وہ کوئی آسان کام نہین ہی - بلکہ دشوار اور عظیم المرتبت ہے - ۹ لیکچر ہا
مگر جس کو قدرت یعنی خدائی طاقت اپنی گود مین لئے ہوئے حفاظت کر رہی ہو
اُسکو کون ہلاک کر سکتا ہے - مسٹر کارلائل موصوف بیان کرتے ہین ۲۷ -

بار ہا ایسا معلوم ہوتا تھا - کہ آپکا کام تمام ہو چکا ہی - اور ایک دفعہ سے زیادہ
تنگی اُجہل پہاڑ کی مثل کا مصداق بننا پڑا - کسی سوار کا گھوڑا اڑ گیا یا اس قسم کا
اور مانع پیش آگیا - ورنہ محمد اور اُسکے دین کا خاتمہ بول جاتا اور اُنکا ذکر بالکل
نہ سُنا جاتا - لیکن اس قسم کا انجام مشیت ایزدی مین مقدر نہ تھا - آپ کی رسالت
کے تیرہوین سال مین یہ معلوم کرکے کہ آپ کی تمام دشمنون نے آپ کی برخلاف
جتھا کر لیا ہے - اور ہر ایک قبیلہ سے ایک ایک شخص منتخب کر کے چالیس آدمیون
نے قسم کھائی ہے - اور جانستانی کے انتظار مین ہین اور مکہ مین زیادہ انتقام
ناممکن ہی آپ اس مقام مین بھاگ گئے - جسکو اوسوقت یثرب کہتے تھے اور جہان
آپ کی بعض معتقدین تھے - یہ وہ شہر ہے جسکو اب مدینہ یا مدینۃ النبی یا شہر نبی
اُسی واقعہ کی وجہ سے کہتے ہین - مدینہ وہان سے دو سو میل کے فاصلہ پر
بے آباد ہی - اور چٹانون اور صحراؤن مین سے گذر کر جانا پڑتا ہی - بڑی
دقت اور محنت کی ساتھ ایسی نازک حالت مین جسکو قیاس کیا جا سکتا ہی
آپ وہان پونچے - اور لوگون نے خوشی سے استقبال کیا ۲۷ و ۲۸

اس طرح کفار نے ہر طرح کوشش کی کہ یا تو آپ کو شہید کر دیا جاوے یا دنیاوی لالچ کی ترغیب دیکر تبلیغ حق سے آپ کو روکا جاوے چنانچہ خدا کریم ارشاد فرماتے ہین قال اللہ تعالی

وان کادو لیفتنونک عن الذی اوحینا یعنے وہ کفار تو اس خیال مین لگے تھے الیک لتفتری علینا غیرہ واذا لا کہ نبی اُس وحی کے سوا جو ہمنے تم پر بھیجی ہے تخذوک خلیلا ٥ ولولا ان ثبتنک کچھ اور باندھ لیوے۔ تو پھر (کفار) تمکو لقد کدت ترکن الیھم شیئا قلیلا ٥ دوست بنا دین ؛ اور اگر ہم تمکو قدم ثابت رکھتے اذا لاذقنک ضعف الحیات وضعف تو قدرے تو اے ہمارے حبیب) الممات ثم لا تجد لک علینا نصیرا ٥ اُن کی طرف جھک ہی جاتا - تو ہم وان کادو لیستفزونک من الارض دو چند تکلیف زندگی مین دیتے اور دو چند لیخرجوک منھا واذا لا یلبثون موت مین پھر تمکو ہمارے مقابلہ مین کوئی مددگار نہ خلفک الا قلیلا ٥ اور وہ کفار تو اس خیال مین بھی لگے تھے

کہ تمکو اس زمین سے نکال دیوین مگر اسوقت نہ ٹھہرینگے (وہ خود ہی) مگر تھوڑا سا۔ لہ

کہان ہے۔ مخالفین کا گروہ کہ ان واقعات اور شہادات اور آیات ربانی پر غور کرے کہ کیا کوئی شخص اپنی واسطے خود ایسا کہ سکتا ہے - ہرگز نہیں اور باوجود کفار کی اس قدر جستجو کے آپ کا صحیح سلامت رہ کر اپنے اصلی مقصد کو پہونچکر توحید کا ڈنکا دنیا مین بجانا اور نئی روح پھونک دنیا اسلامی صداقت کا اعلی معیار نہین ہے باوجودیکہ کفار نے اس نور کے چھپانے مین از حد کوشش کی۔ قال اللہ تعالی یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون ٥

منہ کی پھونکون سے بجھا دیوین مگر اللہ اس نور کو کمال پر پہونچاتا ہے خواہ کفار کو بُرا ہی کیون نہ معلوم ہوے۔

شپرک خواہد کہ نبود آفتاب　　تا نبیند دین او مرزد بوم
دست قدرت ہر صباحے شمع مہر　　مے فروزد بر بسوزئے خفاش شوم

غرضکہ کفار نے آنجناب اور آپکے اصحابہ کو اسقدر اذیتین اور تکلیفین پہونچانی شروع کین تو وہ رحیم اور مہربان رسول اصحابہ کی اس حالت کو اپنی آنکھون سے دیکھنے کا متحمل نہ ہوسکا۔ اجازت دیدی کہ میرا جو حال ہو سو ہو اب تم سے جس کا جی چاہی مکہ چھوڑ کر نکلجائے۔ اور اپنی جان بچالے چنانچہ آپکی بعثت کی پانچوین سال کسی قدر لوگ کُفار کی شرارت امن وامان مین رہنے کے خیال سے ہجرت کرکے حبشہ کو چلے گئے۔ اور وہان کے بادشاہ نے جس کا نجاشی لقب تھا۔ انہین اپنی سلطنت مین جگہ دی۔ اور امن وامان مین رکھا قریش کے سر پر اس بات سی جل گئے۔ اور اُنھون تحفہ تحائف دیکر اپنی سفیر وہان بھیجے تاکہ ان مہاجرون کو حبشہ ندی جاوے۔ مگر نجاشی نے اُن کے تحفے پھیر دئے۔ اور سفیر ناکام واپس ہوے۔ اور مسلمان بخوشی خاطر وہان مقیم رہے نجاشی نے حضرت جعفر سے قران شریف سننے کی درخواست کی۔ اُنھون سورہ مریم کی ابتدائی آئتین پڑھین جن سے اس پر اس قدر رقت طاری ہوئی۔ کہ وہ رو پڑا۔ اور اُسکے آنسو داڑھی پر بہے۔ آنحضرت کی نبوت تصدیق۔ اور کہا اگر کار سلطنت میرے متعلق نہ ہوتا۔ تو مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم بنتا اور اُن کو وضو کرایا کرتا۔ واقعی ایسی تعلیم کا اثر یہی ہوتا ہے کہ منصف آدمی کو سوائے قبولیت کی کوئی چارہ نظر نہین آتا ہے ع۔ عدو شر برانگیزد کہ خیر ما دران باشد۔ اس زمانہ مین جو خط حضور نے ہرقل شاہ روم کو لکھا تھا اسکی عبارت یہ ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم من محمد
بن عبد الله ورسوله الى هرقل عظيم
الروم سلام على من اتبع الهدى اما بعد
فانی ادعوك بدعاية الاسلام اسلم
تسلم يؤتك الله اجرك مرتين
فان توليت فان عليك اثم الاريسيين
قال ويقال اريسيين ويا اهل الكتاب
تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم
ان لا نعبد الا الله ولا نشرك
به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا
اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا
اشهدوا بانا مسلمون صحیح بخاری کتاب الوحی

اللہ کے نام سے شروع ہی جو نہایت رحم والا اور مہربان ہے۔ یہ (خط) خدا کے رسول محمد بن عبد اللہ (کی طرف سے) ہرقل شاہ روم کی طرف ہے، سلام ہو اُسپر جو ہدایت کی پیروی کرے، اسکے بعد واضح ہو کہ مین تمکو اسلام کیطرف دعوت کرتا ہون۔ کہ تم اسلام لے آؤ۔ تو بچ جاوگے۔ اور تم کو خدا تعالیٰ دوہرا اجر دیگا۔ اور اگر تم نے روگردانی کی تو کل قوم یریسین کا گناہ تمپر ہوگا اور اے اہل کتاب ایک ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم مین اور تم مین برابر تسلیم کیا جاتا ہی۔ کہ تم ہم سواے خدا کے کسی اور کی عبادت کرین اور نہ کسی اور چیز کو اُسکے ساتھ شریک کرینگے اور نہ ہم مین سے کوئی کسی کو خدا کے سوا مالک بنائے۔ پس اگر یہ لوگ روگردانی کرین۔ تو تم (اے مسلمانون) اُن سے کہو کہ تم شاہد رہو۔ کہ ہم تو صرف ایک خدا کے فرمانبردار رہین یہ خط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی دحیہ کلبی کے ہاتھ ارسال کیا ان دنون مین عرب کا ایک طائفہ تجارت کیلئے اس علاقہ مین وارد تھا ابوسفیان بھی جو ابھی تک مسلمان نہ ہوے تھے۔ اسی طائفہ مین تھے بادشاہ نے عرب کے اس طائفہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کرنے کیلئے اپنے حضور مین بلوایا اور اپنے ایک ترجمان کی وساطت سے

اُنکو پوچھا - کہ تم مین سے مدعی رسالت شخص کو از روے نسب کے کون زیادہ قریب ہی
ابوسفیان نے کہا - مین ہون - بادشاہ نے اُسے تو سب کے آگے اور باقی قوم
کو اُسکے پیچھے کھڑا کرکے اپنی ترجمان سے فرمایا کہ ان سے کہو - کہ مین اس شخص
(ابوسفیان) سے کچھ باتین دریافت کرتا ہون - اگر یہ اون مین کچھ غلط بیانی کرے
تو تم اُسکی تکذیب کرنا (ابوسفیان کہتا ہے - کہ خدا کی قسم اگر مجھے اس بات سے
شرم نہوتی - کہ قوم مجھے جھوٹا تصور کریگی تو مین اُس وقت آنحضرت کی نسبت
ضرور کچھ نہ کچھ غلط بیانی کرتا -
ہرقل اور ابوسفیان مین اُسوقت جو باتین ہوئین اُنکا نقشہ اس طرح پر ہی -
ہرقل (بالواسطہ) ابوسفیان سے مخاطب ہوکر (کیف نسبہ فیکم) تم مین سے
اُس شخص یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیسی ہی - ابوسفیان (بوساطت
ترجمان) (ھو فینا ذو نسب) یعنی وہ ہم مین عالی النسب ہی -
ہرقل - تو کیا اس سے پہلے تم مین سے کسی اور نے یہ دعوی کیا ہے - ابوسفیان نہین
ہرقل - کیا اس کے آباؤ اجداد مین سے کوئی بادشاہ بھی ہوا ہی - ابوسفیان نہین
ہرقل - تو کیا امرا لوگ اُس کے پیرو ہوے ہین یا مساکین وضعفا ؟ ابوسفیان نہین
بلکہ غربا - ہرقل تو کیا وہ بڑھتے ہین یا کم ہوتے ہین - ابوسفیان نہین بلکہ دن بدن
بڑھتے ہین - ہرقل - تو کیا کوئی شخص اُسکے دین مین داخل ہونے کی بعد اُس کی دین سی
ناراض ہوکر مرتد بھی ہو جاتا ہے - ابوسفیان نہین - ہرقل - تو کیا تم اُس کو
ایسا دعوی کرنے سی پیشتر کبھی جھوٹ سی متہم جانتے تھے - ابوسفیان نہین -
ہرقل - تو کیا کسی سی وہ بیوفائی بھی کرتا ہی - ابوسفیان (جب سی ہم اُس سی جدا ہوے
ہین اُس وقت تک تو اُس نی کبھی بیوفائی نہین کی - اور اب اُس کی بعد کی بابت ہم
نہین جانتے ہین کہ وہ کیا کرتا ہے - ابوسفیان کہتا ہی - کہ مجھے ہرقل کی سوالات کی متعلق

سوائے اس امر کے کسی اور جگہ اپنی طرف سے کچھ ملانے کی گنجائش نہ ملی۔

ہرقل۔ تو کیا تم نے کبھی اُس سے جنگ آزمائی بھی کی۔ ابوسفیان ہاں

ہرقل۔ تو اس کا نتیجہ کیسا رہا۔ ابوسفیان جنگ پانی کے ڈول کے مانند ہے کبھی اُسکے ہاتھ مین اور کبھی ہمارے ہاتھ مین۔

ہرقل۔ وہ تمکو کن باتونکا حکم کرتا ہے۔ ابوسفیان۔ وہ کہتا ہے۔ کہ تم صرف خدائے واحد کی عبادت کرو۔ اور اُسکے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔ اور اسکے متعلق باپ دادون کی باتون کو چھوڑ دو۔ اور ہم کو نماز اور راست گوئی اور پاکدامنی اور رشتہ دارون سے پیوند قائم رکھنے کا حکم کرتا ہے؟

ہرقل نے اس سلسلہ گفتگو کے بعد اپنے ترجمان سے کہا۔ کہ اس شخص (ابوسفیان) سے کہو۔ کہ ہم نے تم سے اُسکے نسب کی بابت پوچھا۔ تو تم نے بیان کیا۔ کہ وہ شریف النسب ہے۔ اسی طرح پیغمبران خدا اپنی قوم کے سب سے اعلی النسب مین مبعوث ہوتے ہین۔ اور پھر جو ہمنے تم سے پوچھا۔ کہ اس سے پیشتر کبھی تم مین سے کسی نے ایسا دعوی کیا ہے۔ اور تم نے کہا کہ نہین تو مین نے اسلئے پوچھا تھا کہ اگر اس سے پیشتر کبھی تم مین سے کسی نے ایسا دعوی کیا ہوتا۔ تو مین کہتا۔ کہ یہ شخص ایسی بات کی ریس کرتا ہے۔ جو اس سے پہلے کی جا چکی ہے۔ اور پھر جو ہمنے یہ پوچھا۔ کہ اس کی باپ دادا مین سے کوئی بادشاہ بھی ہوا ہے۔ اور تم نے کہا کہ نہین۔ تو اُسکی وجہ یہ تھی کہ اگر اسکے آبا مین سے کوئی بادشاہ ہوا ہوتا۔ تو مین کہ سکتا تھا۔ کہ یہ شخص اپنے باپ جیسی سرداری حاصل کرنا چاہتا ہے اور پھر جو ہم نے یہ پوچھا کہ کیا تم اُسنے اس دعوی نبوت سے پیشتر جھوٹ کی تہمت سے آلودہ جانتے تھے۔ اور تمنے کہا نہین۔ تو اس سے مین نے پہچان گیا کہ وہ ایسا شخص نہین۔ کہ لوگون کے متعلق تو جھوٹ سے اجتناب کرے اور خدا کے تعالے پر جھوٹ باندھے

اور پھر جو ہمنے پوچھا۔ کہ اس کے پیرو امرا ہوئے ہین۔ یا غریب لوگ۔ اور تم نے
کہا کہ غریب لوگ اوسکے پیرو ہوے ہین (تو یہ اس لیئے کہ) یہی لوگ رسولونکے
پیرو ہوتے ہین (۶) اور پھر جو تم سے یہ پوچھا گیا کہ اسکے پیرو گھٹتے ہین یا بڑھتے
ہین۔ اور تم نے کہا کہ وہ بڑھتے ہین (تو اسکی وجہ یہ ہی) کہ ایمان کا معاملہ ایسا ہی
ہوتا ہے۔ حتی کہ پورا ہوجاوے۔ اور پھر جو یہ پوچھا گیا کہ کیا کوئی اُسکے دین مین
داخل ہونیکے بعد ناراضگی کے سبب سے مرتد بھی ہوجاتا ہی۔ اور تم نے کہا کہ نہین
تو ایمانکا ایسا ہی حال ہوتا ہی۔ حتی کہ اُسکی بشاشت دلونمین رچ جائے۔ (۸)
اور پھر جو یہ پوچھا گیا۔ کہ وہ بیوفائی بھی کرتا ہی۔ اور تم نے بیان کیا کہ نہین
تو رسولان خدا کا ایسا ہی حال ہوتا ہی۔ کہ وہ کسی سے بیوفائی نہین کرتے ہین
اور پھر جو یہ پوچھا گیا۔ کہ تم کو کن امرونکا حکم کرتا ہی۔ اور تم نے بیان کیا کہ وہ یہ
کہتا ہی۔ کہ صرف اللہ تعالی کی عبادت کرو اور اُسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو
اور بتونکی پرستش سی منع کرتا ہی۔ اور نماز اور راست گوئی اور پاک دامنی کا
حکم کرتا ہی۔ تو جو کچھ وہ دعوی کرتا ہے حق ہی۔ تو ضرور ضرور میرے ان قدمونکی
جگہ یعنے میری تخت اور ملک روم وشام کا مالک ہوجائیگا۔ اور مجھے معلوم تھا کہ اب
ظاہر ہونے والا ہے۔ مگر مین یہ خیال نہین کرتا تھا۔ کہ وہ تم مین سے ہونگے
پس اگر مین سلطنت سی غیر حاضر ہوکر آپ کی پاس جانیکی کوئی صورت جانتا
تو آپکی زیارت مشقت اور محنت سی بھی کرتا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر ایسا برحق نبی
کہ آپ کی اوضاع اطوار کو ہی دیکھکر انت نبی اللہ کی ندا ہر زبان پکار اُٹھتی ہی
کہ ابو سفیان باوجود اس عداوت کی بھی جھوٹھ نہ بول سکا۔ اور ہرقل
بادشاہ شاہ روم نے آپکی نبوت کی تصدیق علانیہ کردی۔
اسی واسطے خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہی۔ الذین ا

الذین آتینٰھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم وان فریق منھم لیکتمون الحق وھم
یعلمون ط ۔ یعنی جن لوگون کو ہمنے کتاب دی ہی۔ وہ اس نبی کو اس طرح پہچانتے
ہین جیسے اپنی بیٹون کو پہچانتے ہین اور بیشک اونمین ایک گروہ ہے۔
جو دیدہ دانستہ حق کو چھپاتے ہین؟

ناظرین۔ یہ تو ہمنے اُس وقت کی شہادت دکھلائی ہی۔ جبکہ حسب الارشاد
فخر الانبیاء خط کو لیکر اصحابہ کرام روم مین گئے شاہ روم نے آپکی نبوت کی تصدیق
کی۔ اور بھی بہت سی شہادتین ہین۔ مگر بخوف طوالت ہم اسی پر اکتفا کرتے
ہین۔ اور اب ہم اُن اشخاص کی رائے کا اظہار کرتے ہین۔ جنہون نے
اسلامی تعلیم کو ملاحظہ کرکے یہ شہادت دی ہی۔ کہ آپ واقعی ایک سچے نبی
تھے۔ آپ کے آنے سے دنیا جہالت کدہ سے نکلکر ترقی کے مدارج پر پہونچی
اور کل ممالک جنکو آج اعلیٰ عالم فلسفہ وغیرہ ہونے کا دعویٰ ہی۔ وہ صاف
بیان کرتے ہین۔ کہ یہ سب اوسی فخر الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کی ذات مبارک کے آنے سے ہوئی ہ وما توفیقی الا باللہ۔

اب ہم نمونہ کے طور پر چند اقوال اہل یورپ دربارہ علم و حکمت اہل عرب درج
کرتے ہین جس سے صاف واضح ہوجاویگا۔ کہ اسلامی تعلیم اپنی مین کسقدر
روشن دلیلین رکھتی ہے اور یہی مصرعہ صادق آتا ہی آفتاب آمد دلیل آفتاب

ایڈورڈ گین صاحب۔ لکھتے ہین۔ کہ محمد کا مذہب شکوک اور شبہات سی
پاک صاف ہی۔ قران خدا کی وحدانیت پر ایک عمدہ شہادت ہی۔ مکہ کے پیغمبر
بتونکی انسانون کی ستارونکی اور سیارونکی پرستش کو اس معقول دلیل سی
رد کیا۔ کہ جو شے طلوع ہوتی ہی۔ غروب ہوجاتی ہے۔ اور جو حادث ہی
وہ فانی ہوتی ہی اور جو قابل زوال ہے۔ وہ معدوم ہوجاتی ہی اُس نی

اپنی معقول سرگرمی سی کائینات کے بانی کو ایک ایسا وجود تسلیم کیا جس کی ابتدا ہی نہ انتہا - اور نہ وکسی شکل مین محدود ہی نہ کسی مکان مین اور نہ اُسکا کوئی ثانی موجود ہے جس سی اسکو تشبیہ دے سکین - وہ ہمارے نہایت خفیہ ارادون پر بھی آگاہ رہتا ہے - بغیر کسی اسباب کی موجود ہی اخلاق اور عقل کا کمال جو اُسکو حاصل ہی - وہ اُسکو اپنی ہی ذات سے حاصل ہی ان بڑے بڑے حقائق کو پیغمبر نے مشہور کیا - اور اُسکے پیروون نے اُنکو نہایت مستحکم طور سے قبول - اور قران کے مفسرون نے معقولات کے ذریعہ سے بہت درستی کی ساتھ اونکی تشریح و تصریح کی - ایک حکیم جو خدائے تعالی کی وجود اور اُسکی صفات پر اعتقاد رکھتا ہو - مسلمانونکی مذکورۂ بالا عقیدہ کی نسبت یہ کہ سکتا ہی کہ وہ ایسا عقیدہ ہے جو ہمارے موجودہ ادراک اور قوائے عقلی سے بہت بڑھ کر ہے - اس لئے کہ جب ہمنے اُس نامعلوم چیز یعنے خدا کو زمان اور مکان حرکت اور مادہ اور حس اور تفکر کے اوصاف سی مبرا کر دیا - تو پھر ہمارے خیال کرنے اور سمجھنے کیلئے کیا چیز باقی رہی - وہ اصل اول یعنی ذات باریتعالے جس کی بنا عقل اور وحی پر ہے، محمدؐ کی شہادت سی استحکام کو پہونچی - چنانچہ اُس کے معتقد ہندوستان سی لیکر مراکو تک موحد کی لقب سے ممتاز ہین اور تبونکو ممنوع سمجھنے سے بت پرستی کا خطرہ مٹا دیا گیا - انتہی -

گاڈفری ہیگنس صاحب اپنی کتاب کی دفعہ ۱۶ مین لکھتے ہین کہ محمدؐ کے قانون کے رو سے کل قمار بازیون کی صاف ممانعت ہے - اس قانون کی مراد مفید سے یقیناً کوئی منکر نہ ہوگا - کہتے ہین آپ نی مذہب اسلام ہمیل سے نقل کیا ہی مین نے اُس برائی کی ممانعت کو نہ احکامات عشر مین

دیکھانہ انجیلون مین حمایت اسلام صفہ ۳۹ و ۴۰ دفعہ ۱ مطبوعہ بریلی ۱۸۷۳ء
ترجمہ اپالوجی مصنفہ گاڈفری ھیگنس صاحب ؟

یہی صاحب پھر اپنی کتاب کی دفعہ ۸۴ مین لکھتے ہین کہ (اسپنتھم) ایک بڑا نامی آدمی تھا جس کی دینداری اور علم کی نسبت میری دانست مین کسی کو شک نہ ہوگا۔ اور جس کی تعریف سیل صاحب کے قول مندرجہ ذیل سے بجا معلوم ہوتی ہے کہ گو اُس نے محمد کو بڑا ریا کار مانا ہے۔ تاہم اُس نے تسلیم کیا ہے۔ کہ آپ مین اوصاف جبلی بہت کثرت سے تھے۔ یعنی حلم مین شکیل تیز فہم۔ خوش اطوار۔ غربا نواز۔ بامروت۔ مقابلہ اعدا مین شجاع اور سب سے زیادہ یہ کہ اللہ تعالی کے نام کی بڑی تعظیم کرنے والے تھے اور حلف دروغون اور زناکارون اور قاتلون اور غیب گویون اور مشرکون اور حریصون اور جھوٹے گواہون کے سخت دشمن تھے۔ اور قناعت اور سخاوت اور رحم دفیاضی اور شکر گزاری اور بزرگون کی توقیر کے بڑے واعظ تھے۔ اور حمد الٰہی سے اکثر رطب اللسان رہتے (منقول از دیباچہ سیل صاحب صفحہ ۶۶)

گاڈفری ھیگنس صاحب اپنی کتاب اپالوجی دفعہ ۶۴ مین لکھتے ہین۔
جب بہت سی طول طویل اور عسیر الفہم عیسائی مذہبون پر خیال کیا جاتا ہے تو شاید ایک حکیم دین اسلام کی خوبی اور سادگی اور سریع الفہم ہونے اور بے تکلفی پر آہ کر کے پچتاوے کہ میرا مذہب ایسا کیون نہ ہوا۔ انتہٰی ؟

(نوٹ) جن لوگون کو خداوند کریم کی ذات نے عقل و بصیرت سے حصہ بخشا ہے وہی اسپر غور کر سکتے ہیں۔ کہ دین اسلام خود ہی دین الٰہی ہونے کا ایک صریح اور بین ثبوت ہے۔ مگر جن دلون کو تعصب نے سیاہ کر دیا ہے۔ اور آنکھو کو اندھا کر دیا ہے۔ وہ کب ان واقعات پر غور کرتے ہین

اور کہان سوچتے ہین - کہ ایک اُمی شخص (اُستاد سے تعلیم نہ پایا ہوا) اس قدر اوصاف اپنی مین رکھتا ہو - کہ دشمن اور دشمن بھی سخت دشمن سوائے قبولیت کے کوئی راہ نہ دیکھین - تو پھر کیسے غضب کی بات ہی - اُن لوگون پر جو واقعات سی بھلو تہی کرکے آن سرور کائنات اور فخر الانبیاء کی ذات پر حملہ کرین - اور اُن الزامون کہ وہ ذات اُن سے پاک ہو) سے ملزم گردانین - افسوس صد افسوس آخر یہی کہنا پڑتا ہے - کہ ایسے آدمیون کی حق مین کسی نے کہا ہو - ع ابرین عقل و ہمت بباید گریست - قران شریف کی تعلیم پاک فی محض ان ہی خوبیون کے باعث جو اپنی اندر رکھتی ہی - خلق خدا کو اسلام کے قبول کرنے پر مجبور کر دیا - اور اسی وجہ سے تھوڑے عرصہ مین اسلام پھیل گیا اور پھیلتا جائیگا - لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ الکافرین ترجمہ خدا اُسے سب دینون پر غالب کریگا خواہ کافرونکو برا ہی لگی دیکھیے میری اس رائے کی تائید ڈاکٹر لیٹنر صاحب کرتے ہین - دین محمدی اور دین عیسائی کے درمیان ایک مشترک واسطہ ہی - اور وہ زیادہ سچا عیسائی ہے - جو نبی محمد صاحب کی کہی ہوئی سچی باتون کو مانتا ہے -

پھر ڈاکٹر موصوف بیان کرتے ہین - مین اس اسپیچ کو اس سے اور کسی بہتر طور پر ختم نہین کر سکتا - کہ اس بات پر اصرار کرون کہ یہودیت و نصرانیت و دین محمدی سب ادیان ہمجنس ہین - اور سب کی اصل ایک ہی - اور اس بات کی امید ظاہر کرون - کہ وہ زمانہ اب آنیوالا ہے (خدا جلدی لائے) جب عیسائی محمد صاحب کی تعظیم و تکریم کرکے عیسے مسیح کی توقیر کو بڑھائنگے -

ع۔ واقعی ڈاکٹر صاحب کی یہ رائے بالکل بجا اور درست ہی کہ ان مذاہب کی تعلیم کا سر چشمہ وہی ذات وحدہ لاشریک ہی جو کہ ابتدء عالم سے مخلوق کی ہدایت کیواسطے انبیا اور رسل بھیجتا رہا ہی مگر جب انسانوں نے وقتاً فوقتاً کچھ تو اپنی کم عقلی اور کچھ طمع نفسانی کے

باوجود ان امورات اور واقعات کے ہوتے ہوے اسلام کی تعلیم پاک کے حسن چھپا نا سورج کی طرف گرد پھینکنا ہے - اور اس گرد سے اپنا ہی منھ گرد آلودہ کرنا ہو حیرانی اور سخت تعجب اُن لوگونکی عقل پر ہی - جو یہ کہتے ہین کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے - اور وہ دو گروہ ہین - ایک تو عیسائی - مگر اُن کی تردید تو خود عیسائی کر رہے ہین اور پکار رہے ہین کہ اسلام تلوار سے نہین پھیلا - بلکہ اپنی حقیقی زینت سے کل بنی نوع انسان کو اپنی روشنی کیطرف کھینچ رہا ہی - دوسرے گروہ کے شیدا دیانندی جو بے وجہ کپڑون سے باہر ہو رہے ہین کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے - حالانکہ یہ بالکل غلط - اگر دنیا مین تلوار چلانے کی ہدایت کوئی مذہب کرتا ہی تو ویدک مذہب - اور اگر دنیا مین کوئی امن قائم کرنے والا مذہب ہے تو وہ اسلام ہے اسواسطے اول ہم ویدی جہاد کا نظارہ دکھاتے ہین - ؟

ویدی جہاد

دیانندیون کا یہ بڑا بھاری دعوےٰ ہے - کہ وید مذہب کی خاطر کبھی بھی کسی کو تکلیف دینے کی ہدایت نہین کرتا - ہم اس کی بابت کچھ ہدیہ ناظرین کرتے ہین -
(ستیارتھ ص۲۲۴) خواہ گرد ہو - خواہ بیٹا وغیرہ بچے ہون - خواہ باپ وغیرہ بزرگ ہون - خواہ برہمن خواہ شاستر وغیرہ کا سُننے والا کیون نہ ہو - جو دہرم کو چھوڑ کر ادھرم مین پڑتے ہین - اور دوسرون کو بلا جرم مارنے والے ہین اُن کو بغیر تامل کے مار ڈالنا چاہئے - یعنے پہلے مار کر بعد مین سوچ کرنی چاہئے (منوجی ۸ - ۳۵) اگر اس وقت ایسے ادھرمی کو مارنے کیواسطے دریافت کرنیکا موقع بھی نہ دیا جاوے تو بقول دیانندجی و منوجی کوئی پاپ نہین - تو کس منھ اور زبان سے مسلمانون پر زہر اگلا جاتا ہی - کہ قرآن شریف مین جہاد کی ہدایت ہی حالانکہ اسلام نے کبھی

اول جنگ کرنے کی ہدایت نہین کی - بلکہ جب کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو معہ آپکے صحابہ کے اسقدر تکلیف اور ایذا پونچانی شروع کی کہ تنگ ہو کر
آپ کی اصحاب ملک حبش مین اور آن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ
مین تشریف لے گئے - تو کفار نے اُس جگہ بھی آپ کو آرام سے نہ بیٹھنے دیا - آپ نے
گھر بار - خویش اقربا - اہل عیال - اپنا ابائی ملک ترک کر دیا - مگر کفار شرارت اور
اپنی جبلی عادت سے باز نہ آئے - بلکہ برابر تکلیف دینے پر کمر باندھی ہو تو ناچار آپنے
بھی حسب فرمان رب العلیٰ اصحاب کو فرمایا قاتلوا الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان
اللہ لا یحب المعتدین کہ لڑائی کرو مگر اُن لوگون سے لڑائی کرنا جو تم سے لڑائی
کرتے ہین اور لڑائی مین پہل نکرنا - اور نہ ہی لڑائی زیادتی کر کیونکہ اللہ تعالیٰ
زیادتی کرنے والون کو دوست نہین رکھتا - مگر منوجی - کی ہدایت جسکو پنڈت
دیانندجی ستیارتھ صفحہ ۳۲۴ مین تحریر کرتے ہین - کہ بداعمال آدمیون کے مارنے
مین قاتل کو پاپ نہین ہوتا - خواہ علانیہ مارے - کیونکہ غضب والے کو غضب سے مارنا
گویا غضب کی غضب سے لڑائی ہی منوجی (۸-۳۵۱) اس وقت نہین معلوم دیانند شاستری جی
کو کیا ہو گیا -

اب اس جگہ دیانند صاحب کی ہدایت ہی - کہ بداعمال کو علانیہ غیر علانیہ جس طرح
ہو سکے مار دینا چاہئے اور اس سے مارنے مین کوئی گناہ نہین ہی - اس جگہ ہم
یہ بتانے سے نہین رک سکتے - کہ دیانندی اصطلاح مین بداعمال کون ہین اب

باعث کتب الٰہیہ مین تحریف کر دی تو انکی اصلاح کیواسطے دوسری نبی کی ضرورت
پڑی اسیطرح جب عیسائیون نے بائبل کو تحریف کر دیا اور خدا کے بندہ (مسیح) کو
خدا بنالیا تو انکی اصلاح اور کتب الٰہیہ کی تصدیق کیواسطے آن سرور کائنات
مبعوث ہوے - بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۷ -

ہم اس کے معنے دیانندی لغت سے دکھاتے ہین - جو دیانند صاحب ستیارتھ صفہ ۲۹۵ مین بحوالہ رگوید بیان کرتے ہین یہ رگوید کا قول ہی -
شریفون کا نام آریہ عالم دیو - اور بدون کا نام دسیو - ڈاکو - جاہل ہوجانے سے آریہ اور ا دسیو د نام ہو گئے -
پھر صفہ ۲۹۷ مین تحریر کرتے ہین) یہ بیان کر چکے ہین کہ آریہ نام دھرم پر چلنے والے - عالم - راست باز آدمیون کا ۱ور ان کے خلاف لوگون کا نام دسیو یعنی ڈاکو - بداعمال - دھرم پر نہ چلنے والا اور جاہل ہے -
اریہ کون ہین - عالم - دیو - راست باز -
دسیو؟ بداعمال - ڈاکو - دھرم پر نہ چلنے والے اور جاہل -
پھر ستیارتھ صفہ ۳۴۵ ویدون کا منکر ناستک (دہریہ اور ملحد) ہے -
ایضاً صفہ ۲۹۶ عالم (دیو) اُسر (جاہل -
تو اب وید کے ماننے والون کے نام دیانندی لغت مین یہ ہوئے - عالم - دیو - راست باز - نیک چلن -
اور وید کے نہ ماننے والونکے یہ نام ہین -
ناستک - دہریہ - اُسر - بداعمال - دھرم پر نہ چلنے والے وغیرہ
مگر بداعمال کو حسب الارشاد پنڈت دیانندجی دستوجی مارنے مین قاتل کو کوئی پاپ نہین - کیا یہ ویدی قہر نہین ہی تو اور کیا ہی - سلطنت انگریزی ہی وگرنہ جو دیانندی حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ان کی خیر نہ تھی - یہ ویدی حکم خدا جانے کیا کچھ نکر ڈالتا - شاید اسی خیال سے دیانندجی کو سلطنت کا بڑا خیال تھا کہ کسی طرح اپنی سلطنت ہو جاوے تو دل کے جلے پھپھولے توڑ کر دل ٹھنڈا کرون اور جو اسلام کے غلام بن چکے اُن کی خبر لون ستیارتھ صفہ ۲۹۸

اب ادبار بخت آریون کی سستی غفلت اور باہمی نفاق کی وجہ سے دوسرے ملکون مین راج کرنے کا ذکر ہی کیا ہے بلکہ خود آریہ ورت (ہند) مین اس وقت آریون کا کامل آزاد خودمختار اور بے خوف راج نہین۔ جو کچھ ہے اُس کو بھی غیر ملک والے پامال کر رہے ہین۔ کچھ تھوڑے سے راجہ خودمختار ہین۔ جب بُرے دن آتے ہین تب ملک کے رہنے والون کو کئی طرح کی تکلیف بھوگنی پڑتی ہے۔ کوئی کتنا ہی کرے۔ لیکن جو اپنے ملک کا راج ہوتا ہے وہ سب سے افضل ہوتا ہے یعنی غیر ملکون کا راج پورا پورا آرام دہ نہین ہوتا ستیارتھ۔

ہمین بھی پنڈت صاحب کی اس آرزو کے پورا نہونیکا ازحد افسوس ہی کہ آپ مرتے ہوے یہی کہتے ہونگے ؎

ابھی جام عمر بھرا نہ تھا کف دست ساقی چھلک پڑا رہی دلکی دل ہی مین حسرتین کہ نشان قضا نے مٹا دیا

(۱) یجر وید۔ اے اقبال مند راجہ تو سعادتمندی حاصل کر۔ اپنے ہم مذہبون کے لئے سکھ پھیلا۔ اپنے مذہب کے مخالفون کو بھسم کر ڈال۔ جو ہمارے دشمنون کی حمایت کرتا ہو اس کو نیچے کی طرف سوکھی لکڑی کی طرح اودھ جلا۔ کہ جدھر سے اسکی ہوا بھی نہ آوے یجر ۱۳ باب ۱۲ منتر

(۲) اے فرمانبردار لوگو تمہارے اسلحہ آتشین وغیرہ از قسم توپ تفنگ تیر تلوار وغیرہ ستھیار مخالفون کو مغلوب کرنے اور انکو روکنے کیلئے قابل تعریف اور باستحکام ہون۔ تمہاری فوج مستوجب توصیف ہو تاکہ تم لوگ ہمیشہ فتح یاب رہو! لیکن جو آدمی کہ مذموم اور سراپا ظلم شیوہ رکھتا ہے اسکو مذکورالصدر چیزین نصیب نہ ہون رگوید منڈل اول سوکت ۳۹ منتر مندرجہ ستیارتھ صا۱۸۱

نوٹ فرمانبردار لوگ کون ہین - وہی تو ہین وید کے ماننے والے (عالم - دیو - اریہ - جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہی بستر مخالف سراپا ظلم شیوہ اور مذموم آدمی کون ہین - وہی وید کو نہ ماننے والی - بدکردار - بداعمال - ڈاکو وغیرہ تو کیا ایشور کے فرمانبردار (اریہ) لوگون کو ہدایت ہی کہ ظلم شیوہ - مذموم بستر مخالفون (وید کے نہ ماننے والو) کو مغلوب کرنے مین تیز ہون - اور تمھاری فتح ہوتی رہے کیسا ظلم ہے - مہاراج یہی تو ویدک جہاد ہے - معلوم اسوقت پنڈت دیانند کی شائستگی کدھر کو چلی گئی - وید کی اندرونی حالت تو یہ ہے - کہ وید کے منکرون کو دیکھنا پسند نہ کرے - اور اورون پر جہاد کا الزام لگاوے - این چہ بوالعجبی است

(۳) ستیارتھ صفحہ ۱۸۰ دفعہ ۶ - ای ذی علم مدبران سلطنت و اہل رعایا تم لوگ تمام روئے زمین کی ایک سلطنت ہونیکی غرض سے - برتر رتبہ پانے کی ملتمسانہ ایسی فرمانروائی کے مدعا سے جس مین کہ بڑے بڑے علما و فضلا شامل ہون - نیز غایت درجہ کی جاہ و حشمت رکھنے والی سلطنت اور دولت کی ترقی کیلئے بالاتفاق اس قسم کے خداوند مجلس بادشاہ کو جو ہر موقع پر رعایت سے بری - عالم کامل - مکمل شائستگی سے بہرہ ور سب کا دوست ہو - حاکم اعلے تسلیم کرکے روے زمین کو بری از دشمن کر دیجو وید -

نوٹ اس منتر مین ذی علم مدبران اور علماء اور فضلاء کو یہ ہدایت ہوئی ہے کہ روے زمین کی ایک سلطنت ہو - اور وہ ذی علم مدبران کون ہین - وہی جو وید کے ماننے والے ہین - جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا ہے - جب انکی ایک سلطنت ہوئی تو دشمن کون وہی جو وید کو نہ ماننے والی - تو مصنف وید ہدایت کرتا ہی - کہ اریون کی سلطنت کی سواے دنیا پر کوئی رہنے ہی نہ پائے ہے مہاراج اتنا پاپ - این خیال است و محال است جنون -

(۴) ستیارتھ صـ۱۸۱ وصـ۱۸۲ وہ صاحب انجمن بادشاہ بجلی کی مانند فی الفور
تسلط پانیوالا ہو۔ مثل ہوا کے سب کو جان کی طرح پیارا ہو۔ دل کی باتونکو جاننے
والا ہو رعایت میں بری عادلانہ سلوک کرنے والا ہو۔ دھرم اور علم کی روشنی
پھیلانے کیلئے مثل آفتاب کی ہو۔ تاریکی یعنی جہالت کا دور کرنے والا ظلم و بیداد
کا انسداد کرنے والا ہو۔ بداعمالون کو خاک کر دینے کیلئے مثل آتش ہو۔ ورن
یعنی باندھنے والے کی طرح ا ایسے مادی وغیرہ کی طرح جس مین باندھنے کی طاقت ہے
شریرون کو طرح طرح سے باندھنے والا ہو۔ مثل ماہتاب کی لوگون کو شادمانی
بخش ہو۔ محافظ دولت کیطرح خزائن کو پر کرنے والا ہو (منو ۷ - ۴)
منتر بالا مین مندرجہ ذیل امور درج ہین۔

(۱) دل کی باتون کا جاننے والا ہو۔ اسے دیانندیون یہ خلاف قانون قدرت تو نہین
وہ قانون قدرت جو تمنے سمجھ رکھا ہے۔

(۲) تاریکی یعنے جہالت کا دور کرنے والا ہو۔

(۳) دھرم اور علم کی روشنی پھیلانے کیلئے۔ مثل آفتاب کی ہو۔

(۴) بداعمالون کو خاک کر دینے کیلئے مثل آتش ہو۔

پنڈت دیانند صاحب ستیارتھ صـ۹۳ مین تحریر کرتے ہین۔ دروغ سے ملی
ہوئی راستی بھی قابل الترک ہے۔ یعنے ایسی راستی جو دروغ آمیز کتابون مین ہے
اُس کو ایسا ترک کرنا چاہئے جیسے زہر آلودہ کھانے کی چیزین ترک کر دی جاتی
ہین اس کے آگے صـ۹۴ "سوال" تمہارا اعتقاد کیا ہے۔

جواب) وید۔ یعنے جس جس امر کی بابت ویدون مین ہدایت کرنے یا چھوڑنے
کی کی گئی ہے ہم اُسی اُسی امر کو مناسب طور پر عمل مین لانا یا ترک کرنا مانتے

ہین اور چونکہ وید ہی ہمکو قابل تسلیم ہے اسواسطے ہمارا اعتقاد وید ہے۔ سب نوع انسان خصوصاً اریون کو ایسا مان کر ایک اعتقاد ہو کر رہنا چاہیئے۔

میرے اس بیان سے ظاہر ہوا۔ کہ پنڈت دیانند جی کے نزدیک سوائے وید کے کوئی بات ماننے کے لایق نہین۔ اگر کسی کتاب مین راستی ہو تو وہ بھی زہر آلودہ سمجھکر ترک کر دینی چاہیئے۔ یعنی وید کا دھرم اختیار کرنا چاہیئے۔ تو باقی سب جہالت ہے۔ مگر اوپر کے منتر مین ہدایت ہی۔

(۱) راجہ تاریکی یعنی جہالت کا دور کرنے والا ہو۔ مگر جہالت کیا ہی وہی جو وید کے خلاف ہے۔

(۲) دھرم اور علم کی روشنی پھیلانے مین مثل آفتاب کے ہو۔ مگر دھرم اور علم کی روشنی وید سے ہی حاصل ہوتی ہی۔ بقول پنڈت دیانند یعنی راجہ وید کی روشنی پھیلانے مین آفتاب کی مانند ہو۔ اور جو اُسکے برخلاف یعنی دیگر مذاہب ہین وہ جہالت ہین اُنکو دور کرنے والا ہو۔

(۳) بداعمالون کو خاک کر دینے کیلیئے مثل آتش ہو۔ مگر بداعمال کون ہین۔ ستیارتھ صفحہ ۲۹۷ آریہ نام دھرم پر چلنے والے۔ عالم۔ راست باز اور اُسکے برخلاف دسیو یعنے ڈاکو۔ بداعمال دھرم پر نہ چلنے والے۔

تو منتر بالا کی رو سے بداعمال کو خاک کر دینے کے لیئے مثل آتش ہو۔ یعنی دھرم پر نہ چلنے والون اور وید کے نہ ماننے والون کو خاک سیاہ کر دینے کیلیئے مثل آتش ہو۔ اے دیانندی دوستون دیکھتے ہو تو وید کے جہاد اور اُسکی ایک طرفہ کارروائی۔ باوجود وید یا ایسے تیری احکام کی ہوتے ہوئے کس منہ سے دوسرون پر اعتراض کیا کرتے ہو۔ کیا وید کی تعلیم یہی ہے کہ انصاف سے کام ہرگز نہ لیا کرو۔ اور خواہ کچھ ہی کیون نہ ہو جگلا بھگت کی ایک ہی ٹانگ کیئے جایا کرو

شرم باشرم باشرم

اے لوگو! جو لوگ ہمارے دشمن ہین۔ وے دور ہون۔ اُن دشمنون کو ہم ہوا بجلی کے ہتھیارون اور اوزارون سے جیسے ہم رنج دین۔ ویسے ہی تم لوگ اُن کو رنج پونچاؤ۔ اور میری خدمت کرو یجر وید۔ ۲۳ باب ۴۹ منتر اس منتر مین ایشور آگیا دیتا ہے۔ کہ میرے دشمنون کو تکلیف دو۔ ایشور کے دشمن کون ہین وہی جو وید پر عمل نہ کرتے ہونگے۔ انکو ہتھیارون سے تکلیف پونچانی کی ہدایت کی گئی اگر یہ جہاد نہین تو کوئی دیانندی منش بتا دے کہ اسکا کیا نام ہے۔ اور ایشور نے کیون ایسی ہدایت کی؟

اے راجہ جیسے تو برون کو رلانے والا ہے۔ ویسے ہی مین بھی ہو جاؤن یجر وید ۱۰ باب ۲۸ منتر برے کون ہین۔ وہی جو وید کو نہ ماننے والے ہین۔ جیساکہ مین دیانندی شہادت سے اوپر ثابت کر آیا ہون کیونکہ اریہ تو سب نیک عالم راست باز ہین۔ کوئی اریہ راجہ ہوگا۔ جو وید کے نہ ماننے والون پر ظلم کی تلوار چلا رہا ہوگا۔ مصنف وید کو بھی دیکھ کر ویسا ہی کرنا پڑا۔ یا کوئی خوشامدی کرشی ہوگا راجہ کی خوشامد کیواسطے جھوٹ منتر گھڑ ڈالا۔

جیسے مین بدخصلت آدمیون کے سر پھوڑتا ہون ویسے ہی تم بھی انکے سرونکو

پھوڑو یجر وید باب ۵ منتر ۲۲

بدخصلت کون وہی جو وید کی دھجیان اُڑاتے ہین۔ اُنکے سر پھوڑنے کیواسطے ناخنون تک زور لگایا جا رہا ہی۔ مگر کچھ نہین بن پڑتا۔ مگر قران مجید کی ہدایت کی طرف خیال کرو لا اکراہ فی الدین۔ یعنی دین مین کوئی زبردستی نہین اور ابتدا مین مسلمانون نے ہرگز ہرگز جہاد شروع نہین کیا۔ بلکہ جب کفار نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مع اصحاب کی جو چند گنتی کے آدمی سکلے

ہر طرح تکلیف دینی شروع کی۔ اور ظلم کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ تو رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کبار کو ہجرت کا فرمان جو خدا کی طرف سے
آیا سنا دیا۔ مگر ساتھ ہی حوصلہ اور تسلی بھی خدا کی طرف سے مل گئی کہ
اگرچہ اسوقت تم نہایت درجہ کمزور ہو اور کہین سر رکھنے کے لیے جگہ نہین
لیکن آخرکار اللہ تعالے تمہین اس جہان مین بھی جزاے حسنہ عطا فرمائیگا
جو کچھ تم نے ابتغاء لمرضات اللہ خدا تعالے کی راہ مین کھویا ہے
اس جہان مین تم کو مل کر رہیگا قال اللہ تعالی والذین ھاجروا فی اللہ
من بعد ما ظلموا لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ ولاجر الاخرۃ اکبر لو کانوا
یعلمون الذین صبروا وعلی ربھم یتوکلون ہ جن لوگون نے اللہ کی راہ
مین وطن گھر بار جائداد وغیرہ کو چھوڑا۔ اُس کے بعد کہ وہ کفار کے ظلمون
سے تنگ آگئے ہم ضرور بالضرور اُن کو اس دنیا مین بھی عمدہ جگہ دینگے
اور آخرت کا اجر تو بہت بھاری ہے کاش لوگ اسے جانین ان لوگون کو
جنہون نے کفار کی ایذاؤن پر صبر کیا۔ اور خدا پر بھروسہ رکھتے ہین
جب اتنا ظلم ہو چکا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید کرنے
کا کفار نے جتھا کر دیا۔ مگر خداوند کریم نے فوراً اپنے حبیب کو اُنکے منصوبے سے
خبردار کر دیا آپ مکہ سے نکلکر پہاڑ کے غار مین جا چھپے۔ اور ساتھ
ہی آپ کی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالے عنہ جو کہ سچے شیدا آپکے تھے
اور دنیاوی مال ومتاع تو یک طرف جان اپنی قربان کر چکے تھے۔ غار مین
جب کہ آپ کو زانو پر سر رکھکر آن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
استراحت فرما تھے۔ ایک سانپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالے عنہ کو ڈسا

مگر وہ رفیق غار اُف تک زبان پر نہ لایا۔ بعد ازان آپ غار سے نکلکر ہمراہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ مدینہ منورہ کو روانہ ہوے۔ مدینہ مین حضور کی شرف افزائی پر کثرت سے لوگ آپکی زیارت کیلئے حاضر ہوے۔ عبد اللہ بن سلام یہودی بھی جو ایک فاضل اجل تورات وانجیل کا تھا حاضر ہوا۔ دیکھتے ہی پکار اُٹھا کہ۔ بیس یوجہ کہ اب یہ چہرہ جھوٹون کا معلوم نہین ہوتا۔ سلمان فارسی جو مجوس تھے اور دیگر کئی لوگ ایمان لائے۔

مسلمانون نے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے تین سال تک کفار سے سخت سے سخت اذیتین اُٹھائین تکلیفین سہین۔ مارین کھائین۔ شعب ابی طالب مین تین سال تک محصور رہے۔ مکہ مین اپنی جائیدادین چھوڑ کر بالکل مدینہ مین جا آباد ہوے۔ اب مناسب تھا۔ کہ کفار مسلمانون کا پیچھا چھوڑ دیتے۔ مگر نہین کفار مکہ پہلے سے بھی کئی گنا زیادہ اشتعال مین آگئے۔ مدینہ مین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت اور اسلام کی ترقی کا حال سنتے اُن کی حسد اور بغض کی آگ بھڑک اُٹھتی تھی۔ وہ ہرگز مسلمانون کو چین سے زندگی بسر کرتے ہوئے دنیا کے کسی کونہ مین دیکھ نہین سکتے تھے۔ جب تک کہ اُنھین (مسلمانون کو) سطح زمین سے نیست ونابود نہ کر دین۔ وہ بے بس مسلمان جو ہجرت نہین کر سکتے تھے اور مکہ مین پیچھے رہ گئے تھے اُنپر سخت جور وستم کرتے۔ اور چپکے چپکے مسلمانون پر حملہ کی تیاری کرنے لگے۔ جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے وھم بدؤکم اول مرۃ کفار ہی نے تم سے پہلے ابتدا کی مسلمانون کا ارادہ ہرگز جنگ کرنے کا نہ تھا جب مدینہ کی طرف کفار کی تیاری اور غریب مسلمانون پر جو ہجرت نہ کر سکتے تھے۔ کفار مکہ کا ظلم حد سے بڑھ گیا

تو خداوند کریم نے مسلمانون کو بھی اپنے بچاو کیواسطے حکم نازل فرمایا

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ہذہ القریۃ الظالم اہلہا (النسا)

کیا وجہ کہ تم خدا کی راہ مین نہ لڑو حالانکہ کمزور مرد اور عورتین اور بچے کہتے ہین کہ یارب ہم کو اس شہر سے جس کی لوگ ظالم ہین نکال لے؟

کوئی صاحب عقل سلیم اور صاحب۔ بصیرت ہو۔ تو خیال کرے۔ کہ مسلمان جہاد کرنے پر آمادہ ہین۔ یا کفار ہی غریب مسلمانون کو آرام سے بیٹھنے نہین دیتے۔ اب مسلمانون کو اپنے بچاؤ کیواسطے جہاد پر آمادہ ہونا پڑا۔ مگر وہ بھی پابندی شرائط کے ساتھ دیکھیے حتی اذا اثخنتموہم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء حتی تضع الحرب اوزارہا ذالک ولو یشاء اللہ لانتصر منہم ولکن لیبلوا بعضکم ببعض (محمد)

- - - - - - - - - - - -

یعنی جب قتال کر چلو۔ تو قید کر لو۔ اور بعد اسکے یا احسان رکھکر چھوڑ دیا فدیہ لیکر چھوڑ دو۔ جب تک کہ لڑائی بند ہو جاوے۔ پھر خدا چاہئے تو بدلا لیوے۔ اُن سے مگر وہ تم کو جانچتا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔

وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مأمنہ ذالک بانہم قوم لا یعلمون (توبہ) اگر کوئی مشرک تجھ سے پناہ مانگے۔ تو اُسکو پناہ دے۔ جب تک وہ سُن لی کلام اللہ کا پھر پہونچا دے اُسکو۔ جہان وہ نڈر ہو۔ یہ اسواسطے کہ وہ لوگ کا فہجانتے نہین۔

ادھر مسلمانون کی کمی تعداد اور پابندی شرائط۔ اہل اسلام کے دلمین یہ خیال پیدا کر رہے تھے۔ کہ ہم کفار کی اتنی جماعت سے کس طرح عہدہ برا اور مقابلہ مین پورے اُترینگے۔ مگر خداوند کریم کی ذات نے فرمایا۔ اگر تم کم ہو۔ کمزور ہو

سچے وطن ہو۔ سوائے اللہ کے نہ یار و مددگار رہو۔ مگر یا در کھو غالب تم ہی آؤ گے۔ اور کفار کو اُن کی کیفر و ار مزا چکھاؤ گے کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ لقوی عزیز۔ خدا نے قطعی اصول مقرر کر دیا ہی۔ کہ میں اور میرے ماموراور مرسل ہی غالب رہینگے۔ پھر ارشاد فرمایا۔ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انھم لھم المنصورون وان جندنا لھم الغالبون اور یقیناً ہمارے مرسل بندوں کے لیئے یہ قطعی فیصلہ ہو چکا ہی یقیناً اور بلا ریب وہی مظفر منصور ہونگے۔ اور یقیناً ہمارے ہی لشکر (جو مرسلوں کے ہمراہ ہیں) غالب آوینگے۔

یہ ظاہراً پیشین گویاں پھر اُنکا بال بال پورا اُترنا۔ اور پھر یہ احکام کہ پناہ گیر ندکو قرآن شریف سنا کر اُس کو بے خوف جگہ میں پونچادو۔ یہ قوم ہماری تعلیم جسپر یہ الزام کہ اسلام کی اشاعت بزور شمشیر ہوئی ہی۔ مگر الزام لگانیوالوں کی اندرونی حالت کو ملاحظہ کرو۔ اور ستیارتھ میں لکھا ہی۔ صنہ ۲۰۶

کہ جب معلوم ہو جاوے۔ کہ فوراً لڑائی کرنے سی کسیقدر تکلیف پونچیگی اور بعد میں کرنے سے اپنی بہتری۔ اور فتح ضرور ہوگی۔ تب دشمن سے میل کر کے وقت مناسب تک عبر کرے (کیون نہ ہو مطلب بری بلا ہی) منوجی (۷-۱۶۹)

جب اپنی مکمل طاقت یعنی فوج کو خورسند اور آسودہ اور خوش حال دیکھے اور دشمن کی طاقت برخلاف اسکی کمزور ہو جائے۔ تب دشمن کی طرف جنگ کرنے کیواسطے کوچ کرے ستیارتھ صنہ ۲۰۶ (منو ۷-۱۷۱)

دیکھو یہ کس قسم کی دغابازی اور فریب اور دھوکہ دہی ہے۔ کہ جب دشمن کی طاقت زیادہ ہو تو صلح کرلے اور اپنی طاقت کو زیادہ کر کے اس پر چڑھائی کرے

اور عہد و پیمان کو خاک مین ملا دے۔ یہ ہی دیانندی ہدایات کا نمونہ۔ کیونکہ ہو آخر تو انہی کی اولاد سے ہین۔ جو نیوگ کی تعلیم دیتے رہے اور بوقت ضرورت شاید آپ بھی کر ہی لیتے ہونگے۔ پھر ان سے صلح اور صفائی کی امید کسطرح ہو سکتی ہے۔ نیوگ جیسے حیا سوز تعلیم کی تائید کرتے ہین۔ اگر کوئی شخص اونکو اس تعلیم سے روکنے کے واسطے ہدایت کرے۔ تو فوراً جواب دیتے ہین۔ کہ اگر دنیا مین کوئی قانون زنا کی بند کرنے اور روکنے کی واسطے ہے تو صرف نیوگ ہی ہی۔ یہ وہی مثال ہی۔ کہ ڈاکہ زنی اسی طرح بند ہو سکتی ہی کہ لوگون کا مال جبراً چھین لیا جاوے۔ افسوس، صد افسوس۔ جو چیز خود زنا ہی۔ اُس کو کہا جاتا ہی۔ کہ زنا کے روکنے والی ہی۔ اور محض اولاد کی خاطر کیا جاتا ہے۔ مگر جب غور سے ستیارتھ کو مطالعہ کیا جاوے تو نتیجہ اسکے برعکس حاصل ہوتا ہی۔ ستیارتھ ص ۱۵۷

اگر حاملہ عورت سے ایک سال صحبت نہ کرنے کے عرصہ مین مرد سے یا دائم المریض مرد کی عورت سے رہا نہ جاوے۔ تو کسی سے نیوگ کر کے اُسکے لئے اولاد پیدا کر دے۔ لیکن رنڈی بازی یا زنا کاری کبھی نہ کرین خوب دھاراج یہ نیوگ رنڈی بازی نہین تو اور کیا ہی۔ ہان ٹھیک خانگی بازی جو ایک مرد کی عورت حاملہ ہے۔ اب اُس نے حسب فرمان پنڈت دیانندجی ایک عورت سے نیوگ کیا دس دن کے بعد وہ بھی حاملہ ہو گئی۔ اب پھر تیسری سے نیوگ کیا۔ دس دن کے بعد وہ بھی حاملہ ہو گئی۔ غرضیکہ دس دس دن کے بعد ہر ایک عورت حاملہ ہوتی چلی گئی۔ ۱۰۰ ایک صد دن تک دس عورتین حاملہ ہو گئین۔ مگر مرد بہادر سے پھر بھی رُکا نہین جاتا۔ حسب فرمان پنڈت دیانندجی۔ کیونکہ الشور کے سلسلہ کائنات کے مطابق عورت و مرد کا فطرتی

عمل رک نہین سکتا۔ بجز تارک الدنیا عالم باکمال اور یوگیون کے ستیارتھ ص ۱۹۵
اب وہ مرد بہادر تارک الدنیا تو ہے نہین۔ بلکہ دنیا دی کاروبار مین بڑی
کوشش سے لگا ہوا ہے۔ بلکہ اپنی عورت حاملہ ہونیکے بعد اُس سے رُکا
نہین جاتا۔ بلکہ ایک سو دن کے اندر ہی اندر ہی اُس نے دس عورتین حاملہ
کر دی ہین۔ اور ابھی اسکی طاقت زور ون پر ہے اور دس سے زیادہ
کے ساتھ نیوگ کرنے کی اجازت نہین۔ مگر وہ مرد اپنے آپ مین رک
بھی نہین سکتا۔ اب وہ کرے تو کیا کرے اور وید کے کس برہان پر عمل
کرے۔ ہان اس جگہ کوئی دیانندی کہ سکتا ہے۔ کہ دس اولاد کی شرط ہے
اور ابھی اولاد ہوئی نہین۔ وہ کسی دیگر عورت کے واسطے اولاد پیدا کرے
غرضیکہ وہ مرد بہادر اپنے کام مین مصروف ہو گیا۔ دس دس دن کے
عرصہ مین ہر ایک عورت حاملہ ہوتی چلی گئی۔ غرضیکہ سال مین ۳۶
عورتین حاملہ ہو گئین۔ ان مین اول تو فرض کرو۔ کل لڑکے ہی پیدا ہوئے
اگر کل لڑکے نہین تو نصف لڑکیان تولد ہوئین۔ تو بھی ٹوٹل مین زیادہ
ہو گئے کیونکہ دس ہی لڑکون تک پیدا کرنے کی اجازت تھی۔ مگر اٹھارہ
پیدا ہو گئے۔ اب دوسرے سال مین اسکی عورت پھر حاملہ ہو گئی اور
اُس سے رہا نہین جاتا۔ اب وہ بیچارا کرے تو کیا کرے اور وید کے
کس حکم پر عمل کرے کہ زنا کاری بھی نہ ہو اور قانون قدرت کے بھی خلاف
نہ ہو۔ ہان اسجگہ ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے۔ کہ ایک رنڈوا مرد بھی
دو اولاد اپنے لئے اور دو دو دیگر چار بیوگان کے لئے پیدا کر سکتا ہے۔ اسی
طرح ملکر دس دس اولاد پیدا کرنے کی اجازت وید مین ہے ستیارتھ ص ۱۴۸
ایک رنڈوے مرد نے اپنی لئے اولاد حاصل کرنیکے واسطے دو عورتون سے

نیوگ کیا۔ وہ تو بیس دنکے بعد حاملہ ہوگئین۔ اب چار عورتون کیلئے نیوگ کرنے کیواسطے امادہ ہوتا کہ اُن کے واسطے اولاد پیدا کردے اب پھر قاعدہ مذکورہ کے موافق دس دس دنکے عرصہ بعد عورتین حاملہ ہوگئین۔ اب اُس سے رکا نہین جاتا۔ اب کرے تو کیا کرے۔ اگر اور دیگر عورتون سے نیوگ کی اجازت دی گئی۔ تو بھی حاملہ ہوگئین۔ جیساکہ اوپر بیان ہوچکا کہ اول تو ایک ہی سال مین ۳۶ لڑکے دیگر نہ (۱۸) لڑکیان اور (۱۸) لڑکے تولد ہوے جو دس کے ٹوٹل سے زیادہ ہین۔ تو وید کے کس پرمان پر عمل کرے۔ کہ وہ زنا کاری مین بھی داخل نہ ہو اور قانون قدرت کی بھی خلاف نہ ہو۔ اور اُس کی فلاسفی بھی بیان کردیجے۔ مگر دو پرمانون کی طرف ضرور خیال رکھو کہ جس کو مین پھر دوبارہ مختصر عبارت مین پیش کرتا ہون۔

(۱) گناہ تو نیوگ کے روکنے مین ہے کیونکہ ایشور کے سلسلہ کائنات کی مطابق عورت اور مرد کا فطرتی عمل رُک ہی نہین سکتا۔ ستیارتھ ص ۱۴۹

(۲) اگر حاملہ عورت سے ایک سال صحبت نہ کرنے کی عرصہ مین مرد سے یا دائم المریض کی عورت سے نہ رہا جاوے تو کسی سے نیوگ کرکے اُسکے لیئے اولاد پیدا کردے۔ لیکن رنڈی بازی یا زنا کاری کبھی نہ کرین ستیارتھ ص ۱۵۰۔

ایک مرد یا ایک عورت کو جس قدر اولاد کی اپنے لیئے یا دوسرے کیلئے حاصل کرنے کی بذریعہ نیوگ اجازت ہے۔ وہ ٹوٹل پورا ہوچکا۔ اب مرد ہو یا عورت اس سے پھر رکا نہین جاتا۔ مگر نیوگ سے اولاد حاصل کرنے کا ٹوٹل پورا ہوچکا۔ اب کرے تو کیا۔ کیونکہ نیوگ کی اب اجازت نہین۔ کیونکہ نیوگ محض اولاد کی خاطر ہوا۔ جو مقرر تعداد کو پورا کرچکا۔ بتاؤ اب وہ شادی کرے

یا زنا کاری کرے؟ دیگر۔ اگر بیاہا خاوند دھرم کی غرض سے غیر ملک مین گیا ہو۔ تو بیاہی عورت آٹھ برس۔ اور اگر علم اور نیکنامی کیلیے گیا ہو تو چھ برس اور دولت وغیرہ بھوگ کے لئے گیا ہو تو تین برس تک انتظار کر کے پھر نیوگ کر کے اولاد پیدا کر لے ستیارتھ ص ۱۵۵۔

دیانندجی یہ بھی بیان کرتے ہین۔ کہ الہام مین کسی کی رو رعایت نہ ہونی چاہیے ایک عورت کو تو آٹھ سال انتظار کرنیکا حکم دوسری کو چھ سال اور تیسری کو تین سال۔ یہ کون سے قانون قدرت کی موافق ہے۔ حالانکہ فطرتی طاقت سب مین موجود ہے۔ ہان البتہ طاقت کم ہو گئی تو اُس عورت مین جو بیچاری بھوگ کی باعث لاچار رہے اور جسکا خاوند محض مزدوری کی خاطر باہر گیا ہے۔ وہ زیادہ دیر تک صبر کر سکتی ہے۔ کیونکہ بھوگ سے طاقت کمزور ہو جاتی ہے۔ اسکو تو تین سال کی انتظار کی اجازت ہی۔ مگر دوسری عورتوںکو آٹھ اور چھ سال کے بعد۔ یہ کون سا قانون قدرت ہی۔ اور کس فطرت کے مطابق ہے۔ پھر طرفہ تو یہ ہے۔ جب دیانندجی یہ بیان کرتے ہین کہ نیوگ مصیبت کا دھرم ہے۔ اور دھرم سے گرنا ہے۔ مگر تعجب کہ مرد بیچارہ تو دہرم کی خاطر پردیس گیا۔ اور عورت نے دھرم کو دریا مین پھینک کر اولاد حاصل کر لی۔ اُس مہاشہ کو پردیس مین مصیبت اوٹھانے سی کیا فائدہ حاصل ہوا۔ اس سے تو بہتر تھا۔ کہ اپنے گھر مین بے دھرم بیٹھے تو اُسکی چاہتی بیوی دوسرے کی بغلگیر تو نہ ہوتی۔ اب عورت سی اگر اولاد بھی ہو گئی ہے تو اُس پردیس مین گئے ہوے مہاشہ کو اپنی جائداد کا مالک غیر کے نطفہ کا ضروری بنانا پڑا۔ یہ کس قانون قدرت کی موافق ہی۔ ایسا باقی دو مہاشون کا حال ہے۔ ایک تو علم کوا سطے گیا تھا۔ دوسرا دولت کیواسطے گیا

تھا اُنکو مسافرت کے مصائب اُٹھاکر علم و دولت تو نصیب ہونہ ہو. مگر جائز وارث مقرر ہو گئے ہین- واہ سماجی دوستو آپ کا قانون قدرت اور آپکی علمی لیاقت اور آپکی نیوگی طاقت ؎

تجارت کو نکلو تو سہ سال پیچھے
جو لوٹو تو پو بارہ ہونگے تمہارے
مع سود تم اصل حاصل کروگے
ملے بیوی بدلے مشقت کی لڑکے
عمل اس نصیحت پہ جو جو کریگا
وہ چیلا سوامی کا یکا بنیگا

غرضیکہ یہ دیانندی دوست اسی کرشمہ نیوگ کے چمکتے ہوے نشان ہین- دیکھو پنڈت دیانندجی ستیارتھ صفحہ ۱۵۵ (۱۳۹)
جیسا کہ پانڈو راجہ کی عورت کنتی- اور مادری وغیرہ نے کیا اور جیسا ویاس جی نے- چترانگد اور چتر ویریہ- کے مرجانے پر اُن اپنی بھائیون کی عورتوں سے نیوگ کرکے- ابیکا امبا سے دھرت راشٹرا اور انبالیکا سے پانڈو اور داسی سے رودُر کو پیدا کیا ستیارتھ صفحہ ۱۵۰
حاصل مطلب یہ- کہ یہ دیانندی گروہ انہین بزرگون کی اولاد سے تو ہین- جو نیوگ کی تعلیم کے شیدا اور عامل تھے- ان سے کوئی دوستی کی امید رکھے تو کس بھروسہ پر- جنکی مذہبی تعلیم یہ- کہ دشمن طاقتور ہو تو فوراً صلح کر لو- اور اپنی طاقت کو مضبوط کرکے فوراً اس پر غلبہ کر لو- کیا کوئی شریف آدمی عہد شکنی کو پسند اور روا و جائز رکھتا ہے- ہرگز نہین- بلکہ خواہ کتنا ہی بُرا آدمی کیون نہ ہو- عہد شکنی کو ہرگز ہرگز پسند نہین کرتا- اگر فرض محال کسی سے عہد شکنی بھی ہو جاوے- تو اسکے ظاہر ہونے پر غائت درجہ شرمندہ ہوتا- مگر افسوس اُس مذہبی تعلیم پر جو ہر وقت دھوکہ دہی اور فریب کو روا رکھے

اور ذرا شرم نہ کرے۔ اس کی کیا وجہ۔ صرف یہی۔ کہ جب ان کی نسب
ہی ایسے۔ کہ نیوگ کی اولاد ہون تو پھر ان سے سوا اسکے کیا امید ہو سکتی
ہے مشہور ہے کل اناء یترشح بما فیہ ہر برتن سے وہی چیز نکلتی ہی جو اس
مین ہو۔ مین اپنے اصلی مطلب سے دور جا پڑا۔ اور مین نے صرف اسی واسطے
یہ تحریر کیا ہے کہ مسلمانون پر دیانندی گروہ کے مہاشہ جو بیہودہ الزام
لگاتے ہین اور منہ زوریان کرتے ہین۔ اس کا باعث کیا ہے۔ وہ یہی
کہ آئینے مین اپنا ہی چہرہ نظر آتا ہے۔ اب بخوبی معلوم ہو چکا۔ کہ مذہب
اسلام نے ہرگز جہاد کا حکم بے وجہ نہین دیا۔ اور نہ مذہب اسلام کی یہ
تعلیم ہے۔ ہان۔ یہ تعلیم ہے۔ تو وید کی۔ جو آریو کو سوائے دنیا مین دوسرے
مذہب کو دیکھنا بھی پسند نہین کرتا۔ بلکہ یہ ہدایت کرتا ہے۔ کہ دشمن کی طاقت
زیادہ ہو تو فوراً صلح کر لو اور اپنی طاقت کو مضبوط کر کے اُس پر چڑھائی کرو
اور عہد و پیمان کو خاک مین ملا دو۔ مگر ایک اسلام ہے جو دنیا مین یکجہتی
پیدا کرتا اور سلوک پیدا کرتا ہے۔ اور کسی پر ظلم کرنے کی اجازت نہین
دیتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ تھوڑی ہی عرصہ مین اسلام دنیا مین پھیل گیا
اور پھیلتا جاتا ہے اشاعت اسلام تلوار کے زور سے ہرگز نہین ہوئی
بلکہ اشاعت اسلام محض اپنی روحانی طاقت سی ہوئی ہے۔ تعلیم اسلامی
کو دیکھو (۱) ولا تستوی الحسنة ولا السیئة ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک و بینہ
عداوة کانہ ولی حمیم وما یلقھا الا الذین صبروا وما یلقھا الا ذو حظ عظیم (حٰم سجدہ)
ترجمہ ✿ برابر نہین نیکی اور نہ بدی" جواب مین
تو کہہ اس سے بہت بہتر۔ پھر تو دیکھے۔ کہ جس مین اور تجھ مین دشمنی تھی
ہو جاوے۔ جیسے دوست غمخوار۔ اور یہ بات ملتی ہے۔ انہین کو۔ جو صبر

کرتے ہین - اور یہ بات ملتی ہے اُسکو جو بڑا خوش نصیب ہے۔؟

ویدرؤن بالحسنۃ السیئۃ اولئک لھم عقبی الدار (رعد) جو لوگ بُرائی کے عوض مین بھلائی کرتے ہین انہی لوگون کے لئے دار آخرت ہے۔

(۳) اولئک یؤتون اجرھم مرتین بما صبروا ویدرؤن بالحسنۃ السیئۃ (قصص) ان لوگون کو دوچند اجر ملیگا اسلیئے کہ انھون نے صبر کیا اور بھلائی کرتے بُرائی کے بدلے۔

(۴) پھر قران مجید نے یہ بھی حکم دیا کہ بدلا لینا گو معروف یا مقتضاء عدالت ہو اور ایسا سہل بھی ہے مگر کریمانہ اخلاق کا یہی حکم ہے کہ مخالفون کی خطاؤن اور برائیون کو معاف کرد - اور عموماً درگذر کرو

وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفی واصلح فاجرہ علی اللہ (شوریٰ) بُرائی کا بدلہ بُرائی ویسی ہے پھر جو کوئی معاف کرے - اور سنوارے تو اُس کا ثواب ہے اللہ کے ذمے - وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم لھو خیر للصابرین (نحل)

اگر بدلا لو تو اسی قدر بدلا لو - حتی کہ تم کو تکلیف پہونچے - اور اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہے صبر کرنے والون کیلئے - ولمن صبر وغفر ان ذالک من عزم الامور (شوریٰ) اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کیا - بیشک یہ ہمت کا کام فاعف عنھم واصفح ان اللہ یحب المحسنین (مائدہ) سو معاف کرو اور درگذر کرو اللہ بہت دوست رکھتا ہے نیکی (معاف) کرنے والی کو۔

اس جگہ زیادہ طول کا موقع نہین ورنہ قران مجید کی اخلاقی تعلیم کے واسطے ایک علیحدہ دفتر چاہیئے - قران شریف نے ہمکو اچھی طرح واضح کردیا کہ ہماری یہ خصلت کہ ہم اپنی دشمنون سے مہربانی کرین - انکی برائیون سے

درگزر کریں کیوں پسندیدہ ہے۔ اور ہم کیوں ایسی رعائتیں اور عنائتیں اپنے مخالفوں سے کریں چنانچہ حکم ہے ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم (نور۔ ۲۳) اور چاہئیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ معاف کرے تمکو۔

اس میں صاف سمجھا دیا کہ چونکہ تم اپنے گنہگاروں۔ خطاکاروں۔ دشمنوں اور مخالفوں سے ایسا شیوہ عفو وغفران کا اختیار کروگے تو خدا بھی تمہاری خطاؤں سے درگزر کریگا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم۔ کیا نہیں ہیں وہ لوگ جو اسلام کی پاک تعلیم پر جھوٹے تہمات اور الزامات لگانے سے باز نہیں آتے۔ اور کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا بہت بڑی اور بری بات ہی جو اپنے منہ سے نکالتے ہیں اور نہیں کہتے بلکہ بالکل جھوٹ اسلام نے ابتدا میں کبھی جہاد کا حکم نہیں دیا۔ ہاں جب کفار نے اہل اسلام کو مکہ شریف سے نکالکر مدینہ میں بھی آرام سے نہ بیٹھنے دیا تو اسلام کی طرف سے جہاد شروع ہوا۔ جن لوگوں نے مسلمانوں کو تکلیف نہیں دی اُن سے جہاد کرنے کا ہرگز حکم نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظالمون (۔) اللہ تعالےٰ تمکو منع نہیں کرتا۔ ان سے جو لڑے نہیں تم سے دین پر اور نکالا نہیں تمکو تمہارے گھروں سے کہ اُن سے

نکرو بھلائی اور انصاف کا سلوک۔ اللہ چاہتا ہے انصاف والون کو
اللہ صرف منع کرتا ہے تمکو اُن سے جو لڑے تم سے دین پر۔ اور نکالا
تمکو تمھارے گھرون سے۔ اور مدد کی تمھارے نکالنے پر کہ اُن سے
کرو دوستی اور جو کوئی اُن سے دوستی کرے تو وہ لوگ ہین گنہگار۔
صاف ظاہر ہے کہ منافقون اور کافرون کی شرارت اور فساد کی وجہ کر
اُنکی سرزنش اور تنبہ اور غلظت فی القول کرنے مین وہ رعائت عام دوستی
اور صلح و آشتی کی ہونی چاہئے اور یہ سرزنش نرمی اور ملائمتی کیساتھ
کرنی چاہیئے۔ قران شریف مین ارشاد ہے ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ
والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن (نحل) بلا اپنے رب کی راہ
پر پکی بات سمجھا کر اور نصیحت کر کر بھلی طرح اور بحث کر اسطرح جو احسن ہو؟
اس سے ظاہر ہے کہ اسلامی جہاد محض امن اور آزادی حاصل کرنیکے لئے
تھا۔ کافرون کو اُنکے کفر کیوجہ سے قتل کرنے یا جبری اسلام قائم کرنے کیلئے
ہرگز نہین دیکھو اللہ تعالے فرماتا ہے۔ لئن لم ینتہ المنافقون والذین فی
قلوبھم مرض والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بھم ثم لا یجاورونک
فیھا الا قلیلا ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا سنۃ اللہ
فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ہ اگر منافق اپنی کرتوتون
سے باز نہ آئے۔ اور وہ لوگ جن کے دلون مین دراہ چلتی شریف عورتون
کی چھیڑ چھاڑ کا مرض ہے، اور وہ مدینہ مین جھوٹی خبرین اوڑانے والے ہین
تو ہم تجھکو ان پر اُٹھا دینگے۔ یعنے اوٹھا حکم دینگے۔ پھر وہ اس مین تیرے
قریب زیادہ ٹھہرنے نہین پاوینگے۔ جہان کہین پائے جاوینگے اُنپر
پھٹکار پڑ رہی ہوگی۔ اور قتل کیئے جاوینگے۔ یہی اللہ کا دستور اُن لوگون

ہیں بھی چلا آیا ہے جو تجھ سے پہلے تھے۔ کہ وہ شریرون اور باغیون کو ہمیشہ قتل کا حکم ہی دیتا آیا ہے۔ اور تم قانون الٰہی مین ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے۔ اُن کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک ہوگا۔ یہی آیت ہی کہ جس پر معترض اعتراض کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ آیت دنیا مین امن اور امن قائم کرنے والی ہے۔ واقعی مفسدونکو سزا دینا ضروری اور لازمی ہی وگرنہ اسلام خواہ مخواہ جہاد کی اجازت ہرگز نہین دیتا قال اللہ تعالے قاتلوا الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین یعنے جو لوگ تم سے لڑین اُنکے ساتھ تم بھی لڑو اور لڑنے مین زیادتی اور پہل نکرو۔ بے شک اللہ تعالے کو زیادتی کرنے والے پسند نہین ہین جب یہ ذکر ہو چکا ہے تو واضح ہو۔ کہ مخالفین کی جو خام خیالی ہی کہ اسلام کی اشاعت تلوار سے ہوئی اگر یہ بات سچ ہے۔ تو اسلام کی طرف سے تلوار کپڑی کسنے۔ صرف رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی واحد ذات نے تو یہ ایک اسلامی صداقت کا جلوہ ہے۔ کہ ایک شخص نے تلوار سے تمام ممالک کو تہ و بالا کر کے اسلام کا شیدا بنا دیا۔ کہان ایک شخص۔ کہان کل ملک کی بت پرست۔ اگر یہ مان لیا جاوے۔ کہ اسلام مین کچھ آدمی داخل ہو چکے تھے۔ جبکہ جہاد کا حکم دیا۔ تو وہ قلیل آدمی کثیر گروہ کے مقابلہ مین کب برابر آ سکتے تھے۔ تو بھی الٰہی طاقت کی صداقت۔ دیگر جو چند آدمی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تھے۔ وہ کسطرح ہو گئے تھے۔ میرے خیال مین اسجگہ امس گلرائل کے چند الفاظ خوب صادق آتے ہین (وھو ھذا) محمدؐ کے بزور شمشیر مذہب پھیلانے کی نسبت بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ بیشک مذہب عیسوی کی نسبت اس امر کا فخر بدرجہا بھلا معلوم دیتا ہے۔ کہ اُس کی اشاعت

بلا جدال وقتال بذریعہ پند و واعظ بطریق ثبوت دہی ہوئی تہا ہم معہذا
اگر اسباب کو کسی مذہب کے صدق وکذب کی دلیل گردانا بڑی بہاری
غلطی ہی۔ بیشک شمشیر نکالو مگر یہ بتاؤ۔ کہ شمشیر لوگے کہان سی شروع
مین ہر ایک نئی رائے ایک آدمی کی ہوتی ہے۔ جو قلیل ہو تا ہنوز رائے
صرف ایک آدمی کے دماغ مین ہوتی ہی۔ تمام دنیا مین سے صرف ایک
آدمی اوسکا قائل ہوتا ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکلا کہ ایک آدمی سب آدمیوں کے
بالمقابل ہے۔ تلوار اُٹھا کر اُسی کے ذریعہ اوس رائے کی اشاعت
کرنا اسے بہت فائدہ دیگا۔ سب سے پہلے تلوار (جمعیت قابل برائے چلانے کے)
حاصل کرنی چاہیئے۔ القصہ ہر ایک بات جیسا اُس سے ممکن ہوتا ہے
خود پھیل جاتی ہے۔ مذہب عیسوی کی نسبت بھی یہ ہمین ہرگز معلوم نہین ہوا
کہ جب اُس کو تلوار اُٹھانے کی جمعیت ایک دفعہ حاصل ہو گئی تو اُس نے
اسکو حقارت کی نگاہ سے دیکھا ہو۔

اس کے بعد تحریر کرتے ہین۔ میری رائے مین ہر ایک چیز کو اجازت ہے
کہ وعظ کیا جاوے۔ رسالہ جاری کئے جاوین۔ جدال وقتال کیا جائے
اور حد سے زیادہ جد وجہد کیجاوے۔ اور جو کچھ اس مین طاقت ہو اُس
کو نوک پنجون۔ و ناخنون تک لگایا جاوے۔ لیکن حق یہ ہے کہ بذریعہ
اُس سے وہ چیز فتح نہ ہو سکیگی جو مغلوب ہونے کی لائق نہین ہے۔ اور اُس سے
کو اپنے سے افضل ہو زائل نہ کر سکیگی بلکہ اُنہی ناقص تر کو باطل کریگی۔ لکچر صاحب موصوف
صفحہ ۲۸ ۔ واقعی آپ مین سچی طاقت یعنی توحید کی اشاعت اور اسلامی
صداقت موجود تھی۔ جس نے اسلام کو اسقدر جلد کل اطراف مین پھیلا دیا
کہ بڑے بڑے عقلا و فضلا حیران ہین۔ وہ کون سی چیز تھی۔ وہ روحانی

المشتہر مفضل المطابع پریس مراداباد